

چراغِ سرِ راہ

پروفیسر احمد رفیق اختر

تالیف: مکتوم اسماعیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا
تَعْلَمُونَ (النحل: ۱۶: ۴۳)

پھر پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

اُس ”محبتِ عبدیت“ کے نام
جو وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس کے
دم سے سلسلہء زمان و مکاں ہے۔

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	
8	پیش لفظ	☆
11	مہدی منتظر (لیکچر)	☆
43	سوال و جواب	
	Religion and Present Trends of	☆
75	(لیکچر) Cultural Enlightenment	
101	سوال و جواب	
124	شب معراج (لیکچر)	☆
142	سوال و جواب	
157	تہذیب عہد حاضر میں (لیکچر)	☆
179	سوال و جواب	
194	سیرۃ النبی ﷺ (لیکچر)	☆
217	سوال و جواب	
223	اجتہاد اور عصری تقاضے (لیکچر)	☆
246	سوال و جواب	

پیش لفظ

زمانے کے تیزی سے بدلتے ہوئے تقاضے، سائنس و ٹیکنالوجی کی روز افزوں ترقی اور تیزی سے بدلتی ہوئی نئی معلومات کے سیلاب کے دھارے میں انسان کے عقل و فہم ٹکوں کی طرح بہہ رہے ہیں اور اسے اپنی عقل کی منزل حقیقی تک رسائی تو دور کنار، اُس منزل کی آنکھی کا احساس بھی کسی اندھیرے راستے میں گم کردہ ہے۔

زمین پر اپنی زندگی کے مقصد سے نا آشنا دور حاضر کا انسان اپنے خالق کی موجودگی کے احساس سے عاری، اپنے قلب و نظر کے بے یقینی اور تشکیک کے اندھیروں میں گم نفس کی کیفیات ہی کو منزل و مقصود زندگی سمجھنے لگا ہے..... مگر اپنا نام و نشان ڈھونڈنے والوں اور حقیقت تک رسائی کی خواہش رکھنے والے انسانوں کیلئے کچھ چراغ ہمیشہ منور رہتے ہیں۔

”پروفیسر احمد رفیق اختر“ کی زندگی کی تحقیق و جستجو اور علم کا حاصل یہ ”چراغ“ بھی موجودہ دور کی چکا چوند روشنیوں کے پیدا کردہ بے یقینی اندھیروں میں اپنی روشنی بکھیرتا رہے گا کہ:

”عقل و جستجو کی واحد منزل خدا کی معرفت ہے“

پروفیسر احمد رفیق اختر ایک ایسے استاد ہیں جو دلوں کو فتح کرنے کا ہنر جانتے ہیں اور اس ہنر کی پہچان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ان کے اخلاص و محبت کا وہ تعلق ہے جس کا اظہار ان کی گفتگو اور شخصیت کے ہر انداز میں جھلکتا ہے۔ پروفیسر

صاحب کی علمی معرفت کی ایک خاص بات ”اسمائے حسنہ“ کی وہ ”تسبیح“ ہے جو ان کی ذات سے ہوتی ہوئی ان کے شاگردوں تک پہنچتی ہے اور جس کے بارے میں پروفیسر صاحب فرماتے ہیں:

”یہ تسبیح ہاتھوں سے زبان پر آتی ہے۔ زبان سے دل میں اترتی ہے اور دل سے شریانون میں موجود خون میں دوڑتی ہے اور پھر یہ cells میں موجود ڈی این اے (DNA) میں داخل ہو جاتی ہے اور وہاں انسان کی ترجیحات (priorities) کو متعین کرتی ہے۔۔۔۔۔ مگر بشرطِ اخلاص۔۔۔۔۔“

”چراغِ سرِ راہ“ ایک ایسی کتاب ہے جس میں پروفیسر صاحب نے جن موضوعات پر گفتگو کی ہے ان میں جدید فکرِ انسان میں ابھرنے والے بے شمار سوالوں کے جواب اور تحقیق و جستجو کرنے والوں کی رہنمائی کیلئے بھی بہت سے نکات موجود ہیں جو اپنے اندر ایک جدت اور اچھوتا پن لئے ہوئے ہیں۔

۔ پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر

کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغِ آرزو

اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت سے ضیاء پانے والے چراغوں کی نو

سے اندھیروں کا وجود لرزاں رہے (آمین)

محترم اور شفیق استاد پروفیسر احمد رفیق اختر کی درازی عمر اور صحت و تندرستی

کی دعاؤں کے ساتھ۔۔۔۔۔

کلثوم اسماعیل

یکم مارچ 2008ء

مہدی منتظر

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّىْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ اَرْسَلْ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَكُفِّى
بِاللّٰهِ شَهِيدًا

خواتین و حضرات! میرا یہ سلام قبول فرمائیے۔ مدتوں کے بعد لاہور آ کر کوٹھنے کے مترادف ہے۔ تعلیم و تربیت کے تمام ابتدائی مراحل یہیں سے پورے ہوئے بلکہ بلوغت قرار اور عقل کچھ ہے تو اسی شہر کی وجہ سے ہے۔ اس میں بڑے استاد رہے، معزز اور محترم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں غلو و وفا و محبت رکھی ہے اگرچہ بہت ”شستگی“ رکھی ہے اور شستگی سیکنے..... آج کا مومنوں چونکہ مہدی منظر ہے اور جناب مہدی کی جو ایک تعریف آئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سوتوں کو جگائیں گے سلیسے آپ کی حج کی نیندیں مجھ بوسکتی ہیں۔

خواتین و حضرات! بہت عرصہ پہلے ”زبور“ نے کلام کیا اور کہا کہ:

”قاران“ اور ”شعیر“ کی گھائیوں سے خداوند خدا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ طلوع فرمائے گا اور اس کے ایک ہاتھ میں ”آئین شریعت“ اور ایک ہاتھ میں ”تکوار نبوتی“۔

جب حضور ﷺ فتح مکہ کے وقت ”قاران“ کی گھائیوں سے طلوع ہوئے تو ان کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی اور ان کے ہاتھ میں تکوار بھی تھی اور وہ قرآن حکیم کو پڑھ رہے تھے۔ یہ پہلی مرتبہ تھا۔ ”مکوند، پوجنا“ نے انجیل میں پھر اسی معزز ہستی کا ایک ہلکا سا خاک پش کیا۔ فرمایا:

”میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔“ (یہ اس وقت کی ”انجیل مقدس“ میں موجود ہے۔ انجیل وہ نہیں رہی مگر یہ سراپا موجود ہے) ”پھر میں نے آسمانوں کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا ہے اور برحق ہے۔“ (یہ دیکھیں کہ حق کو کمانت کہتے ہیں جو صادق ہے اور امان ہے۔ صرف لفظوں کا ہلکا سا ترود ہے۔) ”پھر میں نے آسمانوں کو کھلا ہوا دیکھا اور دیکھا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس میں ایک سوار ہے اور سچا ہے اور برحق کہلاتا ہے اور وہ رات کی کے ساتھ انصاف و عدل کرتا ہے۔ اس کی آنکھ، آگ کے شعلے ہیں۔ اسکے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اسکے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (خواتین و حضرات! یہ پرانی بات تھی۔ بعد میں اللہ نے قرآن میں اسی اسم کا ذکر کیا کہ ”اسْمُ أَحْمَد“ اس کا نام احمد ہے) اور وہ ان کی چٹکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا ہے (یعنی قرآن ہے۔) آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار سفید اور صاف مہین، کتانی کپڑے پہنے ہوئے اسکے پیچھے پیچھے ہیں اور قوموں کے مارنے کیلئے اسکے منہ سے تیز تکوار نکلتی ہے۔ وہ لوہے کے عصا سے حکومت کرے گا اور قادر مطلق خدا کے تخت غضب کی سائے کے خوف میں انگو روئے گا اور اسکی پوشاک کے دامن پر یہ نام لکھا ہے کہ ”بادشاہوں کا بادشاہ“۔ خداوندوں کا خداوند۔۔۔۔۔

خواتین و حضرات! لفظ ”خدا“ پرانی زبان میں اللہ کیلئے استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ زیادہ تر مقدس

لوگوں کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تھی آپ ﷺ کے نزول کی وہ شان جو بائبل میں ہے۔ اس پورے بیان میں اور اسکے مصداق کوئی ذات ایسی نہیں ہے جو کسی خبر کی صورت میں اس بیان کے مصداق ہو۔ حضرت موسیٰ تو پہلے گزر چکے تھے اور جناب یحییٰ تو عمر بھر غربت میں رہے اور یہ ایک مستقل بات تھی جو انہوں نے کہی اور اس میں بڑی وضاحت اور صاف ستھرے لہجے سے اللہ کے رسول ﷺ کا ذکر ہوا۔

خواتین و حضرات! ”صادق“ اور ”امین“ کے لفظ ہم کتابوں میں پڑا ہ کے گزر جاتے ہیں۔ ہمیں اسکی اہمیت کا پتہ نہیں چلتا مگر اس کی اہمیت اس پر ردگار عالم کے پاس تھی جس نے ان کو قرآن عطا کرنا تھا۔ زمین و آسمان میں اللہ کے رسول ﷺ کے سوا ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں تھی کہ ہم ”قرآن“ کو قرآن کہیں۔ ایک زبان سے دو لفظ نکلتے ہیں، ایک اسی شخص ہے جس کی زبان سے دو لفظ نکلتے ہیں، ایک تو قرآن ہے اور دوسرا لفظ ان کا اپنا ہے۔ اس میں قطعاً کسی دوسری شہادت کی کوئی گنجائش موجود نہیں رہتی۔ چالیس برس تک صادق اور امین کہلوانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ جب ہم کتاب دیں، جب ہم اپنا کلام اس کی زبان میں رکھیں (جیسے حضرت یوحنا نے بہت پہلے ارشاد فرمایا کہ ”اسلامام کلام خدا ہے“۔) جب ان کی زبان میں کلام خدا اترے تو وہ لوگوں کو کہیں کہ یہ اللہ کی بات ہے یا اللہ کا کلام ہے۔ یہ میرا نہیں ہے۔ صادق اور امین ہونے کے توسط سے جو لوگ اپنے اندر ربک ان کی چٹائی کا پورا پورا شعور حاصل کر لیتے ہیں وہ یقیناً اسے قرآن مانیں گے اور اس طرح خداوند کریم نے قرآن کا نزول فرمایا اور صادق اور امین پر فرمایا۔

خواتین و حضرات! دوسرا حصہ ان احادیث کا وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مطلق ہیں۔ ان کی authenticity قرآن جتنی نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی باتیں لوگوں نے ہمیں بتائیں، ان کے اصحاب نے سنائیں، سچے لوگوں نے سنائیں۔ آج بہت سے لوگ احادیث کا انکار کر جاتے ہیں، آج بہت سے لوگ اپنی رضا و غربت کے تحت کسی حدیث کو قوی، کسی کو کمزور کہتے ہیں۔ ایک Armchair intellectual بھی ایک حدیث سنتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو ہو نہیں سکتا، میں نہیں اسے مناسب سمجھتا، یہ حدیث کیسے ہو سکتی ہے۔ خواتین و حضرات! اللہ بھی انسانی نفس کے خلاف عمل کرتا ہے اور اس کا رسول بھی اپنی تعلیمات میں ہمارے نفس پر کچھ نہ کچھ شدتیں تو چھوڑیں گے ہی اور اگر ہم اپنے نفس کے اشکال کے بجائے آج سے ہی پرکھنا شروع کر دیں تو بہت ساری ایسی احادیث ہیں جو شاید ہمیں مناسب نہ لگیں کہ وہ ہمارے دل و دماغ کو پسند نہیں ہیں کہ

انسانی جسم کدورت کا بنا ہوا رکھدورت میں مضاف اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ یہ نہیں سکتا کہ ہمیں خدا اور رسول کی ساری باتیں پسند ہوں، یہ نہیں ہو سکتا کہ باوجود ایک اچھے اعتقاد کے ہم کبھی نہ کبھی وہ غفلت نہ کھا جائیں جس کے بارے میں قرآن حکیم نے لکھا:

”وَإِنْ تَحْسَبُوا الْحَيَاةَ مَا تَتَذَكَّرُونَ عَنْهُ نُكْفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ“

(اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو تو چھوٹیوں پر تم کا تم رہو گے۔۔۔)

چھوٹے چھوٹے وقفے خطاؤں کے تم پر ضرور آئیں گے مگر خواتین و حضرات! احادیث، پیشین گوئیاں نہیں ہیں اور جب آپ حضور ﷺ کے یہ اقوال دیکھتے ہیں تو یہ وہاں تک ہیں جو زمانوں پر محیط ہیں، جو صرف انکی اپنی زندگی کے نہیں ہیں۔ نہ ہمارا خیر local تھا، نہ قرآن کی کوئی آیت local ہے اور نہ ہی انکی بتائی ہوئی باتیں local ہیں۔ وہ خیر کیسے local ہو سکتا ہے جو ہمیں عجیب و غریب باتوں کی خبر دیتا ہو کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ دنیا کی تریز حادے، ہو سکتا ہے کہ اللہ دنیا کی عمر پانچ سو برس اور تریز حادے۔ آدھان اور تریز حادے۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ آدھان کتنا؟“ فرمایا: ”پانچ سو برس“۔ یعنی ایک دن ایک ہزار برس کا ہوا۔

جس خیر کو یہ پتہ نہ ہو جو آپ کو خبر دیتا ہے کہ جب جنت میں سب لوگ داخل کر دیئے جائیں گے تو پھر بھی جنت میں بے پناہ جگہ بن جائیگی، پھر اللہ نے لوگ پیدا کرے گا، پھر وہ لوگ بھی امتحان سے گزر کر جنت میں جگہ پائیں گے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ رسول کریم ﷺ نے ہر ”سائنس“ سے بڑھ کر ہر ”ادائیہ خیال“ سے آگے ایک خیال پیش کیا ہے کہ نہ یہ دنیا پہلی ہے، نہ آخری ہے، لوگ پہلے بھی جنت میں تھے۔ لوگ ہمارے بعد بھی جنت میں جائیں گے۔ یہ دنیا ان کے سات ہیں اور یہ دنیا ان کے بدلتی رہیں گی۔ اب اگر اسکے مقابلے میں دور حاضر کا کوئی مفکر، کوئی اور دانشور جس کے پاس نہ علم و ہنر کی کوئی نایت موجود ہے، جس نے نہ خدا پر وقت صرف کیا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کے فیض و برکت سے کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ وہ اگر آج حدیث کا انکار کرتے ہیں تو کیسا مشکل خیر لگتا ہے۔ ایک رسمی چلن علی بن ابی طالب نے جنت میں کہ بہت سے لوگوں نے بہت ساری احادیث پر اعتراض کیا۔ ان میں صرف ایک آپ کی مذکور کرتا ہوں کہ بڑے بڑے دانشوروں نے ان میں غلام جیلانی برقی بھی تھے، مرزا احمد پرویز بھی تھے اور آج کے ”عجائبات“ میں سے کچھ دینی عالم بھی ایسے ہو سکتے ہیں جو حضور ﷺ کی احادیث پر معترض تھے۔ ابو ذرؓ نے یہ حدیث کہی، اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: اے ابو ذر! تجھے پتہ ہے کہ یہ سورت کہاں جاتا ہے؟ کہا کہ اللہ اور اس کا

رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ”یہ عرش تک جاتا ہے اور رُک کر اجازت طلب کرتا ہے کہ مجھے واپسی کی اجازت ہو، پھر اسے اجازت ملتی ہے اور یہ واپس چلتا ہے۔“

خواتین و حضرات! بہت سارے دانشوروں نے اعتراض کیا کہ Diagonal movement of the sun تو وہی ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ بھلا یہ عرش کو کہاں جائیگا؟ اس لیے یہ حدیث خلاف واقعہ ہے اور بخیر خلاف واقعہ بات کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی دانش رکھتے، تھوڑی سی نیا وہ تعلیم کا رجحان رکھتے، research رکھتے تو ان دانشوروں کو پتہ چلتا کہ سورج کی ایک نہیں تین movements ہیں۔ ایک movement اس کی ہزار ہا سال میں outer galaxies میں پوری ہوتی ہے اور ایک movement میں وہ ایک سو پچاس میل فی سیکنڈ کی رفتار سے inner galaxy کا رخ کرتا ہے اور اس جگہ پہنچتا ہے جس کا نام سائنسدانوں نے solar apex رکھا ہے۔ آج solar apex کے معنوں میں کوئی فرق نہیں..... بہت جلدی میں، کم علمی میں، یہ دانشوران عصر اپنی رائے پیش کر دیتے ہیں۔ یہ صرف نیلی ویرٹن کے قائل ہیں۔ یہ اس قائل نہیں ہیں کہ ان کو علم و معرفت میں کوئی مقام دیا جائے۔ از خود یہ ”شیخ الاسلام“ بنے ہیں، از خود یہ ”دانشورانِ وقت“ بنے ہیں، از خود ”علامہ عصر“ بنے ہیں۔ یہ ایک رسم بابا نہ جو چل پڑی ہے ای پر حضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ”ایک زمانہ آئے گا کہ دین لوگوں کو کھنڈوں کے ہاتھ آ جائے گا۔“

کسی بھی چیز کو جو خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے آتی ہو یا آئے سب سے پہلی احتیاط اس کے deny میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلی احتیاط یہ ہے کہ ایسی چیز کا انکار نہ کیا جائے جب تک کہ اسکے بارے میں ہماری تعلیم مکمل نہ ہو جائے اور ہم اس بات کا کیسا انکار کر سکتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر شبیہ صاحب ہیں جو شاید، غالباً اپنے آقاؐ کے دجال کو خوش کرنے کیلئے تمام احادیثِ امامت کو غلط کئے بیٹھے ہیں اور بڑی خوبصورت بات یہ ہے کہ چند روزوں میں بعد فرما رہے ہیں کہ یہ احادیث کمزور ہیں۔ حضراتِ گرامی! یہ Speciality! نبی لوگوں کی تھی جنہوں نے اس پر جان دی، جان ماری۔ کسی نے ”سید امام محمد بن اسماعیل البخاریؒ“ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک لاکھ چھیس ہزار احادیثِ حافضے میں محفوظ ہیں تو پھر پر بلا مقابلہ تو حافضے سے ہو گا،..... ”امام بخاریؒ“ جیسا منافق ہو گا تو ان کو challenge کرنے کی نوبت آئے گی تو پوچھا امام! ”یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ کے حافضے میں اتنی ساری احادیثِ روایت بہ روایت تمام سلسلوں

سمیت موجود ہوتی ہیں۔“ تو انہوں نے فرمایا: ”میں نظر کرنا رہتا ہوں۔“ آج بھی خواتین و حضرات یادداشت کا یہی اصول ہے کہ اگر آپ کسی چیز پر مسلسل نظر کرتے رہو تو وہ آپ کو یاد رہتی ہو رنہ آپ کے حافظے سے محو ہو جاتی ہے۔

خواتین و حضرات! یہ (موجودہ) لوگ ہیں جنہوں نے حدیثیں رٹ لی ہیں اور اگر ہم حدیث کی روایت و روایت کے اصول دیکھ لیں تو پسینا آ جاتا ہے کہ لوگ اتنی محنت کر کے ایک حدیث تک پہنچے ہیں کہ اگر کسی کی تیسری پشت میں بھی کوئی جھوٹ پونے والا ہوا اور وہ ایک چنی کزور نکلا اور کسی نے زندگی میں کبھی بازار کے ایک سو دے میں بھی خیانت کی تو اسکی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ قبول کا ایک یقین یہ تھا کہ جو لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کرنا وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کیسے انصاف کرے گا۔ حدیث کی collection اتنی محتاط ہوتی ہے کہ آج کے Most sophisticated system of intelligence (ذہانت کے اعلیٰ ترین سیستم نظام) بھی اس کے برابر نہیں آ سکتے۔ پھر آج ان لوگوں کو کہا جائے کہ ان کی حدیث ناقص ہے۔۔۔؟ بلکہ انہوں نے خود ہی حدیث کی طرز میں بھلا دیں۔ حدیث ”حسن“ ہے، ”صحیح“ ہے، ”متوازن“ ہے، ”مزد“ ہے، ”غریب“ ہے، ”عجیب“ ہے۔ یہ تمام سلسلے ان لوگوں نے مکمل کئے۔ آج تک کوئی دانشور اپنی مرضی سے ان میں کسی قسم کی کوئی چیز add نہیں کر سنا، کم نہیں کر سکا۔

خواتین و حضرات! حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں سے احادیث اکٹھی کی گئیں ان کی پوری تعداد دس لاکھ ہے جنہیں ”اسماء المذہب“ کہتے ہیں۔ احادیث میں جو لوگ involved ہیں اور جن لوگوں کے نام ہیں ان کے اسماء کی فہرست دس لاکھ کے برابر ہے اور دس لاکھ لوگوں کی پوری پوری آزمائش کرنا، جانچ پرکھ کرنا یہ اسی شخص کا کام ہو سکتا تھا کہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ ”مختصر فی الحدیث“ ہیں۔ امام بخاری اس وقت انہیں بیس برس کے تھے جب دمشق کی جامع مسجد میں آئے اور دس لوگوں کو ان کے امتحان کیلئے جمع کیا گیا۔ دس کو دس حدیثیں دی گئیں اور پھر یہ کہا گیا کہ ایک ایک کر کے ان سے پوچھنے کیلئے جاؤ اور امام کی ذہانت کا test لیا اور جب پہلے شخص نے ایک حدیث بیان کی اور پوچھا کہ ”اسکے بارے میں آپ کیا کہتے ہو“ تو امام نے کہا: ”آگے بڑھو۔“ پھر اس نے پوری دس احادیث ختم کیں۔ پھر کہا: ”اب دوسرے آدمی سے کہو کہ وہ شروع کرے۔“ اس طرح دس آدمیوں نے سو حدیثیں سنائیں، امام واپس چلے اور کہا کہ پہلے تم

نے یہ دس حدیثیں پڑھیں اور پہلی یہ پڑھی اور اس میں یہ بات غلط اور باقی حدیث درست ہے۔۔۔۔۔ جب لوگوں نے حافظے کا یہ عالم دیکھا تو قسم کھائی کہ یہ حدیث کے پیغمبر ہیں۔ خواتین و حضرات! ان لوگوں کی جانچ پر کچھ سیٹے آتے ہیں schizophrenic قسم کے چند مولوی جمع کر لیتے ہیں کہ جن کو اپنے غجب اور اپنی حیرت سے نجات نہیں، جن کو اپنی نفسیات چینی سے باخبری نہیں، وہ اٹھ کر ان "اہل مقدس" پر اعتراض کرتے ہیں۔

خواتین و حضرات! پوری کی پوری احادیث میں ایک علیحدہ باب ہے جس کو "باب الفتن" کہتے ہیں۔ تمام احادیث میں یہ عام باب پائے گئے ہیں۔ یہ احادیث زوال کے زمانے کی پیداوار نہیں ہیں یہ بات یاد رکھیے گا کہ جب کوئی قوم مغلوب ہو، مقبور ہو، مجبور ہو تو تصور سے کسی مسیحا کا نکلنے نکلتی ہے۔ اپنے تصور سے کسی ایسے مسیحا کا نام دھونڈتی ہے جو اسے غربت و افلاس کی زندگی سے فرار دے۔ یہی حال اس وقت پیش آیا جب غرامہ کی حکومت کا زوال ہوا تو مدتوں لوگوں میں "موسیٰ بن ابی عثمان" کا نام مشہور رہا۔ یہ وہ "موسیٰ" ہیں جو واحد ایسا عابد مسلمان تھا جو Ferdinand کے لشکر کے خلاف لڑ رہا تھا اور اسکی زندگی اور موت پر صرف ایک شہادت موجود ہے کہ دریا کے "وادئی الکبیر" کے کنارے "موسیٰ بن ابی عثمان" چار عیسائی knights کے خلاف لڑتے ہوئے جب مجبور ہو گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو دریا کے "وادئی الکبیر" میں گرا دیا۔ اسکے علاوہ ان کی موت کی اور کوئی نظری شہادت موجود نہیں تھی تو غرامہ اور عین کے مسلمان مدتوں یہ آرزو لگاتے رہے کہ یہ کبھی مہدی بن کر واپس لوٹیں گے اور یہ کبھی ہمیں Spanish حکومت سے نجات دلائیں گے۔ اسی طرح آپ بھی آرزوئے مہدی میں اکیلے نہیں ہیں۔ لوگ جب گھبرائے ہوئے ہوں اور پریشان ہوں تو اس زوال کے اثر میں کوئی نہ کوئی آرزو ایسی ضرور بنتی ہے کہ کوئی نہ کوئی انو جا ایسی ضرور آتی ہے اور کوئی نہ کوئی خواہش ایسی ضرور سر اٹھاتی ہے کہ اسے کاش پروردگار کی طرف سے ہمیں آسرا ملے، کوئی ایسا شخص ملے جو ہمیں اس بحران سے نکال کر، زندگی کے بہتر اور safe مقام تک پہنچائے۔

خواتین و حضرات! مگر یہ احادیث اس زمانے کی نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کی کوئی حدیث زوال کے زمانے کی نہیں ہے۔ یہ تو عروج کے زمانے کی ہیں کہ مذہب و اصل چکا تھا، جب مسلمانوں کا جزیرہ العرب پر قبضہ ہو چکا تھا۔ یہ رسالت کا اختتام کے دن ہیں اور "خذینہ بن ابی یانہ" کے قول کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں قیامت تک تمام باتیں بتا دیں اور تمہیں سویا

تین سو سے زیادہ گروہوں پر مشتمل تمام باتیں اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں بتادیں پس فرق یہ ہے کہ کبھی ہماری یادداشت ساتھ دیتی ہے اور جب ہم کسی happening کو دیکھیں، کسی واقعے کو ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ ہمیں ہمارے رسول ﷺ نے یہ بات بتائی تھی۔ جب ایک دفعہ حضور ﷺ "سراق بن ہضم" سے ملے، جب وہ اسلام قبول کر کے آیا تو فرمایا کہ سراق تیرا اس وقت کیا حال ہو گا جب تو کسریٰ کے نکلن پہنچے گا۔ اس وقت کسریٰ کا نام وثنان بھی نہیں تھا۔ زمانہ رسول ﷺ تھا، ہجرت کا زمانہ تھا، بھلا کہاں ہجرت کے صحرا، بے آب و گیاہ، بے یار و مددگار اور کہاں کسریٰ کے محلات اور اس بادشاہ کے نکلن کی باتیں۔۔۔ ہجر جلد ہی حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب کسریٰ کے نکلن آئے، وہ مدائن کے نکل سے ملے تھے تو حضرت عمرؓ نے دیکھا اور اصحاب نے دیکھا اور سب رو دیے اور کہا کہ سراق کو بلاؤ۔ سراق اس وقت تک زندہ تھے۔ سراق کو بلایا گیا اور اس کے ہاتھ میں وہ نکلن پہنائے گئے اور لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات کیسے پوری ہوئی ہے۔

خواتین و حضرات! "باب انھیں" میں اللہ کے رسول ﷺ نے بہت سارے خطرات جوان کی امت کو آنے والے تھے وہ گنوائے، بہت سارے زمانے گنوائے۔ بہت سارے نفعے گنوائے۔ ایک بات یاد رکھئے گا کہ یہ "نوسٹر ڈیس" کی چشیم گونیاں نہیں ہیں، یہ "جین ڈکسن" کی چشیم گونیاں نہیں ہیں، یہ وہ حقائق ہیں، یہ وہ خبر ہے جو خبر صادق نے آپ کے حوالے کی ہے۔ چاہو تو مانو، چاہو تو مانو "فَا هَلْ يَنْصِلُ السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا" خواتین و حضرات! اس سے جو شکر کہ میں امانہ بہ کا ذکر شروع کروں زمانہ قدیم میں کچھ طلومات ایسی ملتی ہیں جو حضرت دانیال کے کاشعے میں ہیں۔ حضرت دانیال نے بڑے عجیب و غریب وقتوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس نے ہمارے زمانے کی بھی نشان دہی کی ہے اور ذرا غور کیجئے گا کہ ان میں وہ وقت شاید آپ پر بہت قریب ہے۔ وہ لمحہ بڑے قریب ہیں کہ:

"وہ مغرب کا بادشاہ، اہل مقدس میں اس کا غضب بھڑکے گا۔ اس کے مطابق عمل کرے گا بلکہ جو اہل مقدس کو ترک کریں گے ان سے اتفاق کرے گا۔ افواج اسکی مدد کریں گی، وہ حکم مقدس کو ناپاک کرے گا، وہ داخلی قربانی کو موقوف کرے گا۔ اجازتے والی مکروہ چیزیں نصب کی جائیں گی اور انسان اہرام ننگی میں دراندازی کرے گا۔"

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ:

19

لوگوں کو اللہ کی طرف سے تقویت ملے گی۔ مگر ان میں سے کافی سارے seculars ان کے ساتھ جا ملیں گے۔)

”کیونکہ ان کو خدائی قدرت نظر آئے گی بعض اہل بیت بہت تباہ حال ہو گئے تاکہ پاک و صاف اور براق ہو جائیں، جب تک کہ وہ آخری وقت نہ آ جائے کیونکہ مقررہ مدت تک یہ بادشاہ اپنی مرضی کے مطابق چلے گا، تکبر کرے گا، سب معبودوں سے بڑا بنے گا۔ انھوں نے الہ کے خلاف بہت سی حیرت انگیز باتیں کر کے گامحتیٰ کہ قبر کی تسکین ہو جائے کیونکہ جو کچھ مقرر ہو چکا ہے وہ واقع ہوگا۔ وہ بے گانہ معبود کی مدد سے محکم قلعوں پر حملہ کرے گا۔ جو اسے قبول کریں گے، ان کو عزت بخشے گا اور بہتوں کو ماکم بنائے گا اور ثروت میں ملک تقسیم کرے گا۔“

(اور اصل میں ایک intererenting بات ہے خواتین و حضرات کہ آخر میں اس معرکہ کا ذکر ہے جو آخری زمانے میں ہوگا)

”وہ شاندار مقدس پہاڑوں اور چشموں کے قریب اپنی فوجیں ڈالے گا اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائی ایام سے ابھی تک کبھی نہ ہوا ہوگا۔ اس وقت تیرے لوگوں میں جس کا نام کتاب میں لکھا ہوا ہے رہائی پائے گا۔ جو کچھ خاک میں سو رہے ہیں ان میں سے بہترے جاگ اٹھیں گے، بعض حیات ابدی کیلئے اور بعض رسوائی و فحش ابدی کیلئے۔ اہل دانش نور فلک کی مانند چمکیں گے۔ ان کی کوشش سے بہترے صادق ہوں گے۔ اسے پوچھا اس کا انجام کتنی مدت تک ہوگا۔ اس شخص نے جو کتنی لباس پہنے ہوئے تھا اور دریا کے اوپر کھڑا تھا اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر خسیٰ قیوم کی قسم کھائی اور کہا ایک دور اور دو دور اور تین دور“۔

(ایک دن دو دن اور تین دن۔)

خواتین و حضرات! چھ سو چالیس اور پانچ سو چار تک حضرت دانیال کا زمانہ ہے۔ پانچ سو چار قبل مسیح میں ”یوحنا“ کے زمانے تک حضرت دانیال زندہ تھے۔ بعد میں اپنی قوم کو لے کر آئے تو آپ کا پورا وقت جو بننا ہے وہ ایک دن، دو دن اور آدھا دن (ایک دن کا مطلب ہے ہزار

سال) یہ ہوئے اڑھائی ہزار سال۔ اس وقت 2006ء ہے اس میں آپ زیادہ سے زیادہ ساڑھے چار اور پونے پانچ سو سال add کر سکتے ہیں۔ اس سے حضرت دانیال کی عمر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ آپ یقین کرو کہ حضرت دانیال کے مطابق یہ وقت بالکل قریب آچکا ہے۔ یہ وقت کل بھی ہو سکتا ہے اور برسوں بھی۔ بلکہ میرے اندازے کے مطابق تو یہ وقت شروع ہو چکا ہے مگر بات یہ ہے کہ ہم لوگ شاید اس ostrich (شتر مرغ) کی طرح ہیں جو ریت میں گردن دبا دیتا ہے۔ ہم ابھی بھی اسکی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور بہت لوگ یہ بات جانتے ہیں۔

....."اُس نے کہا ہم فرشتے نہیں ہیں۔ اے داخیل، ٹو اپنی راہ لے، (یہ

واقعہ آخری وقت کا ہے) اور بہت لوگ پاک کئے جائیں گے اور وہ

صاف براق ہو گئے لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گیا اور شریروں میں سے

کوئی نہ بچے گا۔ جو دانشور ہیں، مبارک ہیں وہ ایک ہزار تین سو تیس روز

تک انتظار کریں گے۔ ٹو اپنی راہ لے، جب تک مدت پوری نہ ہو، تو

آرام کرے گا اور ایلام کے اختتام میں اپنی میراث تقسیم کرے گا۔"

آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جو دن آپ کو حضرت دانیال نے بتائے ہیں کہ ایک ہزار تین سو تیس روز تک یہ دعوے جاری رہیں گے، اس کا کیا مطلب ہے؟

اسکے بعد حضرت دانیال نے پوچھا کہ یہ کون ہے، دجال کون ہے؟ اسکی کیا نشانیاں ہیں۔ فرمایا:

"بحیرہ مملکت رُوس، بحیرہ جالنگ اور پانیوں کے گرد آبِ دق میں دجال کی مملکت ہیں۔"

اگر آج آپ غور کریں تو قریباً قریباً یہ تمام لوگ انہی ممالک کے رہنے والے ہیں جو آج زیادہ

سرکشی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور خواتین و حضرات قرآن حکیم میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر

پھر بھی کوئی دجال کے بارے میں شبہ کرتا ہے تو سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھ لے۔ حیرت کی

بات ہے کہ سورہ کہف تو سب پڑھتے ہیں مگر شاید معنی تک کوئی نہیں پہنچتا۔ حضور ﷺ کا مطلب

یہ تھا کہ اگر اشتباہ رہ جائے، اگر کوئی شبہ ہو کہ یہ دجال کون ہے، کیسا ہے، کدھر سے آیا ہے تو پھر اس

شبہ کو دور کرنے کیلئے سورہ کہف کی پہلی دس آیات پڑھ لیا، آج شاید پہلی مرتبہ دجال کے

reference سے آپ کو میں اسکا ترجمہ سنارہا ہوں۔ غور فرمائیے گا کہ یہ کیوں بار بار کہا گیا کہ

سورہ کہف آج دجال کے عرفان کیلئے کافی رہے گی۔ کیونکہ اس میں صرف ایک ہی دوسری قوم کا ذکر

آیا ہے۔

”وَيُسْئِرُ الَّذِينَ قَالُوا تَتَّخِذُ اللَّهُ وَلَدًا“ اور ان کو ڈرائے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ والا درکھتا ہے۔ ”مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ“ ناسبات کی ان کے پاس کوئی سند ہے نہ ان کے آباؤ اجداد کے پاس کوئی سند ہے۔ ”كِبُرَتْ كَلِمَةُ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ“ بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے کہ اللہ والا درکھتا ہے۔“

خواتین و حضرات! میرا خیال ہے کہ اب یہ بات کوئی جیسے والی تو ہے نہیں کہ کون کہتے ہیں کہ اللہ والا درکھتا ہے۔ یہ اتنی واضح صورتحال ہے کہ اس کے بعد کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ دجال کن قوموں سے مل کر بیٹا ہوا کون سی قومیں اسکے لئے ہیں اور یہ مجھے پتہ ہے کہ مسلمان ”مہدی“ منتظر ہے مگر میں یہ کہتا چاہتا ہوں کہ ہم ایک بڑی غلط فہمی کا شکار رہ گئے ہیں کہ زمانہ مہدی اور زمانہ حضرت مہدیؑ کی ایک ہی ہے، ”باب النہی“ کی یہ امانت یقین کی ہیں ان میں جن سے استنباط کیا جاتا ہے کہ جناب مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ ایک ہی ہے لیکن ایسی کوئی شہادت ہمیں نہیں ملتی بلکہ زمانہ دجال اور حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیت ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی مدد کو آنے والے لوگوں کا حلیہ بھی نکسا ہے۔ ان کے انداز زندگی بھی نکسے ہیں اور جناب مہدیؑ کی زندگی اور انداز فکر کو جدا گانہ بیان کیا گیا ہے اور اسی لئے میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کے سامنے یہ وضاحت کروں۔ عموماً جو آج کے دور میں لکھا جاتا ہے کہ مہدیؑ آئیں گے..... لیکن دجال کے زمانے میں مہدیؑ نہیں آئیں گے۔

ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ:

”میری امت کے ستر ہزار آدمی دجال کی بیرونی اختیار کریں گے اور ان پر ہزار چادریں ہوگی۔“

اور یہ وہ لوگ ہیں جو عموماً علماء کی شکل میں ہوتے، جیسا کہ میں نے پہلے آیات پر بھی قصص کر لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ان کا ذکر قرآن میں آیا ہے کیا نزول مہدیؑ کا ذکر قرآن میں آیا ہے، کیا عصر دجال کا ذکر قرآن میں آیا ہے تو یقیناً آیا ہے دیکھئے! جب اللہ نے یہ کہا کہ میں اپنے دین کو غالب کروں گا تو ”یا جوت یا جوت“ کا سب سے پہلے ذکر کیا اور ”یا جوت یا جوت“ دنیا پر ہمیشہ موجود رہے یہ پہلے بھی موجود تھا اور اب بھی موجود ہیں، ہر فاسق کو ان کی شناخت کرنی ہے۔ انہوں

نے پندرہ سال تک جنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ یہ پہلے بھی موجود تھے، اب بھی موجود ہیں۔
 یہ ”نویافٹ“ ہیں اور ان کے قتل و تلینے ایک ہی قسم کے ہیں اور جیسے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ
 یہ دنیا میں ہر چیز چٹ کر جائیں گے۔ نہ یہ لکڑا چھوڑیں گے، نہ پتھر کی چھوڑیں گے۔ نہ یہ کسی قسم کی
 زندگی کا کام و نشان چھوڑیں گے۔ جب یہ بھوک میں آتے ہیں تو ہر چیز کھا جاتے ہیں۔ آپ کے
 کتے انہی کو export ہوتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

”قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّا بِأَجُوجٍ وَمَا جُوجٍ مُّفْسِلُونَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ
 خَرْجًا عَلٰى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَبَآ“ (کہف: ۱۸، ۹۴)

(انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین بے شک یا جوت یا جوت زمین میں فساد کرتے ہیں تو کیا ہم مقرر کر
 دیں تمہارے لئے مال کہ تم بنا دو ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار۔۔۔۔۔)

یہ پہلا ذکر ہے جو یا جوت یا جوت کا آیا کہ جب ذوالقرنین جو ایران کے بادشاہ تھے سے کہا گیا کہ
 کچھ ایسا کرو کہ یہ جتنے بھی وحشی اور خونخوار لوگ ہیں (جو دیوار چین کے اُس پار رہتے ہیں)، یہ
 گروہوں کی قتل میں، کبھی تاریکیوں کی قتل میں، کبھی منگولوں کی قتل میں آتے ہیں اور ہماری
 civilization کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ تم کچھ ایسا کرو کہ یہ پھاڑوں کے دڑے بند ہو جائیں
 اور ہماری تہذیب ان سے بچ جائے۔

ذوالقرنین جسے ”کوروش کبیر“ کہتے ہیں وہ ایران کا بادشاہ ہے۔ اس کے علم پر دو
 سیگنوں کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس لیے اسکو ”دو سیگنوں والا“ ذوالقرنین کہتے ہیں۔ اس کے جھنڈے کا
 نشان تھا۔ اس نے بحران کی مدد کی مگر یہ زمانہ آخر میں دجال کے بعد آنے والے لوگ ہیں۔ یہ
 دجال سے پہلے نہیں آئیں گے۔ یہ دجال کے بعد آئیں گے اور فرمایا:

”حَتّٰى اِذَا فَتَحْتَ بِأَجُوجٍ وَمَا جُوجٍ وَهُمْ مِّنْ تَحْتِى حَلٰبٍ يَّبْسَلُونَ“ (الانبیاء: ۲۱، ۹۶)
 (یہاں تک کہ جب کھولے جائیں گے یا جوت اور ما جوت، وہ ہر ہلندی سے ڈھلکے ہو گئے)

یعنی زمانہ آخر میں ان کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ ابھی وہ اپنی معیشت کو کاٹھور کر
 رہے ہیں۔ ساز و سامان بنا رہے ہیں۔ ایک billion کی آبادی ہے جو پانچ، سات سال کے بعد
 شاید اس سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔ ان کے پاس ایٹم بم بھی ہے۔ سب کچھ ہے مگر شاید خوراک
 کے ذخائر کم ہیں اور جب دنیا لڑنے کے اس ہی جنگ دجال میں ختم ہو جائے گی تو یہ بڑے اطمینان
 سے ٹپکس گے اور بندوں سمیت ہر چیز کو کھا جائیں گے (ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں)۔

عیسیٰ کو جب اٹھایا گیا تو آپ کو یاد ہو گا کہ ایک چیز میں ہمارا اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والے Christians کا faith یہی کہتا ہے۔ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے اور ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے مگر ہمارے ہاں ان کے آنے کے ایک خاص وجہ ہے یعنی ہمارے ہاں دجال کی وجہ سے آپ کے آنے کے مگر اس کے علاوہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ وہ میں ابھی آپ سے عرض کر دوں گا۔ اسکو سمجھنے کی بہت سخت ضرورت ہے مگر اللہ نے ان سے ایک وعدہ کیا کہ جب پہلی مرتبہ قوم عیسیٰ نے اللہ سے معجزہ طلب کیا اور حضرت عیسیٰ نے دعا کی:

”اللَّهُمَّ زَيِّنَا قَوْلَ عَلَيْنَا مَا نَدْفَعُ مِنَ الشَّيْءِ تَكُونُ لَنَا عِيَالًا وَلَنَا وَاحِدًا“ (ماائدہ ۵: ۱۱۳)
(اے اللہ ہم سب کے پالنے والے! تاہم پر خوان آسمان سے بن جائے ہم سب کیلئے خوشی کا دن ہمارے انگلوں کیلئے بھی اور پچھلوں کیلئے بھی اور ایک نئی تیری طرف سے اور تو رزق دے ہمیں اور شوب سے بہتر روزی دینے والا ہے)

تمام حواریوں نے request کی کہ اے نبی اللہ اگر آج آپ ہمیں آسمان سے اتر اہوا کھا کھلا دو تو ہمارے دل مضبوط ہوں، ہمارے ایمان بہتر ہوں پھر ہم آپ کو ماننے میں بلکہ خدا کو ماننے میں کبھی کوتاہی نہیں کریں گے۔ اللہ نے کہا:

”ٹھیک ہے۔ اے عیسیٰ! ہم ایسا کر دیں گے، کھانا ان پر اتاریں گے مگر پھر بھی یہ ہمارے ساتھ مکر فریب کریں گے۔ پھر بھی ہماری ذات میں شریک کریں گے۔ پھر بھی یہ کفر و شرک کو پیش کرے گا تو ان کو ایک بات سنا دو کہ ہم زمین پر ان کے ہاتھوں انکو ایسا عذاب دیں گے کہ یہ مدتوں یاد رکھیں گے۔“

دو عذاب تو گزر گئے۔ خواتین و حضرات! ایک جب عظیم آواز کا اور ایک جب عظیم دھماکا..... اگر آپ جنگوں کی تاریخ پر غور کرو تو پہلی جب عظیم سے لے کر اب تک ہمیشہ جنگوں کی بنیاد، عالمی جنگوں کی بنیاد انہی کے ہاتھ سے شروع ہوئی ہے اور انہی کے ہاتھ پر ختم ہوئی ہے اور یہ تیسری مرتبہ مکمل تباہی کو بڑھ رہے ہیں اور خدا عہد کریم نے ان کا حساب لکھا ہے مگر حضرت عیسیٰ کو ایک بنا رہا تھا۔ یہ یاد رکھئے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں یہودی ان کو جادوگر کہتے تھے اور ان پر الزام ہی جادوگری کا تھا۔ اسی طرح چند ایک لوگوں کے سوا عیسیٰ کو کوئی بھی نہیں مانتا تھا۔ پھر یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے جناب عیسیٰ کو سوئی پر چڑھا دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچایا اور قرآن

میں اعلان کیا: ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ“ (ندان کو قتل کیا گیا، نہ صلیب دی گئی) یہاں ہمارا اور christians کا بنیادی فرق ہے۔ christians یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے عمارہ ادا کر کے ہم سب کو بخشوا لیا ہے صلیب پر چڑھ کے ہم سب کو بخشوا لیا ہے۔ ان کا یہ مستند ترین عقیدہ ہے مگر قرآن یہ کہتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کی توہین گوارا نہیں کی۔ ”وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ“ وہ دوبارہ کہتا ہے کہ نہ عیسیٰ کو قتل کیا گیا نہ ہمیں صلیب دی گئی اور بالکل قتل نہیں کیا گیا۔ یہ بات سن رکھو کہ:

”وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا“ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ (النساء ۴: ۱۵۸)

(اور ہمیں قتل کیا نہیں) نہ اے یقیناً بلکہ اٹھایا جاتا ہے اللہ نے اپنی طرف)

ہم نے انہیں اپنے پاس اٹھایا ایک حیرت انگیز معجزے کی طرح، ایک کمالِ فطرت کی طرح۔ ہم نے پہلے بھی کئی لوگ اٹھائے تھے آسمان پر، اب بھی کئی ان بیسٹ فضاؤں میں موجود ہیں جو کب سے زندہ ہیں مگر ہم نے عیسیٰ کو اسیلے اٹھایا کہ ہمارا ان سے ایک جہدہ، جاوڑہ جہدہ کیا ہے؟۔۔۔۔۔ یہ کہ:

”وَأَن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ“ (النساء ۴: ۱۵۹)

(اور کوئی ایسا نہیں ہوگا اہل کتاب سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا مسیح پر ان کی موت سے پہلے)

ہمارا وعدہ ہے عیسیٰ سے کہ اے عیسیٰ کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہوگا جو تیری موت سے پہلے تجھ پر ایمان نہیں لے کے آئے گا۔ یہ وعدہ اللہ نے عیسیٰ سے فرمایا کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں ہوگا جو تیری موت سے پہلے تجھ پر ایمان نہیں لایگا اور وہ ان پر بڑا قیامت کا دن ہوگا اور ہم ان پر ان کے گواہ ہو گئے کہ یہی وہ عیسیٰ ہیں، جن کو تم کہتے تھے کہ صلیب پر چڑھا دیا، یہی عیسیٰ ہیں جن کو تم کہتے تھے کہ قتل کئے گئے۔ یہ زندہ ہیں۔۔۔۔۔ اور واپس آئے ہیں۔۔۔۔۔ اور ان پر ایمان لانا شرط ہوگا اور یہ زمانہ آخر میں، عصرِ دجال میں ہوگا۔

عیسیٰ نے دجال کے ظہور کا تذکرہ کیا اور فرمایا:

”میں مازل ہو کر اے قتل کروں گا۔ لوگ جب اپنے شہر کو لوٹیں گے تو

یا جوتا ورجو ہر طرف سے نکل آئیں گے اور وہ جس پانی سے گزریں

گے اُسے پی جائیں گے، جس چے کو دیکھیں گے اُسے تباہ کر دیں گے، خدا

کے بندے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کریں گے۔ میں اللہ سے دعا

کروں گا اور وہ سب مرجائیں گے۔ ان کی گردنوں میں ایک ماسور نکلے گا۔۔۔۔۔ (Most probably one of the worst Virus) ان کی لاشوں سے تمام زمین بدبودار ہو جائے گی لوگ پھر مجھ سے دعا کی استدعا کریں گے۔ میں دعا کروں گا۔ اللہ آسمانوں سے بارش نازل فرمائے گا جس سے ان کی لاشیں بہہ کے سمندر میں چلی جائیں گی، بدبو ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔ زمین کھینچ کر چمڑے کی طرح دراز کر دی جائے گی، صاف، ہموار ہو کر ٹیلوں وغیرہ کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ پھر مجھے بتایا جائے گا کہ قیامت بہت قریب اور اچانک آئے گی جس طرح عالمہ عورت کے حمل کا زمانہ پورا ہو گیا ہو اور لوگ سکے انتظار میں ہوں کہ کب ولادت کا وقت آئے گا اور اسکا صحیح وقت کسی کو معلوم نہ ہو اور لوگ کہتے ہوں کہ اب ہوا، اب ہوا اور اللہ اسکی تعدیلات میں فرماتا ہے کہ ”وَهُمْ مِّنْ كُلِّ خَلْقٍ يَّنْسَلُونَ“

یہ حضرت عیسیٰ کی وہ حدیث ہے جو کم سنے میں آتی ہے۔ بس ملاحظہ فرمائیے اسے جلد دوم میں روایت کیا ہے۔

خواتین و حضرات! پوری حدیث عیسیٰ اور حدیث دجال میں حضرت مہدی کا نام نہیں آیا بلکہ کسی اور شخص کا ذکر ہوا اور یہ ”اور شخص“ جو ہیں ان کی تعریف میں ایک حدیث موجود ہے۔ یہ آپ پڑھو گے تو شاید لگے گا، یہاں آ کے مجھے بھی ایسا لگا کہ تھوڑا بہت اس کا شاید مہدی کی طرف اشارہ ہو۔ حضرت ہشام بن عمار، ولید بن مسلم، عثمان بن ابیٰ..... ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب جنگیں ہونے لگیں گی تو عجیب لوگوں میں سے ایک شخص اٹھے گا۔ عجیب

میں سے ایک ایسا مہر مشہور اٹھے گا جس کے پاس ہتھیار بھی عمدہ ہوں گے

اور اللہ اس کے ذریعے اپنے دین کی مدد فرمائے گا۔“

یہ وہ شخص ہے جو حضرت عیسیٰ کے زمانے میں اللہ کے رسول کے ساتھ ہوگا۔ یہ متفق علیہ حدیث

ہے۔ متفق علیہ حدیث اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں دو انبیا و حدیث متفق ہوں۔ بخاری ہوں،

مسلم ہوں۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

”ہم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ بھٹی ضرور تم پر غالب آئیں گے اور عادل حاکم ہونگے۔ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جز یہ معاف کریں گے۔ مال نام ہو جائے گا یہاں تک کہ کوئی اُسے قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔ اگر چاہتے ہو تو یہ آیت پر احوک دہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں جوہر نے سے پہلے بھٹی پر ایمان نہ لے آئے۔“

خواتین و حضرات! سب سے آخر میں میں آپ کو حضرت مہدی کے بارے میں علیحدہ امادیہ بھی سناؤں گا مگر پہلے اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا جو ہمیشہ ہمارے ہاں شامل رہی کہ حضرت مہدی اور جناب بھٹی کا زمانہ ایک ہے۔ اسکے بارے میں کچھ امادیہ سنانا ہوں۔ اب زمانہ آگے بڑھ رہا ہے۔ اسکے بارے میں ضرور آپ کو کچھ امادیہ سناؤں گا۔ ”حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی نہیں نکلیں گے۔ یہ یاد رکھئے گا کہ رومی کا لفظ اس وقت، تاہن اکن اقوام سیلئے استعمال ہوتا تھا۔ جن کی آنکھیں بھوری، کالی، وہلی اور رنگ گورے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں نے یورپی ممالک میں سے یہی لوگ دیکھے تھے، دہل روم دیکھے تھے، مانی کے لوگ دیکھے تھے تو سارے ہی یورپ سیلئے اس وقت ”رومی“ کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی نہیں نکلیں گے۔ شہر سے ایک لشکر ان کے مقابلے سیلئے نکلے گا اور وہ زمین کے بہترین لوگ ہونگے۔ وہ صفیں باندھ لیں گے۔ رومی کہیں گے ہمارے ان لوگوں کو جنہوں نے ہم میں سے قیدی پکڑے ہیں چھوڑ دو۔ ہم ان سے جنگ کریں گے۔ مسلمان کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم اپنی اور اپنے بھائیوں کے درمیان جگہ خالی نہیں کریں گے یعنی ہم وہ قیدی تمہارے حوالے نہیں کریں گے“ (ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ یہ تمام باتیں پوری ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔) مسلمان جنگ کریں گے۔ ایک تہائی شکست کھا کے بھاگ جائیں گے۔ اللہ ان کی پھر کبھی تو یہ قبول نہیں کرے گا۔ ایک تہائی قتل ہو جائیں گے۔ اللہ کے نزدیک وہ افضل ترین شہید ہونگے۔ ایک تہائی کو فتح

حاصل ہوئی۔ وہ قہر میں نہ ڈالے جائیں گے (مگر اس وقت کچھ لیٹ ہے۔ قطعیت پر بھی یورپ قبضہ کرے گا۔ مسلمان اسے دوبارہ حاصل کریں گے۔ ابھی وہ اس جنگ سے پیش گئے (زیتون کے درختوں کے سائے میں ابھی وہ آرام کر رہے ہو گئے کہ آواز آئے گی، شیطان انہیں آواز دے گا کہ مسیح دجال تمہارے گھروں تک آ پہنچا ہے۔ وہ نکل آئیں گے۔ یہ بات جھوٹی ہوگی۔“

ذرا حدیث کا سائل ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بھی ان کو بتایا کہ جب یہ شعلہ پھیلے گا کہ دجال تمہاری طرف آ رہا ہے تو وہ بات جھوٹی ہوگی۔ اصل میں وہ نہیں نکلا ہوا ہوگا۔

”وہ شام آئیں گے، (مسلمانوں کے لشکر پھر شام آئیں گے) کہ وہ نکل آئے گا، لڑائی کیلئے تیار ہو گئے اور صفیں باندھ لیں گے۔ جب نماز کی اقامت کہی جا رہی ہوگی تو یحییٰ بن مریم مازل ہو گئے اور ان کی امامت کرائیں گے۔ جب اللہ کا دشمن آپ کو دیکھے گا تو پھر پھیلے گا، جس طرح نمک پانی میں گھلا ہے۔ لیکن اللہ ان کے ہاتھوں اسے قتل کرائے گا۔ حضرت یحییٰ بن اس کا خون دکھائیں گے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت بھی اسی طرح کی ہے کہ:

”جب تک میراث تقسیم نہ کی جائے، نصیحت سے خوش نہ ہوا جائے۔ دشمن دہل شام کی طرف جنگ کرنے کیلئے نکلیں گے۔“

خواتین و حضرات! دیکھا آپ نے کہ شام کی جنگ کا یہ احوال ہے۔ لوگ اس وقت ایران کی جنگ کا سوچتے ہیں مگر دراصل شام کی جنگ کا یہ احوال ہے۔ دراصل عراق کی جنگ بھی فساد ہے۔ افغانستان کی جنگ بھی فساد ہے۔ یہ دونوں جنگیں فساد ہیں۔ عراق کی جنگ تو کبھی ختم نہیں ہوئی۔ حدیث کے مطابق ساری دنیا لڑنے کے ختم ہو جائے گی مگر عراق کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ چار سال تو ان کو ویسے بھی ہو گئے ہیں یہ جنگ کبھی ختم نہیں ہوئی مگر دراصل یہ دونوں فساد ہیں۔ ان دونوں جنگوں کا بہانہ بن کر اصل میں جو جنگ شروع ہوئی ہے وہ شام اور اس کے رستے سعودی عرب بچنے کی جنگ ہے کیونکہ اب دجال اپنے تمام اختیارات اسرائیل کے حوالے کرے گا اور برسوں ان کا بیان دیکھ کر میں چوٹا کہ اسرائیل نے کہا کہ ہمیں اپنے borders کا از سر نو تعین کرنا ہوگا

اور یہ جنگ شام ہی کے علاقے میں ہوئی اور اسرائیل کا اصل مقصد یثرب یا مدینہ پہنچنا ہے کہ اس جگہ سے وہ نکالے گئے تھے۔ ان کے دین کے مطابق نبی آخر الزمان نے یثرب سے نمودار ہوا ہے اور پہلے یہودی یثرب اور مدینہ میں آباد بھی اسی لئے تھے کہ وہ اس ”میں آئے وقت“ کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ ان کو آ کے ساری دنیا کی بادشاہتیں دلوائے گا مگر جب رسول اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو انہوں نے اپنی ذاتیت اور اپنے قومی تعصب کی وجہ سے ان کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا اور اب وہ دوبارہ اسی مملکت کو پیش گئے اور ضرور مدینہ جانے کی کوشش کریں گے اور یہ جنگ کیسی ہوئی؟ حدیث کے الفاظ ہیں کہ:

”دُشمن اہل شام کے ساتھ جنگ کیلئے اکٹھے ہوں گے۔ اہل اسلام اکٹھے ہوں گے۔ مسلمان اپنے لشکر میں سے فوج منتخب کریں گے جو مرام قبول کریں گے اور غالب اور کامیاب ہو کر لوٹیں گے اور وہ جنگ کریں گے اور رات ان کے درمیان مائل ہو جائے گی۔“

کوئی ایسی detail دیتا ہے خواتین و حضرات! یہ چشبین گونیاں نہیں ہیں۔ یہ تو خبریں ہیں، اصلی اور سچی

”..... رات ان کے درمیان مائل ہو جائے گی۔ مسلمان اور کافر ہر ایک غالب اپنے اپنے ڈیروں کو لوٹیں گے اور وہ جماعت ماری جائے گی اور ان میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ پھر مسلمان اپنے لشکر سے ایک فوج موت کیلئے منتخب کریں گے، وہ غالب ہو کر لوٹیں گے یا مارے جائیں گے۔ وہ جنگ کریں گے یہاں تک کہ پھر رات آ جائے گی۔ مسلمان اور کافر اپنی اپنی جگہوں کو پیش گئے اور وہ جماعت بھی ماری جائے گی۔ پھر مسلمان موت کیلئے ایک جماعت نکالیں گے کہ وہ کامیاب ہو کے واپس آئیں۔ شام تک لڑتے رہیں گے اور جب وہ واپس پیش گئے تو مسلمانوں کی وہ جماعت بھی ختم ہو چکی ہوگی۔ جب چوتھا دن ہو گا تو سبھی مسلمان ان کی طرف نکل کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ عار کو شکست دے گا۔ وہ اس طرح لڑیں گے کہ اس جیسا لڑنا نہیں دیکھا گیا۔ پرندہ ان کی جانب سے اڑ کر گزرا چاہے گا تو چچھا چھوڑنے سے پہلے مر جائے گا۔ ایک باپ کے

بچوں کو گنا جائے گا تو سو میں سے ایک بچے کا۔ قیمت کے ساتھ کون خوش ہوگا اور کون میراث تقسیم کی جائے گی کہ یہ سعادت مند ہو گئے اور وہ اس سے بھی بڑی جنگ کے حلقہ میں گئے۔ مسلمانوں کو آواز سنائی دے گی کہ اہل و عیال میں دجال آچکا ہے۔“

خواتین و حضرات! The policy is very simple that the muslims will conquer the Israil. پرستاروں کو، سرپرستوں کو ملے گی تو وہ باہر نکلیں گے اور ان کے ہاتھ میں اتنی power ہوگی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

”دجال کے حالات سے مطلع ہونے کیلئے دس سواری بھیج جائیں گے۔ میں ان کے نام پانچ ہوں۔ ان کے باپ دادوں کے نام بھی اور ان کی سواریوں کے رنگ بھی پانچ ہوں۔ وہ روئے زمین کے بہترین سواریوں گے۔“ روایت کیا اس کو مسلم نے۔“

حضرت مہدی کی حدیث قوی دیر کے بعد میں آپ کو سناؤں گا کیونکہ سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اس جنگ کو دیکھیں جو آنے والی ہے، جو بہت قریب ہے، جو ہمارے دردل پر دستک دے رہی ہے۔ ان ساری مادیت میں آپ ایک بات دیکھیں گے کہ مسلمانوں میں مہدی کا نام نہیں لیا گیا جبکہ دوسری مادیت میں مہدی کا نام لیا گیا ہے۔

حضرت ابیہد بن الجراح فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”نوح کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جس نے اپنی قوم کو دجال کے فتنے سے نہ ڈرایا ہو اور میں بھی تمہیں اس سے ڈراتا ہوں۔“

یہ جواب اچھی ہے۔ یہ جو ذکر دجال ہے یہ مغرور نہیں ہے بلکہ یہ انسانوں پر خدا کی طرف سے اتنی بڑی آزمائش ہے کہ انبیاء کو لازم تھا کہ اس کا ذکر اپنی امتوں سے کرتے ہوئے جائیں۔ حضرت اسی عمرؓ سے روایت ہے کہ:

”میں تم لوگوں کو اس سے ڈراتا ہوں جس سے مجھ سے پہلے انبیاء ڈرایا کرتے تھے نوح کے زمانے سے۔ مگر ایک بات تمہیں ایسی بتاؤں گا جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ تم جانتے ہو کہ وہ کلام ہے“ (اس کیلئے

حدیث میں لفظ ”اغور“ استعمال ہوا ہے۔ ”اغور“ کے دوسرے معنی ہیں بد بخت، خبیث اور کمینہ کہ یہ جو دشمن ہے۔ (یہ کاٹا ہے، اور تمہارا رب تو کاٹا نہیں ہو سکتا اور یہ دجال شرور ایسا ہے۔)

عمر بن ثابت انصاریؓ نے بعض صحابہ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا، آپ ﷺ نے لوگوں کو دجال کے فتنے سے ڈراتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ:

”تم جانتے ہو کہ اللہ کو اپنی زندگی میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ تو اس دجال کی پیٹانی پر کھڑے ہو جاؤ گا۔ لوگ جو اس سے بھاگ رہے تھے وہی یہ لفظ پڑھ سکیں گے۔“

یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ جو لوگ اس سے بھاگ رہے تھے وہی اسکو پہچن سکیں گے کہ یہ کیا ہے۔ فرمایا ابو ہریرہؓ نے کہ:

”ایمان یعنی ہے“

یعنی نرم خو لوگوں کا ایمان، ایمان ہوتا ہے اور کفر مثل سخت گیری کے ہے۔ یعنی سخت گیر لوگ نکار کرتے ہیں۔ صاحب تسکین نرم خو ہوتے ہیں۔

”بکری والوں کیلئے سکون اور اطمینان ہے۔ اونٹ اور گھوڑے والوں میں تکبر، غرور اور سخت گیری پائی جاتی ہے۔ جب دجال حد کے پیچھے پہنچے گا تو فرشتے اس کا رخ شام کی طرف موڑیں دیں گے جہاں وہ ہلاک ہوگا۔“

یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلی رائے جو حضور ﷺ نے دی۔۔۔ وہ انسانوں کی inner psychi کے بارے میں ہے اور ساتھ ہی میں دجال کے بارے میں بتایا۔ حضرت مجمع بن جابر یہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”حضرت یحییٰ دجال کو باب ”مد“ کے پاس قتل کریں گے۔ حضرت امیر ابن حصین، جابر بن عبد اللہ، ابوہریرہ، عثمان بن عمرو، شمرہ بن جندب، نماس بن سمان، عمرو بن عوف، حذیفہ بن یمان، سے یہ حدیث مروی ہے اور ”حسن صحیح“ ہے۔ اور یہ ایک خوشخبری اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور ﷺ کے ذریعے ہم کو دی اور یہ ”عجزہ“ ہے۔ یہ حدیث ”عجزہ“ ہے۔ خواتین و حضرات! Frankly telling you اسلئے کہ اس حدیث میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ یہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد کی ہیں اور ان میں سے تین پوری

ہو چکی ہیں اور ایک رشتی ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت نہ کاٹم ہوگی یہاں تک کہ نصاریٰ کا لشکر ”اعناق“ میں نہ اترے گا اور میں نے چار باتیں یاد کیں۔ آپ ﷺ نے میرے ہاتھ میں گنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے تم جزیرہ عرب کے کافروں سے جہاد کرو گے، اللہ فتح دے گا۔ پھر ایران سے جہاد کرو گے، اللہ فتح دے گا۔ پھر دجال نصاریٰ سے لڑو گے، کفر والوں سے، اللہ ان پر بھی فتح دے گا۔ پھر دجال سے لڑو گے، اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔“

خواتین و حضرات! اس میں پہلی ساری باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ مسلمانوں نے ایران فتح کیا۔ مسلمانوں نے روم فتح کیا اور Eastern Empire فتح ہو گئی۔ امتیختر فتح ہوا، اطالیہ فتح ہوا، اجنادین فتح ہوا، یرموک فتح ہوا۔ یہ تمام علاقے حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کے ہاتھوں، حضرت عمر فاروقؓ کے زمانوں میں فتح ہوئے۔ ایران حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں فتح ہوا۔ مدائن کی فتح کے ساتھ ساتھ ایرانیوں کا آخر بادشاہ ”یزدگرد“ گرفتار ہوا اور ساسانیوں کی حکومت ختم ہوئی اور تب سے لے کر اب تک ایران میں مسلمانوں کا غلبہ ہے اور وہاں مسلمان بستے ہیں اور اب صرف ایک بات رہ گئی ہے اور وہ دجال ہے اور رب کعبہ کی قسم! یہ ضرور پوری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی فتح کر دے گا۔ مانع نے کہا اس وقت کے اصحاب..... حضرت بنی سادق! ہم سمجھتے ہیں کہ دجال اس کے بعد نکلے گا جب روم کا ملک فتح ہوگا۔ روم کی فتح کو تو اب ایک ہزار سال گزر گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ..... اسی لیے اصحاب کا خیال یہ تھا کہ دجال شاید روم کی فتح کے بعد نکلے گا۔ یہ وقت اللہ کے پاس محفوظ ہے۔

خواتین و حضرات! ساری زندگی میں ترجیحات کی بات کرتا رہا یہ نیا کلف، نئی بات نہیں۔ میرا خیال یہ تھا کہ میں پورے اسلام کو صرف اسکی ترجیحات کے کلف کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں۔ جب مسلمان کی ترجیح اول اللہ نہ رہے گا، اسکے رسول ﷺ نہ رہیں گے تو اس کا دین بھی نہیں رہے گا۔ جب اسکی accountability خدا کو نہیں جائے گی تو پاکستان کو بھی نہیں جاسکتی۔ کسی چیز کو نہیں جاسکتی۔ جو مسلمان اپنی زندگیوں اور امور میں خدا کو جواب دہ نہیں ہیں۔ بڑی مدتوں کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث نے سکون دیا۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم لوگ میرے بعد ناجائز ترجیحات اور ناپسندیدہ امور پاؤ گے۔“ تو فرمایا: ”اس وقت ہمارے بارے میں کیا حکم ہے یا رسول اللہ ﷺ!“ فرمایا: ”اطاعت کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔“

یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔ اب دجال کے نکلنے کی ذرا جگہ کچھ لیجئے۔ نصر بن خلیل، محمد بن بشار، محمد بن ثنی، ابو بن عبادہ، سعید بن ابی حرب، ابوطیار، مضمرہ بن سلیم، عمرو بن حارث اور ابوبکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”دجال شرق کے ایک ملک سے ظاہر ہوگا جس کا نام خراسان ہے۔“ (خواتین و حضرات! افغانستان، ایران کا وہ علاقہ ہے جسے پہلے خراسان کہتے تھے۔ یہ سارا علاقہ خراسان کا ہے اور سب سے پہلے دجال خراسان سے ہی نمودار ہوا ہے۔) ”اسکے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے۔“ (یہ بڑے پتے کی بات ہے) جن کے چہرے چنپے ہوئے گویا وہ ڈھالے ہوئے ہیں۔“

اگر آپ Northern Alliance (شمالی اتحاد) کے زیادہ تر لوگ دیکھو تو آپ کو اس حدیث پر بالکل سو فیصد یقین ہو جائے گا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، particularly جو tribes کے ساتھ ہیں ان کے چہرے بالکل ایسے ہی ہیں گویا کہ وہ ڈھالیں ہیں، چپے ہوئے، گوشت سے پُر۔۔۔۔۔ یہ حدیث بھی پوری ہوئی۔

خواتین و حضرات! اب ذرا تھوڑا سا میں آپ کو حضرت مہدیؑ پر معلومات دوں۔ بعد میں پھر آخری وقت پر آئیں گے کہ حضرت مہدیؑ کے بارے میں کیا ارشاد ہے محمد بن یحییٰ، محمد بن یوسف، عبدالرزاق، خالد، ابوطیالہ، ابواسامہ اور ثوبان کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تمہارے ایک خزانے کے پاس تین خلفاء کے جیسے قتل کر دیئے جائیں گے لیکن ان میں سے کسی کو بھی وہ خزانہ میسر نہ ہوگا۔ اسکے بعد شرق سے سیاہستان نمودار ہوں گے وہاں نہیں ایسا قتل کریں گے کہ اس سے پہلے کسی کو نہ کیا ہوگا اسکے بعد اللہ کا خلیفہ مہدیؑ ظاہر ہوگا۔ جب تم اسے ظاہر ہونا دیکھو تو گھٹنوں کے بل برف پر گھسٹ کر بھی جانا ہو تو اس کی بیعت کر لینا کیونکہ وہ مہدیؑ خدا کا خلیفہ ہے۔“

عثمان بن ابی شیبہ، ابو داؤد العربی، نسائی، ابی نعیم، ابی محمد اور حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”مہدی ہم میں سے یعنی اہل بیعت میں سے ہو گا۔ اللہ ایک ہی رات
 میں ان میں کفر کے خلاف مہدیت کی صلاحیت پیدا فرما دے گا۔“

ابو بکر احمد بن عبدالحکیم، ابی السیب سے بیان فرماتے ہیں کہ ہم ام سلمہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم میں مہدی کا تذکرہ شروع ہوا۔ ام سلمہؓ نے فرمایا: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے۔“ سعید بن عبد الولید، بن جعفر بن علی بن زیاد بن یمان، مکرمہ بن عباس، اسحاق بن عبد اللہ نسائی کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ یہ جنت کے سردار ہیں یعنی میں، جبریل، علی، حسن، حسین، اور مہدی۔“

یہ عبد اللہ بن حارث کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”کچھ لوگ شرق کی جانب سے ہو گئے جو مہدی کی حکومت کو مستحکم کریں گے۔“

ابو بکر حسین ابن علیؑ فرماتے ہیں، عتبہ بن ابی وقاص کا بیان ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یہ پرانی حدیث کی repetition ہے کہ تم اہل عرب سے جنگ کرو گے، اللہ فتح عطا فرمائے گا۔ پھر تم رومیوں سے جنگ کرو گے۔ اس پر بھی جہیں فتح ہوگی۔ پھر تم دجال سے جنگ کرو گے۔ اللہ اس جنگ میں بھی جہیں فتح عطا فرمائے گا۔ اگر آپؐ غور کرو تو تمام دجال کی احادیث میں کسی میں بھی مہدی کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت مہدی کا ذکر بالکل جدا اسی ضمن میں آتا ہے کہ جو حضرت یحییٰؑ سے منسلک ہو۔ یہ ان کے زمانے سے پہلے کی نہیں یہ ان کے زمانے کے بعد کی بات ہے، کیونکہ دجال کا ذکر اتنی کثرت سے آیا ہے اور حضرت یحییٰؑ کا ذکر اتنی کثرت سے آیا ہے کہ ان تمام احادیث میں ایک مرتبہ یہ mention نہیں ہوا ہے کہ مسلمانوں کے امام اس وقت مہدی ہو گئے۔

ثماری بن سعید، عبد اللہ بن بشر کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بڑی لڑائی اور قحطیہ کی فتح کے درمیان چوبیس کا وقفہ ہے اور دجال کا

ظہور ساتویں سال میں ہو گا“

اگر آپؐ غور کرو تو آپؐ سال گن سکتے ہو۔ جب سے یہ جنگیں شروع ہوئی ہیں اور کتنا عرصہ مزید

لگے گا۔ جناب امیر مہدی کیلئے اگر آپ کو ان میں سے کوئی تھوڑی سی مطابقت نظر آئے تو آپ مجھے ضرور بتائیے گا کیونکہ مہدی کی حدیث میں حضرت یحییٰ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی حضرت یحییٰ کی احادیث میں مہدی کا ذکر ہے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ:

”ماورائہم سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جس کو حارث الحراثت کہیں گے جس کے مقدمہ لشکر پر ایک آدمی ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ وہ اہل بیت کو اسی طرح ٹھکانہ دے گا جس طرح قریش نے رسول اللہ ﷺ کو ٹھکانہ دیا۔ تمام مسلمانوں کو اس کی مدد کرنا واجب ہوگا۔“

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ایسی قوم سے جنگ نہ لڑو گے جن کی جوتیاں بالوں کی ہوگی اور یہاں تک کہ تم ترکوں سے لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی ہوگی اور چہرے سرخ ہوتے۔“

خواتین و حضرات! یہ پیشین گوئیاں تو ہیں نہیں، یہ ان واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جب ۲۲ ریوں سے، منگولوں سے اور چنگیز خانیوں سے مسلمانوں کی جنگیں ہوں گی۔ مسلمان بہت برباد ہوئے حتیٰ کہ بالآخر عین جالوت میں یہ تمام منگول سلطان رکن الدین بیکس، ابن جیہ اور سلطان علاؤ الدین کے ہاتھوں مر گئے۔ اس جنگ کو Decisive battle of the history کہتے ہیں جس میں بالآخر مسلمانوں نے پورا منگول تسلط توڑ دیا اور اسکے بعد منگول مسلمان ہوا شروع ہو گئے اور اسی پر اقبال نے مصرعہ لکھا کہ:

سپاہان مل گئے کعبہ کو ضامنانے میں

اور یہ مصرعہ ہے جو اقبال نے اس معرکہ جالوت کے reference سے لکھا کہ جب منگولوں کو اس معرکہ میں شکست ہوئی۔ اس میدان کو Eye of the life بھی کہتے ہیں۔ اسی میدان میں حضرت داؤدؑ نے جالوت کو مارا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم عجیوں سے کرو اور کرمان کے علاقوں میں جنگ نہ کرو گے جن کے چہرے سرخ، ماک چنے اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوگی ان کی جوتیاں بالوں کی ہوگی عمر بن قنفل

سے مروی ہے کہ ان کے چہرے چوڑے چٹکے ہیں۔“

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ نہ کریں گے اور مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے۔ اگر یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا تو وہ درخت یا پتھر کہے گا کہ ”اے مسلمان، اللہ کے بندے! میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہے، اسے قتل کر دے، البتہ غرقہ کا درخت یہ نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔“

خواتین و حضرات! میرا خیال ہے کہ اگر یہودیوں کو یہ حدیث پہنچے تو وہ ”غرقہ“ کے درخت کو ضرور گمانیں گے اور اس کے پیچھے چھپیں گے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”میرے بعد ایک فتنہ ظاہر ہوگا جو عربوں کے ہر کمر میں داخل ہوگا۔ پھر تمہارے مسلمانوں اور ولایتوں اور یہودیوں کے درمیان ایک مسلح ہوگی اور وہ پابندی نہیں کریں گے اور اتنی جھنڈوں کا لشکر لے کے ان پر چڑھائی کریں گے۔ ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار عرب ہوں گے۔“

عبداللہ بن مصعب نے فرمایا:

”جبکہ عظیم دہم اور قحطی کی فتح کے درمیان چوبیس کا فاصلہ ہے۔ ساتویں سال دجال نکلے گا۔“

تھوڑا سا عرصہ گزرا ہے۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ فرات سونے کے خزانے سے دھل جائے گا۔ جو شخص وہاں موجود ہو، وہ نہ رہے۔“

آپ کو پتہ ہے کہ وہ تیل black gold کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت نہ آئے گی کہ تجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصرہ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہوگی۔ یہ متفق علیہ ہے۔“

شاید اس میں کچھ وقت باقی ہے۔ اب آپ دجال کی سیئے! یہ مہدی سے بالکل الگ ذکر ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے:

”مہدی مجھ سے روشن بیٹائی، بلند بنی (ماک) والا ہوگا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے کہ اس سے پہلے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔ سات برس تک زمین پر حکومت کریں گے (اور اسی پر روایت ہے) دو اور برس نو برس ہوگی۔“

حضرت مہدی کی حکومت سات سے نو برس ہے۔ ان کی سخاوت کی عادت کے بارے میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ ”ایک آدمی اس کے پاس آئے گا کہ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے، اسکو وہ کپڑے میں سامان بھر کر دیں گے کہ وہ اسکو اٹھا نہیں سکے گا۔“ یہ مہدی کی ایک صفت تھی جو بیان کی گئی۔ وہ انتہائی فیاض ہونگے حسود ﷺ کی طرح۔۔۔ اب یہ مہدی کا ذکر جو چل رہا ہے یہ بالکل علیحدہ ہے۔ اس کا ذکر جو ہے وہ دجال کے ذکر کے ساتھ نہیں آ رہا۔ کہیں کسی حدیث میں بھی ایک جگہ سی اس بات کی نشاندہی نہیں ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کا زمانا ایک ہے۔ یہ غلطالعام ہے۔ ان کو اس analysis کا پتہ نہیں چلا کہ یہ دو علیحدہ علیحدہ زمانے ہیں نہ کہ ایک۔۔۔ They are two حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایک خلیفہ کے مرنے پر اختلاف ہوگا۔ اہل مدینہ کا ایک شخص بھاگ کر کہ جائے گا۔ اہل مکہ اس کے پاس آئیں گے، وہ اسکو نکالیں گے جبکہ اسکو مکہ وہ سمجھتا ہوگا۔ رکن اور مقام کے درمیان اس کے ہاتھ میں بیعت کریں گے۔ شام سے ایک لشکر اس کی طرف بھیجا جائے گا مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بینا میں اسکو دھنسا دیا جائے گا۔ جس وقت شام کے لوگ اس بات کو دیکھیں گے اور اہل ایلہ کے گروہ اس پاس آئیں گے اور ان کے ہاتھ میں بیعت کریں گے۔ پھر قریش کا ایک آدمی ظاہر ہوگا۔ وہ اہل طرف اپنا لشکر بھیجے گا۔ مہدی اس پر غالب آئیں گے۔ یہ مذکور لشکر قبیلہ بنو کلب کا قتل ہوگا۔ مہدی لوگوں میں سجد نبوی ﷺ کے مطابق عمل کریں گے فتح اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا۔ سات سال تک رہیں گے پھر فوت ہو جائیں گے مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔“

خواتین و حضرات! اتنا exactitude حدیث میں ہی ہو سکتا ہے۔ دیکھنے والے کی

آنکھ میں سی ہو سکتا ہے۔ مشاہدہ کرنے والے کے پاس ہی ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی ”جین ڈکس“ نہیں ہے یہ کوئی ”نوسٹریٹس“ نہیں ہے۔ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے:

”جب تم سیاہ جھنڈے دیکھو کہ فراسان سے نکل آئے ہیں تو ان کے پاس آؤ کیونکہ ان میں اللہ کا خلیفہ مہدی موجود ہوگا۔“

اب آپ خود غور کر لیجئے کہ دجال، حضرت عیسیٰؑ کی روایات اور مہدی کی روایات میں بہت فرق ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا:

”میں تمہیں دجال کے حلق ایسی خبر دوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دی۔ نہ صرف یہ کہ وہ کاف ہے اس کے ساتھ جنت اور آگ کی مثالیں ہوں گی۔ جس کو وہ جنت کہے گا وہ آگ ہوگی اور جس کو اس سے ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔“

یعنی جو آثار وہ دے گا، اگر غور کرو تو آج کوئی شخص ایسا نہیں جو یورپ کی زندگی جنت نہ قرار دے۔ جس بے چینی، بے قراری اور جس جلدی سے ہم لوگ ادھر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں کم از کم میرا تجربہ یہ ہے کہ سوئس سے نٹالوے بندہ اس جنت کی آرزو کر رہا ہے اور بھاگنے کو جا رہا ہے مگر وہ جنت جو ہمارے دراصل روشنی نہیں، آگ ہے اور جو اس میں پڑیں گے کبھی نہیں نکل سکیں گے اور یہ حالت جو آپ پر ہے بھوک کی، تشنگی کی، افلاس کی، یہ دراصل جنت ہے۔ اگر آپ اس کو برداشت کر لو تو اس کا انعام و اکرام ملے گا۔

”دجال کے پاس پانی اور آگ ہوگی۔ جس کو لوگ پانی دیکھیں گے وہ آگ ہوگی اور بلائے گی اور جس کو آگ دیکھ رہے ہوں گے وہ شیریں ٹھنڈا پانی ہوگا (یعنی جو اس کے کھڑا اب اور اس کے تہہ اور اس کی مصیبت میں پڑے گا وہ نیک ہوگا اور جو اسکی حمایت کرے گا وہ اس سے محبت رکھے گا۔ (یہ متفق علیہ حدیث ہے۔) ”دجال کے بال کثرت سے ہوں گے۔“ (آج تک بھی رہے ہیں بڑے بڑے لمبے بال) ”اس کے ساتھ جنت اور آگ ہوگی۔ آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ۔“

فرمایا:

”دجال شرق سے آئے گا۔ مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا۔ آحد

کے پیچھے اترے گا۔ فرشتے اس کا منہ تمام کی طرف کر دیں گے۔ وہاں ہلاک ہو گا۔ وہ کبھی مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔“

ان محسوس کے قدم مدینہ میں نہیں پڑ سکتے کیونکہ خدا جیہوں سے تو اتنی محبت نہیں کرنا مگر لوگوں سے بے حد محبت کرنا ہے۔ پھر اپنے رسول ﷺ سے بڑھ کر کس سے محبت کرنا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمایا کہ:

”مدینہ میں مسیح دجال کا منہ داخل نہ ہو سکے گا۔ اس زمانے میں اس کے سات دروازے ہو گئے اور ہر دروازے پر فرشتے مقرر ہو گئے۔ اس کا رخ شام کو پلٹا نہیں گئے۔“

حضرت اسماعیلؓ بن قیس نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا (کیا آپ کو پتہ ہے کہ جب حضور ﷺ کسی گھر میں جاتے تھے تو اس زمانے میں ان خواتین کو بھی شوق ہوتا تھا حضور ﷺ کی امداد سے سننے کا اثر ملتا تھا۔)

”میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ دجال زمین میں چالیس برس تک ٹھہرے گا۔ سال مہینہ کا ہو گا۔ مہینہ جمعہ کے دن کی مانند ہو گا اور دن نکلے کے آگے میں چلنے کی مانند ہوں گے۔“

کیا خوبصورت استعارہ ہے! Time will be passing so rapidly اتنی جلدی وقت گزر رہا ہو گا..... پھر سنیں گے! ماشاء اللہ ایک عورت کا بیان ہے۔ ذرا اچھی طرح سنیں گے کہ دجال زمین میں چالیس برس تک ٹھہرے گا۔ سال مہینہ کا ہو گا۔ مہینہ جمعہ کے دن کی مانند ہو گا اور دن نکلے کے آگے میں چلنے کی مانند ہو گا۔ It's a beautifull کیا خوبصورت استعارہ ہے.....!

خواتین و حضرات! تھوڑی سی ایک بات سنیں! جس میں دیکھیں کہ ہندوستان کا حصہ کہاں بنتا ہے۔ میں اس کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بڑے دورا ذکر ہیں کہ ہند، پاکستان پر حملہ کرے گا۔ یہ ”شاہ نعمت اللہ ولی“ لکھتے ہیں۔ اس کا خلاصہ میں آپ سے بیان کرتا ہوں:

”ایک بڑا اسلامی شہر اس میں تباہ ہو جائے گا۔ پاکستان میں ”ع“ سے شروع ہونے والا ایک شخص حکمران بنے گا۔ جہاد کا پختہ ارادہ رکھے گا۔“

(یہ شاہ نعمت اللہ ولی نے کہا) ساتھ ہی وہ جو اللہ کی طرف سے صاحب

کتاب کا دہرہ رکھتا ہو گا وہ اپنی کھوار بے نیام کرے گا۔ محرم میں جوانی حمل ہو گا۔ تمام ہند فتح ہو جائے گا۔“

اب اسکے بارے میں میں آپ کو کچھ احادیث سنا چاہتا ہوں تاکہ جو آپ پاکستان کے بارے میں زیادہ ڈر رہے ہو، اس کے بارے میں کچھ احادیث سنا سکیں۔ پاکستان امریکہ کے ایٹموں سے نہیں مرنے والا..... بس اتنا یاد رکھنا.....!

”وہاں خراسان سے خروج کے بعد عراق، شام اور مصر پر، پابندیاں لگائے گا اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ (عراق و شام کے درمیان کر دہرہ آ کر نکلے گا اور انہیں بائیں فساد پھیلائے گا۔“

حضرت ثوبانؓ رسول اللہ ﷺ کے آزا کردہ غلام ہیں فرمایا:

”میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں جن کو اللہ نے آگ سے محفوظ کر دیا۔ ایک وہ جو ہند سے جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو یحییٰ بن مریم کے ساتھ ہوگی۔“

ایک وہ جماعت ہوگی جو ہند سے جہاد کرے گی یعنی پاکستان۔ جب اس سے فارغ ہو گئے تو یحییٰ ابن مریم کا ساتھ دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے۔ یہ جو حدیث میں آپ کو سنار ہا ہوں یہ سنائی، مسند احمد، مسند طرانی میں صحیح حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ:

”غزوہ ہند اگر میرے زمانے میں ہوئی تو میں اپنی جان اور مال اس میں خرچ کروں گا (یہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا) اگر مارا گیا تو سب سے افضل شہداء میں سے ہو گا و اگر زندہ رہا تو میں جہنم سے آزاد کر دیا جاؤں گا۔“

یہ ایسی غزوہ ہند کی بات ہے۔ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہند کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”تمہارا لشکر ہند سے جہاد کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا حتیٰ کہ یہ لشکر اہل ہند کے بادشاہوں کو خوف و سلاسل میں جکڑے گا۔ اللہ اس لشکر کے گناہوں کو معاف فرمائے گا، جب یہ لوٹیں گے تو شام میں ابن

مریم کو پائیں گے۔ یعنی یہی لشکرِ مریم کا ساتھ دے گا اور آگے
بڑھے گا۔

خواتین و حضرات! یہ تمام احادیث میں نے آپکو وضاحت سے اس لئے بیان کیں
کہ ایک تاثر جو ذہن میں ہے وہ واضح ہو جائے۔ سب سے بہتر بات میرے خیال میں یہ ہوتی
ہے کہ آپ کو کئی سنائی باتیں نہ بتاؤں۔ یہ تمام احادیث جو میں نے آپ کو سنائیں ان میں سے ہر
ایک حدیث میں ایک سنہ مکمل موجود ہے کہ آپ کو کوئی سنی سنائی یا روایتی بات نہ بتاؤں بلکہ حقیقی
اسناد سے آشنا کروں اور جو لوگ بھی حدیث کے اور ”باب الغی“ کے منکر ہیں اور بڑے لوگوں
نے اس قسم کی احادیث بھی لکھی ہیں۔ جب قرآن ہی کو local ٹھہرایا جا رہا ہو تو پھر حدیث کی کیا
ضرورت ہو سکتی ہے۔ آپ خود غور کرو کہ کیسے کیسے عالم اور فاضل یہاں پر موجود ہیں حالانکہ آپ
یقین پانینے کہ دنیا قرآن کے مطابق بنی ہے حالات جتنے بھی پیدا ہوئے قرآن کے مطابق
ہوئے۔ آپ نے غور کیا ہو تو ”حسن“ قرآن کی ایک آیت سیلے ہوئی۔ ”ہز“ ایک آیت سیلے
ہوئی ”احد“ ایک آیت سیلے ہوئی۔ زمانہ قرآن کے مطابق جا رہا ہے قرآن ختم ہو گیا تو زمانہ بھی
آگے نہیں چلے گا۔ خدا کہتا ہے کہ میں جس نے اول کائنات پیدا کی اور میں جس نے آخر
کائنات بنا کر کتاب میں رکھ دی تمہارا کیا خیال ہے کہ میں سچ کی چیزوں کو نہیں جانتا تمہارا خیال
یہ ہے کہ میں درمیان سے فاضل ہوں۔ مگر خواتین و حضرات ان سب باتوں کو سنانے کا بنیادی
مقصد یہی تھا جو ابھی میں نے حدیث رسول ﷺ آپ کو سنائی تھی کہ جب تک ہماری ترجیحات
درست نہیں ہوگی۔ بقول پروردگار عالم کے:

”تم پلٹ آؤ گے میں پلٹ آؤں گا، تم لوٹ جاؤ گے میں لوٹ جاؤں گا۔“

اس لیے کہ لَا تَبْدِيلَ لِلْكَلِمَةِ اللَّهُ

ہم پر فرض بنتا ہے کہ مسلمان ہونے کے معاملے سے، آرزوئے مہدی کے معاملے سے
اور یہ بھی میں آپکو بتا دوں کہ اگر آپ مہدی کو دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو حضرت علیؑ کا قول یاد
کرنا ہو گا کہ جو لوگ مہدی کو ملنا چاہتے ہیں تو مہدی اس طرح تو نہیں آئیں گے بلکہ مہدی تو اس
وقت آئیں گے جب تمہاری حالت اس نئی نوعی دہن کی طرح نہ ہوگی جو پہلی شب اپنے خاوند کا
انتظار کر رہی ہوگی۔ اسکو نہیں پتہ ہو گا کہ وہ ظالم ہے یا اچھا ہے، وہ گزرا کر خدا سے دعا مانگ رہی
ہوگی کہ یا اللہ میرے گھر کا جو مالک ہے وہ میرے حق میں اچھا نکلے، جب تمہارے دل میں ایسی

خواہش پیدا ہوئی، تو مہدی جن کا آپ انتظار کر رہے ہو ضرور آپ کے بچے میں ہونگے۔
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

سوال و جواب

سوال: کیا یہ سچ ہے کہ آپ اللہ سے باتیں کرتے ہیں؟
جواب: میرا خیال یہ ہے کہ گردشِ بلا میں خدا ہی سے باتیں کرنی چاہئیں۔ قرآن حکیم میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

”أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ“

(کون ہے جو اضطرار میں مضطر کی دعا سنتا ہے)

”وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ“

(اور کون ہے جو برائی کی گرجیں کو حل بنا دے اور تمہیں زمین پر حکومت عطا کرتا ہے)

”إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ“

(کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے)

مگر آگے دیکھیں کہ وہ کیا گلہ کرتا ہے۔

”قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ“

(تم مجھ سے باتیں کم کرتے ہو۔ تم میرا ذکر ہی کم کرتے ہو۔ تم مجھ سے کم نصیحت پکارتے ہو۔۔۔۔۔) تو میرا خیال ہے کہ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہر آدمی اس سے ضرور باتیں کرے اور وہ ان سے باتیں کرے۔ ”فَإِذْ يُكَلِّمُ الْإِنْسَانَ إِذْ يُكَلِّمُهُ“ اس کا وہ یہ ہے کہ جو مجھ سے باتیں کرے گا، جو مجھے یاد کرے گا میں اسے یاد کروں گا۔ ”وَأَشْكُرْ وَلِيَّكَ وَلَا تَكْفُرْ“ شرط یہ ہے کہ جب تم گردشِ بلا و مصیبت میں پڑو تو یہ نہ ہو کہ تم کسی اور سے باتیں کرو، کسی اور کو پکارو، کسی اور سے مدد طلب کرو۔

میرا خیال یہ ہے کہ اللہ کو ہم سے باتیں کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ کچھ باتیں اس نے قرآن میں کہہ دیں اور کچھ personal اور کچھ بڑی private باتیں ہوتی ہیں جو صرف اللہ ہی سے share کی جاتی ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ اس سے بڑا کوئی محرم راز ہو اور وہ کسی کی رسوائی کو پسند نہیں کرتا۔ یہ حدیثِ قدسی ہے کہ ایک شخص کو اللہ میاں قیامت میں کہے گا: ”تو نے فلاں دن کوئی خطا کی تھی۔ تو نے چھپائی، میں نے چھپائی۔ تو نے فلاں دن یہ گناہ کیا تھا۔ تو نے چھپایا، میں نے چھپایا۔“ مگر اس خطا کا کیا کرو گے جس کا اشتہار تم نے خود دیا ہوا ہے، میرا تو خیال ہے کہ خدا سے باتیں کئے بغیر انسان پورا انسان ہی نہیں بنتا۔

سوال: Imam Mehdi will arrive in which year? (امام مہدی کی سال

میں آئیں گے؟)

جواب: میں نے آپ کو ایک حدیث سنائی تھی کہ وقت جو ہے یہ اب like a pinch (چنگکی کی طرح ہے) ایک وقفے میں اتنی جلدی کے اوقات آگئے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ جس کا یہ سوال ہے وہ اپنی زندگی میں امام کو دیکھ لے۔ وہ ابھی بچہ ہی ہو گا، تو اتنی جلدی اوقات گزر رہے ہیں کہ میرا نہیں خیال کہ ہمارے پاس زیادہ وقت ہے اب غور و خوض کا۔ اب اللہ کا وقت ہے کہ وہ واقعات کو کتنی جلدی گزاتا ہے اور کتنی جلدی یہ چیزیں پیش آتی ہیں۔ میں تو بلکہ اس سال کے انجام تک یا اگلے سال کے آغاز تک ایسے events کا انتظار کر رہا ہوں۔ یقین ہے کہ وہ شاید حالات کو، زمین و آسمان کو ناسا بدل دیں۔

سوال: جب انسان پر ہر وقت نفس کا غلبہ ہو تو وہ خدا کے راستے پر کیسے چل سکتا ہے جبکہ نفس ہر حال میں خدا کے خلاف جاتا ہے؟

جواب: غلبہ ہونا اور بات ہے اور نفسانی خواہشات سے مطلوب ہونا اور بات ہے، یہ intense battle ہے جو انسان کو اپنے ساتھ لڑتی پڑتی ہے۔ اپنی instinctive perception سے لڑتی پڑتی ہے ہر اس شخص کو جو خدا کے رستے پر جاتا ہے۔ ویسے تو یورپ کے مفکر یہ کہتے ہیں کہ

Man is born free but I believe the other way, man is never born free.

بلکہ ہر انسان جو پیدا ہوتا ہے وہ کم از کم تین اثرات inherent کرتا ہے۔ ایک اُس کے genetic اثرات ہیں، دوسرے اُس کے والدین کے اثرات ہیں جو اس پر فوری اثر کرتے ہیں اور تیسرے اُس کے اپنے environmental حالات ہیں جو وہ شروع سے gain کرتا ہے اور ہر آدمی کو جس کو خدا تک پہنچنا ہے انہی اثرات سے جنگ کرنی ہوتی ہے۔

And the most difficult thing is to fight back to genetic influences and these genetic influences are so immense.

کران کو سمجھنا، ان کو جانچنا ان کو پرکھنا ایک بڑا ہی مشکل امر ہے۔

عموماً لوگ یہ کہہ کر اپنے آپ کو چمڑا لیتے ہیں We are made so تمام

لوگوں کو جو اپنی تسکین پسند آتی ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ایسے ہی بنے ہیں اور ہم ایسے ہی رہنا چاہتے ہیں مگر دراصل بات یہ ہے کہ انسان کوئی بھی ایسا نہیں بنا۔ پروردگار عالم نے قسم کھائی ہے اس بات پر کہ میں نے انسان کو ایسا نہیں بنایا جیسا انسان سمجھتا ہے کہ اگر میں غصے میں ہوں تو میں غصیلا ہی رہوں گا۔ اگر میں خدی ہوں تو خدی ہی رہوں گا بلکہ خدا نے کہا: "وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا. وَالْقَمَرُ إِذَا تَلَّهَا" کہ قسم ہے مجھے اُس سورج کی جسے میں نے جلتا ہوا چراغ بنایا اور چاند کی جو اُس کے پیچھے آتا ہے۔ "وَالنَّهَارُ إِذَا تَجَلَّىٰهَا" وہ روشن دن کی قسم کھاتا ہے۔ "وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَاهَا" اُس رات کی قسم کھاتا ہے جسے اُس نے آپ کے آرام کیلئے بنایا۔ "وَالْأَرْضُ وَمَا طَغَاهَا" اور اُس زمین کی قسم کھاتا ہے جس کو اُس نے آپ کیلئے بچھایا کہ آپ چل پھر سکیں۔ اور آخر میں قسم کھاتا ہے: "وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا" (الفصل ۹۱: ۷۱) مجھے اپنے عزت و ہلال کی قسم ہے کہ میں نے نفس انسان کو درست بنایا ہے، برابر کا بنایا ہے، مخلوق نہیں بنایا۔ اُس میں اگر میں نے 50 percent خرابی کی اہلیت رکھی ہے تو 50 percent ہی میں نے اس میں اچھی ملا جلی رکھی ہیں۔ آپ کو ان دونوں کے balance سے آگے بڑھنا ہوتا ہے اور اُس نے کہا: "فَلَا تَهِنُّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوَاهَا" میں الہام کرتا ہوں فسق و فجور۔۔۔ میں ہی الہام کرتا ہوں اس میں تقویٰ اور نکی کے خیالات۔۔۔ یہ بڑی بھول کی بات ہے کہ انسان کہے کہ میں سوچتا ہوں۔ انسان نہیں سوچتا۔ جیسے انسان کے دل میں دو لائیں گز رہی ہیں اس طرح اس کے دماغ میں بھی دو لائیں گز رہی ہیں۔ ایک میں خیالات خیر کا الہام ہوتا ہے، ایک میں خیالات شر کا الہام ہوتا ہے۔ دونوں کی طرف تقویٰ میں برابر ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ہم شروع سے ایسے اثرات لے کے نکلتے ہیں کہ ہمارے جوابی اثرات ہوتے ہیں وہ مدہم پڑ چکے ہوتے ہیں اور انسان کو دوبارہ اسی اعتقاد سے کوشش کرنی ہوتی ہے۔ جس طرح سے اللہ نے بنایا ہوتا ہے۔

"وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا" (میں نے انسان کے نفس کو درست کیا ہے) مگر انسان اُس کی درستی کیلئے کوشش نہیں کرتا اور یہ جو ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ We are made so۔ یہ انسان کی اپنی تحقیق کا جملہ ہے، We are not made so ہمیں اس نے بالکل different طریقے سے بنایا ہے۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ"

مجھے بہترین اور خوبصورت انداز سے اللہ نے بنایا، مجھے شرف و اشرف محشر المخلوقات بنایا، میں

صرف زمین کے جانوروں سے بہتر نہیں ہوں بلکہ میں یکطرفہ انسان ارواحِ مقدسہ سے بھی بہتر ہوں جن میں بادشاہی کی کوئی اہلیت نہیں ہے۔ اگر ملائکہ مجھ سے کمتر ہیں تو اسلئے نہیں کہ میں تحقیق میں ان سے بہتر ہوں بلکہ اسلئے کہ ان کے پاس کوئی 'challengable' situation نہیں ہے، کوئی 'questionable' situation نہیں ہے۔ فرشتوں کو انسانوں کا یہ چیلنج بالکل clear ہے کہ اگر تم میں اہلیت شر ہوئی۔ تو تمارے طریقہ ہم سے زیادہ شر پسند ہوتے اور یہی بات قصہء باروت و ماروت میں بھی نظر آتی ہے کہ ملائکہ جنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ دیکھو انسان کتنا بد اخلاق، بدتر اور جرائم پیشہ ہے مگر ہمیں آپ زمین پر بھیج دو تو ہم اپنے رب کی تقدیس کریں گے۔ پھر دفرشتوں کو زمین پر بھیجا گیا مگر وہ ایک دن بھی نہیں ٹال سکے۔ ”ترغیبات“ اور ”تخریص“ کی دنیا اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ انسان ہی اس سے لڑ سکتا ہے اور یہ credit ہمیں (انسان کو) ہوتا ہے۔ ہمارا یہ نفع رکھا گیا ہے کہ اصحاب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”اگر تم پر دس باتیں کہی گئی ہیں اور تم ایک بھی چھوڑ دو گے تو جواب وہ ہو گے مگر جو آخری وقت میں مسلمان آئیں گے اگر وہ دس میں سے ایک بھی بات سنا نہیں گے تو وہ نجات یافتہ ہو گئے۔“

سوال: انسان کیلئے ہر چیز، ہر کام پہلے سے طے شدہ ہے۔ وہ وہی کرنا ہے اور سوچنا ہے جو خدا چاہتا ہے تو پھر انسان اس دنیا میں کیا کرنے آیا ہے اور اس کی destiny کہاں ہے؟
جواب: destiny کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ یہ جو تماري زندگی ہے، یہ پروٹوکول ہے جو ایک important حقوق کو اس کے آنے سے پہلے دیا گیا، یعنی آپ کے آنے سے پہلے آپ کے ماں باپ تیار کئے گئے، آج تک کسی کے بس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی ماں پنے، باپ پنے، بہن بھائی پنے یا اپنا خاندان پنے، رشتہ دار پنے۔ یہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ پھر انسان اور جانور کے بچے میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے، زندگی کی تلاش کرتا ہے۔ سانپ کا بچہ پیدا ہوا، ”سوں سوں“ کرنا شروع کر دیا۔ بکری کا بچہ پیدا ہوا، چند لمحوں کے بعد اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا لیکن انسان کا بچہ ایسا نہیں ہے۔ انسان کا بچہ پیدا ہو کر کسی سہارے کے بغیر survive نہیں کر سکتا اس لئے خدا اوجہ کریم نے ہر انسان کو پہلے سے pre-determined life، arrangements کیس تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ میں، بائیس برس تک وہ آگے بڑھے، achieve کرے۔ میں، بائیس برس کے بعد آپ

اس قابل ہوتے ہو کہ کوئی جاب کرنے لگو۔ پڑھ لکھ کے چاک آپ میں عقل و شعور الہام ہو جاتے ہیں۔۔۔ And you say, I will that, I made this, I will that۔۔۔ اب کتنا عرصہ آپ کا یہ دعویٰ قائم رہتا ہے؟ اگر زندگی کے تمن حصے بنائے جائیں تو صرف ایک حصہ آپ اپنے اس اختیار کے مالک ہوتے ہیں۔ پھر بوڑھے ہوئے، دنیا نے لٹا دیا، چارپائی پکڑی، گلا گیا، ماک گیا، کان گئے، اذہن گئے، بوڑھے میاں کھانتے ہوئے سہارے ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور بالآخر اللہ کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت کوئی ان کو سنبھال رہا ہوتا ہے، کوئی پانی پلا رہا ہوتا ہے، کوئی ان کی خدمت کرنے والا ہوتا ہے تو انسانی زندگی کے دونوں ends determined ہیں اور انسان کا یہ دعویٰ کہ میں یہ کام کرتا ہوں، چند سالوں کیلئے درست ہے اور یہ دعویٰ بھی صرف انسانی زندگی کیلئے ہے۔ اب اگر باقی چیزوں کے بارے میں غور کریں تو کون ہے جو زمین و آسمان میں کسی جانور یا کسی پرندے کا رزق مہیا کرتا ہے؟ کون ہے جو یہ بے بہا، بے حساب بکھری ہوئی دنیاؤں کا خیال رکھنے والا ہے، مجھے کوئی ایک شخص ایسا بتا دو کہ جو چوٹیوں کو رزق یا شہد کی صیوں کو شہد پہنچاتا ہو۔

ہم صرف اپنی ذات تک سمجھتے ہیں کہ ہم مالکِ مقدر ہیں اور یہ چیزیں determined نہیں ہیں مگر خدا نخواستہ اگر خداوند کریم یہ منصب آپ کے سپرد کر دیتا کہ جاؤ اور رزق تقسیم کرو۔ آپ اشرف المخلوقات ہو۔۔۔ آپ بڑے لوگ ہو۔۔۔ اگر آپ کو سیادت و شرف اللہ نے بخش دیا اور کہا، جاؤ اب میری باقی حقوق کو کھانا کھانا تمہارے ذمے ہے، تو آپ میں سے کوئی ایسا بادشاہ، کوئی ایسا فقیر ہے جو یہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔ It's absolutely impossible یہ صرف اللہ ہی کا کام ہے کہ ہر فرد و بشر، ہر چیز کو، ہر پرند و چند کو رزق دیتا ہے اور وہی مالک و کریم ہے۔ اگر وہ آپ کے تمام اسباب determined نہ کرتا، اگر آپ کے آنے سے پہلے زمین کی sources تعیین نہ کرتا تو آپ کو ایک قطر پانی کا نہ ملتا۔

”وَمَا مِنْ ذَاتَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“

(زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں ہے جس کا رزق ہم پر نہیں ہے)

اگر آپ پر ہے، تو آپ بتا دو اب حکومتیں بنانے کے باوجود حکومت تسلیم نہیں کرتی کہ اس حکومت میں رہنے والوں کا رزق ہم پر ہے۔ انہیں کوئی نہ کوئی policy بنانی پڑتی ہے۔

”وَيَعْلَمُ مَسْغَرُّهَا وَمُسَوِّدُهَا“

ہمیں ہی پتہ ہے کہ کس نے کہاں رکتا ہے کہاں جاتا ہے کیا professions تحقیق کرتے ہیں، ہم نے ان کی ذہانتیں بٹائی ہیں، ان کے مطابق ان کے کام تحقیق کئے ہیں۔ مُسْتَقَرُّ هَذَا انسان کہاں قرار پکڑے گا۔ مُسْتَوِ دَعْفًا کہاں سوچنا جائے گا۔ یعنی اول سانس سے لے کر آخری سانس تک حیات کو اس کے تمام پہلوؤں سے ہم نے استوار کیا ہے۔ ”مُكَلِّفِي كِتَابِ مُبِين“ ہم نے ایک master plan میں ایک بنیادی scheme بٹائی، بندے گئے، تعدادیں رکھیں، اسباب مہیا کیے، کتاب بند کی اور یہ سارے واقعات دنیا و آسمان تحقیق کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مکمل کیے۔ اب آپ سوچو گے کہ انسان کا کیا کام ہے۔ ہم کس لیے آئے ہیں تو یہ بڑی سادہ سی بات ہے۔

یہ تمام facilities ہیں۔ زندگی کے تمام اجزاء facilities کے طور پر شکر ہو گئے چاہے غربت کے ہوں، چاہے مارت کے ہوں، چاہے دورمیان کے ہوں، کام صرف ایک کرنا ہے۔ اصل میں اس نے آپ کو ایک بڑی important چیز دے دی، ایسی چیز نہ ملانگہ کو دی۔ ایسی چیز نہ جنت کو دی، کسی کو بھی نہیں ملی۔ ”اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ“ زمین و آسمان اور آسمان کی جھوٹات کو ہم نے ایک امانت دی اور چاہا کہ اس امانت کا استعمال ہو۔ ہم نے ان robots کی دنیا کو ایک ذہانت دے دی۔ ہم نے اس کو virtual reality دے دی، artificial intelligence دے دی، صرف ایک فیصلے پہلے۔۔۔۔۔ آج کا انسان کمپیوٹر کو اپنے روبوٹس کو artificial intelligence دینے سے ڈرتا ہے۔ اس کا خیال یہ ہے کہ اگر یہ decision لینے کے قابل ہو گئے۔ سوچنے کے قابل ہو گئے، self کو build کرنے کے قابل ہو گئے، دفاع کرنے کے قابل ہو گئے، aggressive ہو گئے تو سب سے پہلے ہمیں ختم کریں گے۔ تو آپ نے دیکھا ہو گا کہ بیسیوں فلمیں اس scheme پر بن چکی ہیں ”Matrix“ بن چکی ہے۔ اس میں روبوٹس کو artificial intelligence کا مالک بننے ہوئے دکھایا گیا اور بالآخر وہ پوری دنیا پر غالب آ جاتے ہیں۔۔۔۔۔ صرف اس ایک خوف کی وجہ سے سائنس دان اپنے روبوٹس کو artificial intelligence نہیں دے رہے مگر وہ جو آسمانوں پر بلائیں ہے۔ وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ آپ کو artificial intelligence دینے کے باوجود اس کو آپ سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ تمام دنیا کے، تمام لوگ مل کر بھی خواہ کتنے ہی بلند وبالا ہو جائیں، کتنے بھی عظیم تر ہو جائیں مگر اس

نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ مگر اُس نے ایک کام آ پکودیا ہوا ہے۔ مختصر اُوہ یہ پاتا تھا کہ عقل ہو، دانشوری ہو اور پھر کسی وقت دل سے، سکون سے ایک انسان کہے۔

”اے اللہ میں نے سوچا، میں نے سمجھا، میں نے غور کیا، تُو واقعی ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ تُو ہی بلاولای ہے۔ تُو ہی منبع ہے۔ تُو ہی میرا مدعا ہے۔ تجھ ہی ہے۔ مجھے تُو نے پیدا کیا ہے۔ مجھے تُو نے مانگا ہے۔ تیرے حضور میں نے جلا ہے، میری زندگی تھوڑی نہیں ہے۔ تُو مجھے تمام حیات عطا کرے۔ اس ستر سال کی زندگی کے عوض میں تُو مجھے Trillion years of galaxial life عطا کرے۔ اے میرے پروردگار میں نے بہت غور کیا۔ میں نے پوری زندگی گزاری بلکہ جوانی، بزرگساری، اب میں تیرے حضور حاضر ہوا ہوں، قبر کے دروازے پر ہوں۔ Door of the immensity of the galaxial life. میں اس دروازے پر آ گیا ہوں، مجھے صاف کر دے، میں تجھے ماننا ہوں۔“

جب سوال کیا جائے گا مَن رَزَقَنَا؟ سمجھا ہے؟ انجوائے کیا ہے؟ ”وَنُفِخُ فِي سَافِرَاتٍ مِّنَ الْأَرْضِ فَآوُوا وَنُفِخُ فِي زُفَرٍ فَآتُوا“ میں نے تمہیں عزت دی تھی، تو جین دی تھی، میں نے رزق دیا تھا، میں نے زندگی دی تھی، بیوی، بچے، خاوند دیئے تھے۔ سب عیش و آرام بھیجے تھے۔ صرف ایک کام کیلئے بھیجے تھے کہ تم سہولت پکڑو، آسانی پاؤ اور یہ فیصلہ کرو کہ میں ہوں یا میں نہیں ہوں۔ فیصلہ کرو، میں نے تمہیں عقل دے کر فیصلہ تم پر چھوڑ دیا ہے۔ اس میں تم آزاد ہو، فیصلہ کرو۔ اِنَّا هَلَكُنَا بِالسَّبِيلِ اِنَّمَا شَاكِرُوْنَا وَاِنَّمَا نَكْفُوْنَا کہ میں ہوں کہ نہیں ہوں۔ میرا قرار کرو یا میرا انکار کرو۔۔۔۔۔۔ یہ فیصلہ کتابدار ہے۔ خواتین و حضرات! آپ کو نہیں پتہ یہ کتابدار فیصلہ ہے کہ اعمال جیسے بھی ہوں، اخلاق جیسے بھی ہوں، کردار جیسے بھی ہوں۔ خداوند کریم کے سامنے قیامت کے دن ایک شخص کو حاضر کیا جاتا ہے کہ دیکھو اس کے پاس اسکا نامہ اعمال میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بندے نے عرض کی کہ اے مالکِ کریم کچھ بھی نہیں ہے، کوئی اچھا عمل نہیں ہے تمام نامہ اعمال خالی ہے۔ ملائکہ نے پوچھا کہ کوئی چیز اس کے حساب کتاب میں ہے؟ فرمایا: ”ایک پرچہ تھا اس کا۔۔۔۔۔ ایک ٹکڑا۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا: ”لاؤ“ اللہ نے اسے دیکھا اور کہا کہ تیرے اعمال اتنے

ہم دے ہیں، خسارہ اتنا زیادہ ہے کہ تیری نجات کا پلڑا آسمان کو لگا ہوا ہے اور تیرے گناہوں کا پلڑا
تحت لٹری تک پہنچا ہوا ہے۔ لاؤ ڈرا اس کاغذ کو اس اوپر والے پلڑے میں ڈال دو۔ پھر دیکھتے ہی
دیکھتے وہ پلڑا تحت لٹری تک چلا گیا جس میں وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا پڑا تھا۔ اس کاغذ میں کیا تھا کہ اس
نے دل سے ایک مرتبہ کہا تھا: ”لا الہ الا محمد رسول اللہ“

سوال: نزول عیسیٰ پر ایمان لانا کیا ضروری ہے؟

جواب: اُن کے زمانہ آخر میں ان کی قسمیں کی آیت میں نے آپ کو سنا دی ہے اور جو حدیث
سنائی ہے اس میں اصحاب نے وضاحت کی ہے اور نزول عیسیٰ میں ہمارے پاس اتنی متواتر مسلسل،
مشہور اور مضمر احادیث موجود ہیں کہ یہ اصحاب رسول ﷺ کا عقیدہ تھا اور رسول اللہ کے کہے پر یہ
ان کا عقیدہ تھا اور یہ عقیدہ مستند ہے اور قرآن کی رو سے ہے۔ اسلئے حضرت ابو ہریرہؓ نے نزول
عیسیٰ کی حدیث سناتے ہوئے کہا کہ جب تک تمام قومیں اس پر ایمان نہیں لے آئیں گی یہ وفات
نہیں پائیں گے۔ اب اس سے بڑی اور کیا احادیث ہوگی۔

قرآن کی آیت جو ابھی میں نے quote کی تھی اسے attach کرو تو قرآن تو صحیح
کہتا ہے کہ عیسیٰ اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے اور اٹھائے نہیں جائیں گے جب تک تمام
مذاہب کے لوگ ان پر ایمان نہیں لے آئیں گے۔ اگر اس وقت کو جان لو جب عیسیٰ پیدا ہوئے یا
جب عیسیٰ پر وان چڑھایا جب عیسیٰ پیغمبر تھے تو اس دور کا آپ کو پتہ ہوا چاہئے کہ یہودی، عیسائی
اور Romans تمام حضرت عیسیٰ پر ایمان نہیں لا رہے تھے بلکہ جب حضرت عیسیٰ کے یہاں
یہودا..... کو بازاروں میں لے جایا جا رہا تھا تو اس کے سر پر اس زمانے کے مسخروں کا ایک تاج
پہنایا جا رہا تھا اور وہ اس کو مسلسل جادوگر کے طعنے دے رہے تھے اور مسخرے کے طعنے دے رہے
تھے تو جناب حضرت عیسیٰ کی یہ تو جین اللہ کو بے صدا گوار گزری، اسلئے خداوند کریم نے اپنے پیغمبر کو
اٹھالیا اور اٹھانے کے بعد حضرت عیسیٰ کا آما معقولیت کی دلیل ہے۔ یہ غیر معقول نہیں ہے۔ اگر
آپ سچ پوچھیں تو میں اسکو سمجھ نہیں سکوں گا اسلئے نہیں گنوں گا کہ بہت دنوں سے اللہ نے ایسی کوئی
دلیل انسان کو عطا نہیں فرمائی جس کو ہم اپنے اعتبار سے اللہ کی دلیل کہیں۔ ہمیں عقل دے دی،
فطرت دے دی، تسلیم والا دل دے دیا، مگر جب روزِ روز ہمارے سامنے یورپ سے، امریکہ سے،
دانشورانِ عصر سے عجیب و غریب باتیں نکل رہی ہوں، جب آسمانوں اور سمندروں میں عجیب و
غریب ایجادات ہو رہی ہوں، جب genetic sciences انسان کو دوبارہ زندگی دینے

پر غور کر رہی ہوں۔ جب یہ کہا جائے کہ ہم موت کو کنٹرول کر لیں گے۔ جب یہ بتلایا جائے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا بجیا لڑکی جتو یہ باتیں ہیں جو خدا کے دعوے میں شریک ہونے والی ہیں اور مختصر اس سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ There is no God, it is us who are doing it all.

جب انسان اس نچ تک پہنچتا ہے کہ خدا کی صفات، کارکردگی اور معاملات کو اپنے معاملے سمجھے تو اس وقت خدا کی طرف سے ان کو جو جواب ملے گا وہ بھی ایک دلیل کی صورت میں ملے گا اور حضرت عیسیٰ کا آما ایک دلیل مسخر ہے کہ تم جتنی بھی ترقی کر لو، جتنے بھی دعوے کر لو، جتنی بھی عزت و سرخروئی کی کوشش کر لو، خدا کی طرف سے آئی ہوئی صرف ایک دلیل تمہارے تمام باطل عقائد پر غالب آ جائے گی اس لیے حضرت عیسیٰ خالی معجزہ نہیں ہیں، غیر معمولی واقعہ نہیں ہیں بلکہ اہل ایمان کے دلوں کو تقویت دینے کیلئے اسی قسم کی دلیل ہے۔ کہ فرض کرو، آپ سے کوئی کہتا ہے کہ میں خدا پر اعتبار نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ پانی دودھ میں نہیں بدل سکتا۔ آپ اُسکے سامنے گلاس رکھتے ہو، کہتے ہو کہ اگر میں اس پانی کو دودھ میں بدل دوں تو کیا تم خدا پر اعتبار کر لو گے۔ تو وہ کہتا ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں کر لوں گا پھر یہ واقعہ پیش آ جائے تو وہ اعتبار کر لے گا۔ تو معجزہ ایک طرح کی دلیل ہے جس کو ”عارقہ عادت“ کہتے ہیں against the nature and the happenings جب کوئی واقعہ ہوتا ہے تو بندہ قدرتی طور پر دوسرے واقعے پر بھی اعتبار کرتا ہے۔ اب ہم نے اعتبار کرنا سیکھا ہے۔ سامنہ پر انسانی عقل و جستجو Exceedingly we are concerned because every day we are watching new probabilities in human intellect, so naturally we are totally convinced کہ یہی وہ انسان ہے جو آگے بڑھ کر ستاروں کی تجانیوں سے ہمہ کام ہوگا۔ یہی وہ انسان ہے جو آگے کائنات میں بستیاں بسائے گا اور ہمیں خیال آتا ہے کہ خدائی جو جہنم پر ہے، آسمان میں نہیں ہے۔ پھر اللہ انہیں قائل کرے گا کہ آسمان کی خدائی، تمہاری خدائی سے بہتر ہے اور یہ کہ تمہارا تمام جاہ و جلال، عظمت، یہ تمام بڑے یہ تمام ترقی۔ مگر جو انجام ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے سامنے تم اتنے ہی ذلیل و رسوا ہو جیسا ہم نے تم سے پہلے موتی کے سامنے فراغہ مصر کو کیا تھا۔

سوال: دجال آج کل ایک جزیرے میں قید ہے اور ایک سائنسدان کی مانند ہے۔ اس بات کی کیا

حقیقت ہے؟

جواب: خواتین و حضرات، ڈاکٹر صاحب نے یہ جو استنباط فرمایا ہے یہ حضرت "تیم داری" کی حدیث سے کیا ہے۔ حضور ﷺ جب دجال کا ذکر کیا کرتے تھے تو "حضرت تیم داری" پر یہ واقعہ پیش آیا، جو نازہ مسلم تھے اور انہوں نے آ کر ایک جزیرے کی بات سنائی تھی، جہاں جاسوسہ دجال سے ان کی ملاقات ہوئی، پھر دجال نے اس سے بہت ساری باتیں پوچھیں تو یہ ایک واقعہ ضرور حضور ﷺ کے زمانے میں پیش آیا تھا۔

دجال جزیرے میں بالکل بند نہیں ہے۔ دجال ہمارے دلوں کے اندر بند ہے۔ ہمارے دماغوں میں بند ہے۔ اس کی جت آتے ہمیں بہت پیاری ہے اور آتے ہر انسان دجال کی جت میں داخلے کیلئے بے چین و بے قرار ہے اور اگر آپ غور کرو تو امریکہ جاتے ہوئے مجھے بڑی ہنسی اس وقت آئی جب میں پل سے گزر رہا تھا تو میں نے "statue of liberty" دیکھا تو مجھے بڑے زور کی ہنسی آئی۔ میں نے کہا: "اللہ میاں! تو بھی جوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔" پہلے تو نے لائٹ و سڑکی اور ہیل کے بت کھڑے کئے ہوئے تھے اور آج کے زمانے میں تو نے "statue of liberty" کھڑا کیا ہوا ہے اور اب liberties کا ایک مجموعہ ہے۔ جس قسم کی liberties امریکہ offer کر رہا ہے، جو مادرِ پرآزاد زندگی وہ offer کر رہے ہیں یہ دراصل liberties کے statues کے اس نام کے ساتھ وابستہ ہیں۔

آج کل خداؤں میں سب سے بڑا خدا یہی ہے، یہ انسان کا "تصور آزادی" جو مادرِ پرآزاد ہے۔ آج تک کسی انسانی تہذیب نے یا حکومت نے moral law نہیں دیئے۔ کوئی moral law نہیں دیا۔ اخلاقیات کا law کسی مہذب سوسائٹی نے نہیں دیا۔ اول و آخر تمام morality کے laws خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ آپ کوئی moral law رد نہیں کر سکتے۔ جیسے History of religion کی مصنف ڈاکٹر کین آرم سترنگ لکھتی ہیں کہ آج اگر خدا کو بندوں کے ساتھ راضی رہتا ہے یا بندوں کے اندر رہتا ہے تصور کی طرح۔۔۔۔۔ تو پہلے ان آزادیوں سے مصالحت کرے جو انسان gain کر چکا ہے۔ جس میں lesbianism ہے homosexuality ہے جس میں نکاح کا تصور باطل کر دیا گیا ہے۔ جس میں ہم جنسوں کو rights of properties دینے جارہے ہیں۔ یہ سارے قانون اللہ تسلیم کر لے تو مجھے۔۔۔۔۔ اللہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ "ہوئی باکس" کا یہ جملہ بڑا مشہور ہے کہ

Nobody can be good secular unless he is a good ethiest کوئی شخص بھی اُس وقت تک چھا seculars نہیں ہو سکتا جب تک کہ مکمل دہر یہ نہ ہو اور پھر دوسرا جملہ مشہور ہے۔ Secularism and religion are as apart from each other as land from the sea. ہیں جیسے سمندر میں زمین نہیں ہے اور زمین سمندر نہیں ہو سکتی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے جدا جدا ہیں۔

ان کا نافرمانی یہ تھا کہ مذہب کو ہر اُس طاقت سے نکال دو جو انسانی معاشرے میں کسی کام کی ہے۔ politics سے نکال دو۔ معیشت سے نکال دو، برقیہ سے نکال دو اور یہ جائز تھا۔ معاف کیجئے گا میں آپکو یہ بتاؤں کہ یہ جائز تھا کیونکہ Italian Church نے اور Roman Empires نے اور ان کے پائینوں نے جس طرح مذہب کو استعمال کیا تھا اسکے بعد ان کا یہ reaction جائز تھا۔

But not in Islam, not a word has been changed in religion, not a word has been changed in the Quran.

اللہ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا:

”نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“

(ہم نے اسکو نازل کیا اور ہم اسکی حفاظت کریں گے)

اور قیامت تک قرآن کی حفاظت ہوگی۔ اس کا حفاظ کو بدل نہیں گیا ہے۔ اسکے قوانین اسی طرح صاف اور معنی موجود ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ یہ کچھ ہمارے خلاف ہیں۔ کچھ قرآن کے قانون ہمارے نفس کے خلاف ہیں، ہماری خواہشات کے خلاف ہیں۔ میں ماننا چاہتا ہوں، اگلے کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ خدا مجھے کہتا ہے ”تم اہم کا بدلہ لے لے انا آگے نہ بڑھا اور اگر معاف کر دے تو بہتر ہے۔“ ظاہر ہے مجھے دشواری لگ رہی ہے یہ بات سمجھنے میں۔ اللہ کے قریباً قریباً تمام قوانین ہمارے نفس کے خلاف کھڑے ہیں اسلئے خدا نے فرمایا کہ جسے میرے قریب آنا ہے، جسے میرے خلاف نہیں کھڑا ہوا: ”وَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ“ وہ اپنے نفس کی ہوا و خواہش کی مخالفت کرتا ہے۔ ہر آدمی کے لیے یہ آسان نہیں ہے مگر جو اللہ پر یقین رکھتا ہے اُس سے محبت و انس رکھتا ہے اُس کیلئے یہ جگ آسان کر دی جاتی ہے اور اس کے راستے کشادہ کر

دینے جاتے ہیں۔ جب اہل ایمان کسی سے لڑتے ہیں تو خدا کہتا ہے: ”جب ایک لڑتا ہے تو میں اس کے ساتھ دوسرا ہوتا ہوں، جب دو لڑتے ہیں تو میں ان کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں، میں بھی ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہو جاتا ہوں۔“ جب آپ اللہ سے مدد مانگو گے، تو فتح مانگو گے تو اللہ آپ کا شریک حال ہوگا۔ ”وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ“

سوال: آپ میڈیا کے ذریعے کیوں نہیں اپنا علم زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا چاہتے؟

جواب: اس کی بہت ساری آفرز تو خیر مجھے ہر زمانے میں رہیں مگر آپ مجھے خود بتاؤ کہ میں اچھا بھلا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں بتا رہا ہوں کہ کمرشل بریک آجائے اور ساتھ ہی ایک ڈانس شروع ہو جائے، یا کوئلے سے مکھن شروع ہو جائیں یا کوئی ”پپ ہاپ“ شروع ہو جائے تو کم از کم میں یہ برداشت نہیں کرتا۔

بد قسمتی سے میڈیا کبھی بھی خدا اللہ والے نہیں ہوتے ہیں، نہ دین والے ہوتے ہیں۔ اب اگر آپ بہترین میڈیا کو دیکھ رہے ہو تو قطر فی وی نے جو چینل شروع کیا ہوا ہے استخارے والا..... میں نے اس سے فضول اور وہابیات چیز اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ آپ غور کیجئے کہ استخارہ کیا ہے؟ استخارہ اس آیت کے مصداق ہے کہ جب مشورے ختم ہو جائیں، کوئی اچھی advice کرنے والا نہ ہو۔ اس اضطراب میں کوئی اسے رستہ دکھانے والا نہ ہو۔ پھر وہ اپنے اللہ کے حضور درخواست کرتا ہے کہ اے مالکِ کریم میری سمجھ بوجھ ختم ہو گئی اور میرے معاملات ما درست ہو گئے اور مجھے یہ اجازت دے کہ میں تیرے حضور سے یہ سوال پوچھوں کہ میرے لیے کیا بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں ہے۔ استخارے کے پیچھے جو سب سے لازم بات ہوتی ہے، وہ انسان کا اپنا اندرونی اضطراب ہے۔ اب مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں کسی مولوی کے پاس جا کر پوچھوں کہ تو مجھے استخارہ کر دے، تو کیا اس مولوی میں میرا اضطراب بھی convert ہو جائے گا؟ کیا میری وہ حالت جس کی وجہ سے میں بے چین اور بے قرار ہوں اور جس کی وجہ سے اللہ مجھے جواب دے گا کیا وہ اس میں convert ہو جائے گی۔ میرا اللہ مجھے تسکین زدہ حالت میں کبھی جواب نہیں دے گا۔ میرا اللہ تو مجھے اسلئے جواب دیتا ہے: ”اَمْسِكْ بِحَبِيبِ الْمَصْطَرِّ اِذَا دَعَا“ ”و تو میرا اضطراب دیکھ کے مجھے جواب دیتا ہے۔ کسی مشین کو یا کسی پردہ نشین مولوی کو جو پردے کے پیچھے چھپا ہوا ہے، اس کو جب میں یہ بات کہوں گا تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ میرا اضطراب دور کر دے گا؟ میری کیفیات تو ذات اس کو مختل ہو جائیں گی؟ اور جو جواب وہ سوچتا ہے اس میں اتنی فیصد سحر، جادو، ٹونہ،

تعویذ وغیرہ اللہ جانے کیا کیا ہوتا ہے آپ خود غور کرو یہ کیا چیزیں ہیں؟ ان سے کیا مراد ہے؟ کیا اللہ نے ہمیں ان چیزوں کے سننے، ماننے اور ان پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے؟..... دیکھیں قرآن وضاحت سے پورا اصول بیان کرتا ہے۔ ”وَمَا كُفِّرُوا سُلْبَيْنَا“ سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا ”وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا“ شیاطین کفر کیا کرتے تھے ”يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحَرُ يَعْلَمُونَ السَّحَرُ“ لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے تعویذ گنڈا سکھاتے تھے، عملی، سحلی، روحانی عمل سکھاتے تھے۔ میرے بندے سلیمان نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ اللہ کہتا ہے ”نَعْمَ الْعَبْدُ“ وہ تو اچھا بندہ تھا۔ ”وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْعَالَمِينَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ هَارُوتَ وَ مَا رُوتَ“ ہم نے چاہا بل میں ان فرشتوں کو اس لئے نہیں اتارا تھا کہ وہ جادو سکھائیں۔

ایک بڑا common نظریہ شاید یہ ہے کہ بارت و ماروت جادو سکھانے کیلئے اتارے گئے۔ ایسا نہیں ہے۔ خدا کہتا ہے کہ ہم نے حاروت و ماروت کو جادو سکھانے کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ Babolyans (بابل) کی تہذیب اس وقت بڑی متدن ہو چکی تھی۔ They have built hanging gardens. وہ ہاٹے امیر، رئیس اور اتنے بڑے عالم ہو چکے تھے کہ خدا نے پاپا کہ ان امیر لوگوں کو اتارے رئیس لوگوں کو اتارے عالم لوگوں کو تعویذ اس آزماتوں اور آپ کا خیال یہ ہے کہ وہ بھوکوں کو آزما تا ہے؟ بھوکے تو ویسے بھی کفر کے قریب ہوتے ہیں۔ اللہ بھوکوں کو نہیں آزما تا۔ غریب لوگوں کو نہیں آزما تا۔ پاکستان کو نہیں آزما تا۔ یہاں تو بجلی کا بل نہیں دینے ہوتا۔ اللہ ادھر کیا کرے گا۔ وہ ہماری آزمائشیں نہیں کرتا مگر یہ کہا ”وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ بَطَرَتْ مَعِيشَتَهَا“ (ہم ان قوموں کو ضرور ہلاک کرتے ہیں یا آزما تے ہیں جو اپنی معیشت پر اترا تے ہیں۔) معیشت پر تو وہ اترا رہے ہیں جو آپ کو سامنے نظر آ رہے ہیں۔ ہم تو نہیں اترا تے اسلئے وہ ہمیں نہیں آزما تا۔ یہ تو خدا کا قانون ہے۔ بابل و نینوا اس وقت دنیا کی سب سے بڑی تہذیب تھے۔ سب سے بڑا تمدن تھے۔ سب سے بڑے رئیس لوگ تھے۔ خدا نے پاپا کہ ان کو آزما ئیں اسلئے اللہ نے بارت و ماروت کو بھیجا۔ وہ کیا کرتے تھے؟ ”وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَحَدٍ“ (فرہوا حد کو بھی تعلیم نہیں دیتے تھے) ایک شخص کو تعلیم نہیں دیتے تھے ”حَتَّى يَقُولُوا“ جب تک اس کو یہ وارننگ نہیں دیتے تھے ”إِنَّمَا نَحْنُ فَتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ“ دیکھو ہم جادو نہیں سکھاتے، ہم یہ علم تمہیں نہیں دیتے۔ وہ فرشتے منہ سے بول کر کہتے کہ ہم تمہاری آزمائش ہیں، کفر نہ کر بیٹھنا۔ طاقتوں کی مرکزیت نہ بدل دینا۔ اخلاق و شرافت کے قانون نہ توڑ دینا، اللہ مالک ہے اس زندگی کا۔ اللہ دینا

سوال سانس، آخر سانس، زندگی، رزق، روزگار، بیوی، بچے، شادی سب اللہ دیتا ہے۔ درمیان میں کسی کو شریک نہ بنالیا۔ مگر گرایا کرو گے تو کفر کا ارتکاب کرو گے۔ وہ کرتے کیا تھے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتے ہیں ”فَيَسْتَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ“ میاں بیوی میں فرق ڈال دینا اور عورتوں کو convince کر لینا، مردوں کو، وٹم میں ڈال دینا، یہ تعویذ نب ہے، یہ تعویذ بغض ہے، فلاں صاحب حساب کتاب کر رہے ہیں، آپ خود غور کرو کہ پورے پاکستان میں دوسری لوگ ہیں۔ ایک جن پر جادو ہو رہا ہے اور دوسرے جو جادو کر رہے ہیں۔ ایک خاندان میں ایک عورت ساس ہے، ایک بہو ہے۔ ساس آتی ہے تو بہو جادو کر رہی ہے، اگر بہو آتی ہے تو ساس جادو کر رہی ہے۔ یا سحر غیر معقول رو یہ ہمارے خاندانوں میں، ہمارے ملک میں جڑ پکڑ چکا ہے کہ تعلیم کی صحت مندانہ بات کرنا دشوار ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں کوئی کم علم لوگ نہیں ہیں اس میں تو بڑے بڑے school of thoughts شامل ہیں۔ ایک اہل حدیث کے عالم کو دیکھا، کہنے لگے۔ ”تم پر عیسیٰ آئینہ مطلوب ہے۔“ اب وہ عیسیٰ آئینہ مانگتے چلا جائے گا۔ کسی نے کہا کہ تم پر دو چڑھیں قابض ہیں۔ کوئی شخص جس کے پاس آپ جاتے ہو مشورے کیلئے، خالص اور اچھے مشورے کیلئے، وہ کوئی نہ کوئی بھرت اور بھرتیاں آپ کو نکال کے دکھا دیتا ہے۔ خدا کہتا ہے۔

”فَيَسْتَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ“

کان کا کام نہیں ہے فرق ڈال دینا میاں بیوی میں۔ تعویذیں لے لینا، وبال لینا، ڈال دینا۔ پھر خدا کہتا ہے کہ اصل میں اس پوری تعلیم کا مقصد کیا ہے آگے ایک جملے میں اس کی وضاحت کرتا ہے۔ ”فَيَسْتَعْلَمُونَ“ اور تم وہ بات سیکھتے ہو ”مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ“ تم ایسی بات کیوں سیکھتے ہو جس کا نہ نفع ہے نہ نقصان۔

اب دیکھ لیجئے۔ خدا کی آیت کیا ہے۔ اللہ جس نے جادو کو تخلیق کیا ہے، اللہ جس نے سحر کو بنایا ہے، وہ یہ کہہ رہا ہے کہ بھئی! ایسی بات کیوں سیکھتے ہو جس کا نہ نفع ہے نہ نقصان تو یہ نقصان کیسے ہو جاتا ہے؟ اب آپ غور کیجئے کہ ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر سحر ہوا ہے۔ میں نے کہا ”اچھا! سحر ہوا ہے تو خدا نے سحر کا علاج دیا ہوا ہے۔ یہ والناس لے جاؤ، فلف لے جاؤ، ان کو پڑھلو، دم کر لو اپنے اوپر۔ اللہ کا کلام ہے۔“ اگلے دن کہتا ہے ”مجھ پر تو کوئی اثر نہیں ہوا۔“ خواتین و حضرات! اثر ضرور ہوتا ہے۔ مگر اللہ کی آیات پر آپ کا کفر تو پورا ہو گیا۔ اللہ پر کوئی اعتبار

یا پہلے سے موجود تھا۔ تو ایسی افلاطینی ہم clash of opinion نہیں کہہ سکتے۔ اس کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مہدی کے لیے اختلاف رائے ہے بلکہ امام پر یا اختلاف رائے نہیں گنا جائے گا۔ اگر دونوں فریقین امام کے آنے پر متفق ہیں اور فرض کرو اگر امام آتے ہیں، کل یا برسوں آجائیں اور دونوں فریقین ان کو تسلیم کر لیں تو پھر یہ جھڑا، جھڑا نہیں رہے گا۔ اس لئے میرا خیال کہ، فرقہ بندی کی اس میں کوئی بات ہو۔ میرا خیال یہ ہے approach is the problem is likely different in both the sides.

سوال: دجال کی کوئی physical appearance بھی ہے یا اس میں reality کوئی نہیں ہے؟

جواب: physical appearance تو ضروری ہوگی کیونکہ ہر گروہ کا کوئی نہ کوئی سردار تو ضرور ہو گا۔ obviously دجال as an individual کے بھی ہو گا اور جو دجال کی احادیث میں نے quote کی ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ اگر آپ میری understanding تھوڑی سی قبول کریں تو میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اسرائیل چونکہ اب بہت خوفزدہ ہے۔۔۔ وہ ایران سے خوف زدہ ہے، پاکستان اسرائیل کو hit کر سکتا ہے۔ ان کو اپنے بالکل سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں سے ڈر ہے، فلسطین کی بڑی خطرناک اور جنگجو movement ہے لبنان میں حزب اللہ کی movement ہے دروزی شیعہ ایران میں موجود ہے تو اس کا یہ خوف اب بہت بڑھ گیا ہے کہ کیا اگر atomic state ہو گئے تو یہ یقیناً مجھے مار دیں گے۔ مجھے امریکہ کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ ایران پر کبھی attack نہیں کرے گا but the Israil might اسرائیل انہی کے کہنے پر ضرور آگے بڑھے گا اور شامی حکومت کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا حزب اللہ کو ختم کرنے کی کوشش کرے گا کیونکہ اب اس کا survival seriously خطرے میں پڑ گیا ہے۔ پھر easy way جس کی وجہ سے وہاں آگے بڑھ جائے گا اور مکہ اور مدینہ تک بھی جا پہنچے گا۔ جس کے بعد شاید مسلم ممالک react کریں گے اور اس جنگ میں یقیناً اسرائیل کا ختم ہو جائے گا مگر جب اسرائیل ختم ہو جائے گا اور سرے سے مایہ ہو جائے گا تو obviously پوری دنیا کا balance خراب ہو جائے گا اور امریکہ، بھارت، یو۔ایم۔ایہ بھارت ہو، یہ سب ”بھارتین“ نکل آئیں گے اور یہ پھر مسلمانوں کے خلاف ایک open جنگ کی شکل میں نکلیں گے۔ یہ وہ جنگ ہوگی جسے ہم ”جنگ دجال“ کہہ سکتے ہیں۔ It's very obvious کہ فتنہ

ایسے ہی بنتا ہے۔

سوال: حروف متعلقات کے بارے میں خاص طور پر ایک صاحب نے سوال کیا ہے کہ حروف متعلقات میں سے تین حروف ہیں ق، س اور ب۔ ان کی علیحدہ علیحدہ پہچان کے بارے میں بتائیں۔

جواب: خواتین و حضرات! اکثر یہ سوال پوچھا جاتا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ پچھلے سالانہ فائنل میں بھی میں نے کچھ explain کیا تھا۔ یہ حروف individual to individual مختلف اثرات رکھتے ہیں۔

بہت سے ام "ق" سے شروع ہوتے ہیں تو اگر ہم یہ کہیں کہ sensitivity اس کا حصہ ہے کہ "ق" ہمیشہ انتہائی sensitive, possessive, ridiculous اور aggressive ہوتے ہیں۔ یہ چار صفات اسکی بنیادی وجہ ہیں جیسے شروع سے ہی یہ انتہائی غصیلی، لڑاکا اور possessive تھی۔ فائیل نے ہائیل کو قتل کیا تو قتل بھی "ق" سے ہوا اور فائیل بھی "ق" سے ہے۔ اگر آپ غور کرو تو یہ اسلجے ہے کہ اس میں ایک High degree sensitivity پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں short tolerance ہو جاتی ہے ق abrupt emotions سے react کرتا ہے۔ کوئی بھی "ق" ہو، عورت ہو یا مرد ہو مگر خالی یہ نہیں دیکھا جاتا۔ بعض اوقات "ق" کے بالکل ساتھ ہی ایک ایسا break system لگا ہوتا ہے کہ جب ہم ماموں کو direct کرتے ہیں تو ہر "ق" اپنی اپنی value کے مطابق original اور main نام پر اثر ڈال رہا ہوتا ہے اور یہ بڑی پیچیدہ سائنس ہے، اتنی پیچیدہ کہ بظاہر اگر ایک ارب لوگ ہیں تو ان کی اگر ہم ساری interactions شروع کریں گے تو کھربوں تک trillions تک ان کے reaction چلے جائیں گے اس لئے جو بھی استاد ہوگا، جو بھی اسکی معرفت کرے گا اسکو ہر individual کے difference میں لوگوں کے اوپر different رائے دینی پڑے گی۔

سوال: کیا جناب امام مہدی پر ایمان لانا لازمی ہے؟

جواب: ایمان لانا اور بات جہاں تسلیم کرنا اور بات ہے۔ مہدی پر ایمان لانا کوئی شرط ایمان نہیں ہے مگر تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے دوستوں کا انکار کرنا، خدا کے بھیجے ہوئے کسی بندے کا ساتھ نہ دینا بھی بعض اوقات آپ کو کسی عذاب سے آشنا کر سکتا ہے۔ اس لئے شرط

ایمان نہیں ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ شیخ حضرات میں اشاعہ میں، شیخ امامیہ میں یہ شرط ایمان ہوگی، but I am not sure مگر بظاہر ایسے لگتا ہے کہ ان میں یہ ہوگی کیونکہ بہر حال امام مہدی کے رتبے کے مطابق ان کا پورا ایک classical rule ایک پورا religious تاثر ان کے ارد گرد دکھوتا ہے۔ شاید ان میں امام کا اعتراف نہ کرنا مرتبہ کفر کے برابر ہو مگر اہل تشیع میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے امام کا انکار کیا ہے۔ جیسا بھی میں نے تقریباً حال ہی میں ”ڈاکٹر احمد“ کی کتاب ولایت غدیر دیکھی ہے، انہوں نے اس میں مکمل طور پر انکار کر دیا ہے کہ حضرات امام مہدی کی جو شہادتیں بھی ریکارڈ ہوئی ہیں شروع سے اب تک، حضور ﷺ کی زندگی کی یا ملاقات کی، ان سے مکمل انکار کر دیا ہے۔ وہ کتاب دعوتِ فکر ہے۔ ڈاکٹر احمد نے پی ایچ ڈی کا thesis بھی اسی پر کیا ہے، ان کی کتاب میں جو latest تحقیق جاس کو میں نے دیکھا ہے انہوں نے ان ساری روایات کا انکار کیا ہے۔ اسلئے اسکو شاید پڑھیں تو اس کا دوبارہ revise کریں کہ امام مہدی کا انکار کرنا یا ان کو تسلیم کرنا اور ان کی تعریف کرنا یہ تو اہل سنتی اور شیخہ میں برابر ہے مگر شاید زندہ و حاضر ماننا اہل سنت میں نہیں ہے۔ میں نے جو کتاب دیکھی ہے reserch اور تحقیق کی اس میں غالباً وہ تسلیم نہیں کرتے اور انہوں نے بہت ساری روایات کو غلط قرار دیا ہے۔

میزبان: پروفیسر صاحب! ایک اعلان جو دوست انتظامیہ کی طرف سے ہے کہ خواتین و حضرات اپر و فیسر صاحب کی شیریں بیانی سے آپ جس طرح لفٹ اندوز ہو رہے ہیں۔ دوستوں کی آپ سے درخواست ہے کہ اسی طرح نو بجے تک یہ پروگرام چلے گا اور نو بجے آپ کی فیاضیت بھی اسی درجے کی ہوگی کیونکہ انہوں نے کہا کہ پروفیسر صاحب کے ہاں جو لوگ گوجر خان جاتے ہیں سالانہ محفل میں تو جس درجے کی آپ کی تواضع وہاں پر ہوتی ہے اسی طرح کی تواضع آج آپ کی یہاں پر ہوگی۔

پروفیسر صاحب: خواتین و حضرات! میں تو دو ہی چیزوں کا قائل ہوں جو اللہ نے آپ سلیے پسند کی ہیں۔ میں تو ان judges پر براجمان ہوں، یہ جو بانگیورٹ اور سپریم کورٹ کے ججز ہیں، لگتا ہے کہ انہوں نے قرآن و حدیث ہی نہیں پڑھا ہوا۔

آپ ذرا غور فرمائیے کہ ہر روز ٹی وی پر یہ متفق علیہ حدیث آتی ہے کہ اللہ کو دو ہی چیزیں پسند ہیں: ایک حسنِ اخلاق اور ایک کھانا کھانا اور کھانا کھانا نے سلیے اور ملاقات سلیے شادی سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اب اتفاق دیکھئے پچھلے دنوں کچھ شادیاں ہوئیں تو زندگی میں پہلی مرتبہ

پورا زمانہ مل گیا، لرزا کھا گیا۔ اتنے اتنے بڑے کو لے مارے گئے، اتنے بڑے بڑے دھماکے کئے گئے کہ پہلے ایسے نہیں ہوا تھا۔ میرے خیال میں لوگوں نے جو کھانے سے پیسے پھالنے وہ دھماکوں میں اڑا دیئے۔ تو میں سوچتا ہوں کہ اس فیصلے کا کیا مل نکلا؟ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ دور دراز سے آئے ہوئے رشتہ دار، عزیز، بے چارے حسب استطاعت کھانا کھا کر چلے جایا کرتے تھے، چند ایک لوگ جن کے پاس اگر مال کثرت سے ہیں اور وہ کھانا کھلانے میں اسراف کرتے ہیں تو یہ ان کا ذاتی قصور ہے، مجبور طبقے کے لوگ جو ہیں normally اپنی استطاعت کے مطابق ہی کھانا دیتے ہیں۔

”لا اسراف بالغیر . ولا خیر فی الاسراف“

کہ خیر میں اسراف نہیں ہے اور اسراف میں خیر کوئی نہیں ہے۔ کھانا کھانا کسی قیمت پر بھی، مذہبی طور پر یا معاشرتی طور پر نکلا نہیں ہے۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر یہ واحد موقع ہے کہ غریب، امیر سب رشتہ دار اکٹھے ہو کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ کسی محترم حج کے ذہن میں بھی یہ خیال آیا ہے کہ آپ اتنی بڑی رولت اسلام کا انکار کر رہے ہو۔ میرا تو خیال یہی ہے کہ ہمارے چتر مسلمانوں کو ضرورت سے زیادہ پھیل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلے ہی ہم پشمرہ اور اراکاس ہیں۔ کھانا بھی گیا تو ہم بالکل ہی ختم ہو جائیں گے۔ (قبضہ)

سوال: یہ جو بایوت مابوٹ کا آپ نے ذکر فرمایا اسکا اشارے کہیں چینی قوم کی طرف تو نہیں ہیں جو پاکستان کا دوست ہے اور وہ کیا ہمیں بھی کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں؟
جواب: پہلے دوست ہی خوراک بختے ہیں جی! (قبضہ)

دیکھا جو تیر کھا کے کین گاہ کی طرف

اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

خواتین و حضرات ویسے مملکت چین اور روس کے بارے میں دو باتیں ہیں۔۔۔۔۔ روس کے بارے میں مشہور ہے کہ روس کے لوگوں میں دو ملکوں کی وجہ سے ہمیشہ ایک احساس کمتری رہا ہے، ایک چین کی وجہ سے جن کی آبادی بہت زیادہ ہے اور جو ہر وقت اپنی آبادی کا خوف اس مملکت پر ڈالتے رہتے ہیں اور دوسرا جرمنز کی وجہ سے جو ہمیشہ technology میں روس سے بڑے superior رہے ہیں۔ روسیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ان کا قومی اور اجتماعی خوف ہے۔ Germans اور Chinese ان کا اجتماعی خوف ہے۔ مگر china اور اسلام کا ایک

واسطے ہے۔ اگر آپ غور کریں اور تاریخ کا اگر آپ کا مطالعہ ہو، اگر آپ international تاریخ پڑھیں تو ایک ہی وقت میں اسلامی تہذیب اور چائیزہ تہذیب کو عروج ہوتا ہے۔ پہلے بھی جب مغربی تہذیبوں کو عروج تھا تو چین بڑی پستی میں تھا۔ مسلمان بڑی پستی میں تھے پھر سرکار رسالت مآب ﷺ کے بعد مسلمان حکومتوں نے ترقی کی تو سات سال چائیزہ میں بھی بے پناہ ترقی ہوئی۔ شاہراہ اور شیم کا اجراء ہوا اور مغول dynasty میں بے پناہ ترقی ہوئی۔

چین میں ایک بہت بڑی صفت یہ ہے کہ اپنی حدود سے باہر نہیں نکلتے اور حضور ﷺ کی حد سے مبارک بالکل صحیح ہے کہ یہ اپنی حدود سے کبھی باہر نہیں آتے، نہ نکلتے ہیں۔ نہ پہلے کسی زمانے میں نکلے، نہ نکلتے کا ارادہ ہے مگر امکان موجود ہے۔ بہت بڑا امکان موجود ہے کہ chinese غربت و افلاس کی وجہ سے، اگر انہی جنگ ہو گئی تو اس کے اثرات کی وجہ سے خوارک ختم ہو جائے گی، پانی ختم ہو جائے گا۔ اگر دیکھیں تو حدیث میں یہ بڑا خوبصورت اشارہ ہے کہ جب یہ کیسپیئن کی جھیل سے گذریں گے تو دوسرے دن اس جھیل کا پانی ختم ہو جائے گا یعنی وہ اتنے زیادہ ہیں اور ان کو اپنے ملک سے total مہاجرت کرنی پڑے گی because of absolute barrenness of their country. There will be left nothing to eat. اب بھی یہ کہتے بلیاں تک کھا جاتے ہیں، سانپ کھا جاتے ہیں، چھپکلیاں کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح کے کسی جانور کے کھانے کی وجہ سے غالباً ان کے اندر کوئی virus create ہوگا جو راتوں رات ان کو فنا پذیر کر دے گا۔ یہ تاتاریز virus ہوگا۔ چائیزہ ایک باریک اپنی حدود سے نکلیں گے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ

”میں نے دیکھا ہے کہ ایک چھوٹا سا سوراخ ہو گیا ہے ان کی دیوار میں“

یہ اشارہ بڑا خوبصورت ہے کہ جب اسلامی تہذیب کا عروج ہو رہا تھا تو اسکے ساتھ ساتھ ہی China کا عروج بھی ہو رہا تھا۔

یہ ”یو یاف“ ہیں ان کو Yugi tribes بھی کہتے ہیں۔ فرانس کے چوک کے سامنے ان کے دو بت ایستادہ ہیں جن کو ”ییاگ“ اور ”میگاگ“ کہتے ہیں۔ یہ حضرت نوحؑ کے تیسرے بیٹے ”حضرت حام“ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کو یو یاف کہا جاتا ہے اور ان کا عروج جو عہد ظاہر ہے کہ باقی انسانوں کا زوال ہوگا اور یہ نکلیں گے صرف خوراک کے لئے اور اپنے ملک میں مکمل قحط کی صورت میں یہ لوگ نکلیں گے اور پھر چھوڑیں گے کچھ نہیں۔ کیونکہ اللہ نے حضرت

بھٹی سے کہا کہ اے بھٹی اب میں اپنے ان زبردست بندوں کو لا رہا ہوں جن سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں لڑ سکے گی۔ ان سے مسلمان بھی مطلوب ہو کر حضرت بھٹی کی معیت میں پھاڑوں کی پناہ میں جائیں گے۔ پھر حضرت بھٹی کہتے ہیں جیسا کہ میں نے آپ کو سنایا کہ مجھ سے کہا جائے گا کہ دعا کیجئے۔ پھر میں دعا کروں گا اور ان کے مرنے کی وجہ سے بدبو پھیلے گی۔ یہ total مرے گے۔ ایک ہی رات میں سارے مرے گے۔ اتنا quick اور clean virus ہو گا کہ They will all die suddenly اور اسکے بعد ان کی لاشوں کی بدبو سے زمین اٹ جائے گی۔ پھر خدا پرندے بھیجے گا اور زمین بدبو سے، تعفن سے پاک ہوگی۔ پھر ایک نئے دور تہذیب کا آغاز ہو گا۔ اللہ کا اسکے قدموں کا اور اسکے رسولوں کی تہذیب کا آغاز ہوگا۔

سوال: ڈاکٹر شاہد مسعود نے اپنی ویڈیو میں قرب قیامت کے بارے میں جو مشرکشی کی ہے تو کیا انہوں نے آپ سے کاپی کیا ہے؟ اور کیا امام مہدی کی امامت میں حضرت بھٹی نماز نہیں پڑھیں گے؟

جواب: شاہد مسعود پچارے کوئی تحقیق تھوڑی سی ہیں۔ انہوں نے کچھ ایسی چیزیں copy کیں جن کو better copy کہتے ہیں مگر اعتراف نہیں کیا کہ ہم نے کہاں سے copy کی ہیں۔ اس سے بہت پہلے ایک تقریر میں نے 1995ء میں ہندی میں کی تھی بلکہ انہوں نے بدقسمتی سے غالباً عنوان بھی اسی کا لیا ہے۔ تقریر کا نام تھا ”فتنہ آخر الزماں“ اسکے کیسٹ موجود ہیں۔ جناب شاہد مسعود سے بہت پہلے 1995ء میں میں نے تقریر کی تھی بلکہ اس کا اثر اتنا خوفناک تھا کہ 2002ء سے جو میں نے پیش گوئی کی تھی۔۔۔ تو ہوا یہ کہ جب میں تقریر کر کے باہر نکلا، باہر دعوت وغیرہ پوری تھی تو لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو چائے نہیں پی جا رہی، ہم اتنے ڈر گئے ہیں۔ وہ ایک تقریر almost شاہد مسعود نے کی۔ میں نہیں کہتا کہ انہوں نے کاپی کیا مگر کچھ واقعات انہوں نے کاپی کئے، ہیں جس کا انہوں نے کبھی اعتراف نہیں فرمایا، بہر حال ان کو میں الزام نہیں دیتا۔ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے شاید چیزیں نقل کی ہیں مگر اس میں ان کی سمجھ بوجھ شاید نظر نہیں آتی۔

میں نے آپ کو جو احادیث سنائی ہیں ان میں ایک بھی حدیث دجال کی اور حضرت بھٹی کی نہیں ہے جس میں امام مہدی کا نام لیا گیا ہو اور جتنی بھی احادیث امام مہدی کے بارے میں ہیں وہ بھی میں نے آپ کو سنائی ہیں۔ یہ ایک وجہ سے ہوا کہ آخری زمانے میں جنگوں کا جو امیر

ہوگا، جس نے وہ جنگیں لڑی ہوں گی اور جوان کا امام ہوگا وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائے گا اور لوگ حضرت عیسیٰ سے درخواست کریں گے کہ یا نبی اللہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں تو حضرت عیسیٰ کہیں گے کہ نہیں، میں تمہارے لوگوں کی شریعت کو تازہ کرنے آیا ہوں، بلکہ سبھی لوگوں کو یہ حق ہے کہ نماز پڑھاؤ۔ پھر وہ اس امام کے پیچھے خود نماز پڑھا کر یہ بات کرنا چاہیں گے کہ میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا ہوں۔

یہاں میں ایک بات آپ کو بڑی عجیب و غریب بتا دوں کہ حضرت عیسیٰ کا نزول ایک اور وجہ سے بھی ہے۔ میں اس کی تصدیق صرف اپنی ذات تک ہی محدود رکھتا ہوں۔ آپ کو پورا حق حاصل ہے کہ چاہے میں یا نہ میں اور یہ ہے کہ چونکہ کتاب اللہ میں تصرف نہیں ہو سکتا قرآن حکیم کی آیات میں تصرف نہیں ہو سکتا مگر کچھ قوانین بدل جائیں گے۔ قرآن حکیم کے کچھ قوانین بدل جائیں گے۔ کچھ "منسوخ و منسوخ" ہو گا چونکہ زمین پر کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو قرآن میں تصرف کر سکے یا مانع و منسوخ کر سکے، اسکے لیے ایک پیغمبر کی ضرورت ہے کیونکہ پیغمبر ہی "وحی" میں اللہ کے حکم سے کوئی change لاسکتے ہیں تو زمانہ آخر میں آگے آنے والی پوری حیات نئے کچھ قوانین کو لے جائیں گے اور کچھ قوانین بند کئے جائیں گے۔ اس سلسلے بھی حضرت عیسیٰ کا نزول ضروری ہے کیونکہ آپ یہ دیکھیں کہ ایک سادہ سی حدیث اور موجود ہے کہ زمانہ آخر میں مرداتے مر جائیں گے کہ عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی چالیس کی average ہوگی کہ مرد ایک ہے تو چالیس عورتوں سے اسکا مقابلہ ہوگا۔ obviously یہ صورتحال ہے تو ہمارے تمام شادی بیاہ کے قوانین بدلنے پڑ جائیں گے۔ یہ تصرف صرف ایک پیغمبر ہی کر سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ ہی یہ حق رکھتے ہیں کہ خدا کی طرف سے کسی قانون کو تصرف میں لائیں اور اللہ کے حکم کیساتھ قرآن کی کچھ آیات کو مانع و منسوخ قرار دیں گے اسلئے بھی حضرت عیسیٰ کا زمانہ آخر میں آنا بہت، بہت ضروری ہے۔

سوال: کیا عذاب کی آیات مسلمانوں کیلئے ہیں یا کافروں کیلئے..... ہمارا نام یا مولوی خدا کے سزا و عذاب سے ہی ڈراتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وہ کیوں ڈراتا ہے؟ کیا اس کو فرض و غایت مذہب نہیں پتہ کہ وہ ڈراتا ہے۔ کیا اس کو نہیں پتہ کہ خدا اپنا خوف اہل ایمان کو نہیں دیتا۔ کیا اس کو نہیں پتہ کہ عذاب کی ساری آیات اہل مکہ پر اتری ہیں؟ کیا وہ تاریخ سے آگاہ ہیں؟ کیا آپ گن گن سکتے ہو کہ اہل مکہ سے کتنے لوگ جہنم میں

گئے؟ کیا آپ گن سکتے ہو؟ چودہ، پندرہ، ساٹھ، ستر؟ سارا قرآن و ہل مکہ کے کافروں کو ڈرانے کیلئے نازل ہوا۔ سارا ان کی مخالفت میں اترا۔ مگر اسکے باوجود اس سخت وعید کے باوجود کتنے لوگ مکہ میں کافر رہے؟ کیا سب کو ایک ہی رات میں مبت کی نظر سے رسول اللہ ﷺ نے نہیں دیکھا؟ کیا ایک ہی رات میں سارے کافر مسلمان نہیں ہو گئے؟ کیا نظر آتا ہے؟

اللہ کو concern اس بات سے ہے جو اس نے آپ کو دی۔ جب اس نے عقل کو تحقیق کیا تو کہا، مجھے چل کے دکھا۔ پھر عقل ماز و اداسے اٹھائی، کھوی پھری، پٹی، خدا نے کہا: ”ہمان اللہ! میں نے کیا خوبصورت تحقیق کی“۔ پھر اس نے اٹھا کے آپ کو دے دی اور آپ کے ہاں وہ ذیل و خوار ہے۔ وہ عقل جو اللہ نے اپنے لئے دی، اپنی ترجیحات چھوڑ گئی، زندگی کی ترجیحات چھوڑ گئی۔ ایک پوری زندگی کی ترجیح تھی، قبر تک پہنچنے کی ترجیح تھی، عقل و معرفت کی ایک ہی ترجیح تھی۔ جان، بچھن، سلام و دعا، مگر ایسی بھڑکی کیا جو سلام تک نہ پہنچے۔ ایسے کیا بھولنا اللہ کو..... ایسے کیا اللہ کو بھولنا کہ زندگی بھر کبھی accountability ہی نہ آئے۔ سارے کام دنیا سے ڈر کے کئے جائیں، شیطان کی معیت میں کئے جائیں، نماز بھی تقاضے کیلئے ادا ہو۔ اعمال میں نیات ہوں گی تو فرق پتہ چلے گا۔ اعمال کبھی کسی انسان کی judgement کا ذریعہ نہیں بنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک بے عقل عبادت گزار ایسا ہے جیسے گدھا چکی کے گرد کھومتا ہے۔“ اصل چیز تو سوچ ہے عقل ہے، علم ہے۔

آپ کو پتہ ہے کہ شرع کیا ہے؟ مختصری چیز ہے۔ شرع کا مطلب یہ ہے کہ اتنا زاد راہ جو آپ کو منزل تک پہنچا دے۔ وہ تو لازم ہے کم سے کم زاد راہ جس کے بغیر تو آپ منزل تک نہیں جا سکتے۔ زندگی میں آپ کو کیا کرنا پڑتا ہے؟ پانچ نمازیں..... بس..... مرضی ہے تو روزہ رکھ لو، مرضی ہے تو غریب کو کھانا کھلا کے آ زاد ہو جاؤ۔ ”وَعَلَى الْفَرِيقَيْنِ بَطِيشَتَانِ فَلَيْتَهُمَا مَسْكِين“ ایک غریب کو کھانا کھلا کے آ زاد ہو جاؤ۔ اتنا ہی کام کرنا ہوا۔ ایک بھر کیلئے یورپ میں آپ کو ایک ایک گھنٹہ لائنوں میں کھڑا ہونا پڑتا ہے، وہ آپ کو قبول ہے۔ گھنٹہ گھنٹہ ایک روٹی کا انتظار کرنا منظور ہے، ان کی ڈانٹ سنا بھی قبول ہے اور دودھ، چار پارمنت کی ایک نماز میں کھڑا ہونا بہت دشوار لگتا ہے۔ یہ شرع تو سب کیلئے برابر ہے۔ ”الشَّرْعُ وَالشَّرْعُ“ (شرع سب کیلئے برابر ہے) مگر اس سے آگے کیا ہے؟ اس سے آگے ”عقل“ ہے، ”غور و فکر“ ہے، ”شعور“ ہے، ”صدق و صفا“ ہے، آپ خوب سوچتے ہو کہ صوفی کون لوگ ہیں۔ کیا ان کو زیادہ fast

learning ہوتی ہے مگر ان کی باتیں تو سنو۔ ان کی باتوں سے بے شعوری نہیں چلتی۔ یہ رال پٹکانے والے مجذوب نہیں ہیں۔ یہ اہل عقل ہیں۔ اعلیٰ ترین عقل کے مالک۔۔۔۔۔ کسی نے شیخ ابو حذافہ سے پوچھا۔ ”مروا لگی کیا ہے؟“ حذافہ نے مندی کیا ہے؟ فرمایا۔ ”أَذَاءُ الْإِنصَافِ“ (کہ لوگوں سے پورا پورا انصاف کرنا۔) ”وَسَرَكَ الْمَطَالِبَةَ الْإِنصَافِ“ (اور اپنے لئے کسی انصاف کے مطالبے کو بھی ترک کرنا۔) انہوں نے فرمایا کہ مروا لگی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے ایسی خوبصورت بات کہیں سے سنی کہ مروا لگی اور حذافہ نے مندی یہ ہے کہ جس کو صحیح معنوں میں خدا کا بندہ بننا ہے وہ دوسروں کا حق پورا ادا کرے اور اپنے حق کیلئے کسی انسان سے مطالبہ نہ کرے۔ ایک دوسرے صاحب نے فرمایا۔ ”تم جانتا پاتے ہو کہ خدا کی محبت کیا ہے؟“ ”الضَّغَاءُ صَفْءُ الْأَخْبَابِ“ کہ اللہ کے دوستوں کی صفت، محبوبیت کی صفت صفا ہے وہ لوگ جو اللہ سے پیار رکھتے ہیں ان کی صفت ہے صفائے قلب۔۔۔۔۔ اور یہ کیا چیز ہے؟ ”وَهُمْ شُعُومٌ“۔۔۔۔۔ اور یہ وہ آفتاب درخشاں ہے جس پر نہجی بادل کے سائے نہیں پڑتے۔

خواتین و حضرات! ”خوبصورت لوگوں کی خوبصورت باتیں“۔۔۔۔۔ آپ کو تو صرف چھوٹا سا کام کرنا ہے، آپ کو شیخ عبدالقادرؒ نہیں جانا، بل بن عثمانؒ جویری نہیں جانا، ابو الحسن ثناءؒ نہیں جانا، معین الدینؒ نہیں جانا، چلو وہ تو اپنے مقام پر ہیں۔ آپ کو تو چھوٹا سا کام کرنا ہے آغاز ہی کرنا ہے، صرف ایک مرتبہ۔۔۔۔۔ صرف ایک مرتبہ غلوس قلب سے۔۔۔۔۔ جیسے اللہ فرماتا ہے، ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ“ ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہو، محبت سے، انس سے، اخلاص سے، مجھے ایک مرتبہ ہی ایسے یاد کر لو۔ ”أَوْ أَشِدَّ ذِكْرًا“ اللہ کہتا ہے کہ دیکھو میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں محبت چاہتا ہوں، محبت کرتا ہوں، میں غلوس چاہتا ہوں، غلوس دیتا ہوں، اسلیئے میرے لئے دوسرا گمان نہ کرو۔۔۔۔۔ جانوروں کا سا۔۔۔۔۔ یہ میری insult ہے کہ میری رحمت کے ہوتے ہوئے میری محبت کے ہوتے ہوئے تم ڈرتے اور کانچے رہو۔ ایک اللہ کے ولی ڈرتے بہت تھے۔ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ بے حد و حساب ڈرتے تھے پھر فوت ہو گئے۔ کسی اور ولی نے خواب میں دیکھا کہ اللہ نے کہا: ”اچھا تم زندگی میں مجھ سے بہت خوف کھاتے رہے یہاں بھی خوف کھاتے رہو۔ یہاں بھی ڈرتے ہی رہو گے۔ میں نے کب کہا تھا تمہیں ڈرنے کو، میں تمہیں محبت کا کہتا تھا۔ تم خوف سے مرتے رہے ہو۔ میرا کیا قصور ہے اس میں۔“ اللہ کہتا ہے کہ: ”میں تو یہ کہتا ہوں: ”فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ“ مجھے ایسے یاد کرو، جیسے

اپنے آباؤ اجداد کو کرتے ہو۔ پیار سے مانس سے، ”أَوَاشِدْ ذُنُكُوا“ ذرا نیا دہتا کر ایسے لگے کہ تم ہر چیز سے بڑھ کے مجھیا د کرتے ہو۔ اللہ کی حرص تو آپ کے ساتھ یہ ہے۔ ”لَنْ تَسْأَلُوا الْبِرَّ حَتَّى تَنْفَقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ“ تم میری محبت نہیں پاسکتے، یہ مراوجہیں مل نہیں سکتی جب تک کہ میرے لیے باقی بچتیں قربان نہ کرلو۔ خواتین و حضرات سال کی بات ہے۔ اس اللہ کو آپ، چارو و قبار و قبر میں شکر کرتے ہیں۔ اول و آخر محبت کی باتیں کرتا ہے۔ سب سے بڑا romantic تو اللہ خود ہے۔ سب سے بڑا romantic ہے وہ۔ ساری باتیں محبتوں کی کرتا ہے۔ وہ آپ کو نہیں ڈراتا۔ مسلمانوں کو نہیں ڈراتا۔ یہ غضب اور قہر دوسروں کیلئے ہے۔ آپ بتاؤ کہ ایک شخص اللہ کو ماننا ہی نہیں ہے تو وہ کس چیز کی رحمت کی توقع رکھتا ہے۔ ”قُلْ يَعْزِدُ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ“ اللہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے بہت گناہ کئے ہوں گے، ضرور کئے ہونگے۔ میں جانتا ہوں۔ ”فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ“ کوئی احتیاج اپنے آپ کو پاکباز نہ کہے۔ خدا کہتا ہے۔ ”فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ“ یہ دعویٰ پاکیزگی اور تقدس۔۔۔۔۔ یہ سب سحرا۔۔۔۔۔ یہ جوا لگی۔۔۔۔۔ تم میں سے کون ہے جو مقدس نکلے؟ کون اتنا مجرب ہے جو میرے سامنے پاکیزگی کا دعویٰ کرے؟ کوئی اپنے آپ کو مقدس نہ کہے۔ ”هُوَ أَعْلَمُ بِعَنِ النَّفْسِ“ یہ کوئی دوست ہی کہہ سکتا تھا، اگر میں کسی دوست کے سامنے، بچپن کے دوست کے سامنے، جوانی کے دوست کے سامنے بزرگی کے دوست کے سامنے یہ دعویٰ کروں کہ میں تو بڑا پاکیزہ ہوں تو دوست کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم کتنے پاکباز ہو۔

خدا کہتا ہے کہ میرے سامنے دعویٰ نہ کرو پاکیزگی کا۔۔۔۔۔ ”هُوَ أَعْلَمُ بِعَنِ النَّفْسِ“ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم کتنے پاکباز ہو، میں تمہیں اس دن سے جانتا ہوں جب میں نے تمہیں زمین کے دامن میں رکھا۔ بڑی پرانی بات ہے، یہ دوست بڑا پرانا ہے۔ ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الْفُجُورِ لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَّذْكُورًا“ میں اس دن سے جانتا ہوں جب تم کوئی قابل ذکر نہ تھے۔ ایما proteus تھے۔ Parametia caratum تھے۔ ایک غیر معقول سنگل سیل کی شکل میں تھے۔ تم تھے کیا اس وقت؟ ذلیل و رسوا۔۔۔۔۔ گدے اور بدبودار کچھڑ میں تم دفن تھے۔ تم کیسے یا راپاک ہو سکتے ہو، ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ“ پاکیزگی کے دعوے نہ کرو، مجھے پتہ ہے کہ تم سے خطائیں ہونگی، میں نے تمہاری خطائیں لکھ لی ہیں۔ نوٹ کیا ہوا ہے۔ ذرا بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرنا۔ ”وَلَمْ يَبْصُرُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ“ اپنے گناہوں پر اصرار

نہ کرو۔ جب تم ضد کرتے ہو کہ یہی کرنا ہے، یہی کرنا ہے تو پھر کر لو۔ میں تو پھر اس کو لکھ لوں گا اور ضد نہیں کرنا۔ بڑا گناہ ضد کرنا ہے، کسی خطا پر مستحق ہوا ہے۔

کوئی چھوٹا گناہ اس وقت بڑا گناہ ہو جاتا ہے جب اس پر آپ ضد کرتے ہو اور بڑا گناہ، چھوٹا گناہ ہو جاتا ہے جس پر گزرتی ہوئی ہوا کے جھوٹے کی مانند آپ گزر جاتے ہو۔

گناہوں میں بس اتنا سا فرق ہے۔ ”الْعَيْنُ مِنَ الْجَعَلَةِ الْخَطَرَاتِ وَالْعَيْنُ مِنَ الْجَعَلَةِ الْوَسْطَانَاتِ“ ”عینِ جاب“ کی طرح تھوڑا سا دل پر پڑا اور پھرتا رہ گیا، مگر ”عین“ میں نہ پڑو۔ مستحق کسی ایسے میں نہ پڑو۔ رجوع کرتے رہو اللہ کی طرف۔ رجوع رحمت کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمت کی طرف۔ فرمایا: ”قُلْ بِعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ“ بڑے گناہ کئے، بڑے ظالم ہوئے تم، بڑے خسیس و خبیث نکلے۔ ”كُونُوا أَقْرَدَ خَسِيسِينَ“ بڑے خسیس نکلے مگر دیکھو، سب گناہوں سے بڑا ”ایک گناہ ہے۔ صرف ایک گناہ۔“ ”قُلْ بِعِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ میری رحمت سے مایوس نہ ہوا، اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں، کوئی گناہ کہہ دو مگر اس سے بڑا نہیں ”لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ خدا کی شناخت نہ چھوڑنا، بخشنے والے کی پیچ نہ چھوڑنا، اس دامن کو نہ چھوڑنا جس پر تمہاری ساری فلاح و مغفرت مارتی، اسے کبھی نہ چھوڑنا، ماسلیے کیا اصول ہے، قانون ہے ”إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا“ ”بے شک میرا قانون یہ ہے کہ میں تمام گناہ معاف کرتا ہوں، totality میں ان کو معاف کرتا ہوں، ”جمیعاً“ اسی لیے تو مجھے کہتے ہو کہ ”إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“ اسی لیے تو میں غفور رحیم ہوں۔ اگر آپ غفور رحیم ہوتے تو لوگوں میں حتی محبت سے مشغول ہوتے۔ میں تو تم سے بہت بڑا ہوں، بڑا عظیم ہوں، مجھے اپنے اسمائے گرامی کی بھی تولد رکھنی ہے۔

مگر خواتین و حضرات اب ایک شخص قبر تک پہنچتا ہے فرشتے پوچھتے ہیں: ”مَنْ رَبُّكَ“ ”وہ کہتا ہے: وشو، شیوا، درجا، سرسوتی۔ کائی۔۔۔ وہ گھنٹا ملبی سونہ والا۔۔۔ اب اللہ اور کیا کرے؟ اللہ اور کیا کہے؟ بھیجی جس شخص کو پیچن ہی نہیں ہے کہ اے بخشے والا اللہ ہے۔ اللہ قبر میں آواز دیتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا، اس کو پتہ ہی نہیں ہے کہ بخشے والا کون ہے؟ خواتین و حضرات اوہ پھر آپ سے اعراض کرنا بجا اور بدترین سزا جو اللہ کی بندے کو دیتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کو بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور ہم خدا کی یاد میں مستقل

رہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ولی اللہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو تم صبح و شام تسبیح کرتے رہتے ہو تو کبھی اللہ نے بھی تمہیں یاد کیا ہے۔ اُس نے کہا: ”رب کعبی قسم ہے کہ وہ مجھے یاد کرتا ہے۔“ تو اُس نے کہا کہ تمہیں کیسے پتہ لگا۔ اُس نے کہا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ وہ کہتا ہے: ”فَإِذَا كُنْتُ أَدْكُرُكُمْ“ (تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔) بھلا اللہ کا وعدہ بھی کبھی غلط ہو سکتا ہے۔ کبھی اللہ کا لفظ بھی غلط ہو سکتا ہے۔

خواتین و حضرات! اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو کونسا کام اچھا لگتا تھا۔ فرمایا: ”تھوڑا مگر متواتر۔“ پھر عبد اللہ بن عمرؓ نے بڑے روزے رکھے کہ بتا کر پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”تم ۱۰ کا کام کر جتنا نفس تجھ پر بوجھ اٹھا سکے۔“ کم از کم ہم سب میں سب استطاعت اتنا تو ہے کہ ہم اللہ کو تھوڑا بہت راضی کرنے کیلئے دن و رات میں کبھی اُسے یاد کر لیا کریں۔ جب آپ یاد چھوڑتے ہو تو خدا آواز دیتا ہے کہ اے میرے بندے! آج مجھ سے کون زیادہ عزیز ہو کر میری یاد بھی بھول گئے۔

سوال: کسی کی غیر موجودگی میں اس کیلئے دعا کرنا کیسا ہے؟
 جواب: دعا ضرور قبول کی جائے گی کسی کی غیب میں۔ مگر یہ نہ ہو کہ اگلے دن آپ اُسے بتا شروع کر دو کہ میں نے تمہارے لیے دعا مانگی تھی۔ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالسَّعْيِ وَالْأَذَى“ تو اپنی اچھی باتیں اور صدقات بتا کر اور جتنا کر ضائع مت کرو۔ ایذا پہنچا کر ضائع مت کرو۔ اگر آپ واقعی کسی کیلئے غفلت میں تو مجھے یاد آیا کہ جناب حضرت علیؓ بیٹے تھے۔ ایک شخص بڑی تیزی سے پاس سے گزرا تو حضرت علیؓ نے پوچھا ”بھئی! اتنی جلدی کیا، رکو تو سہی۔“ اُس نے کہا: ”یا علی! بھائی قریب المرگ ہے۔ میں بہت پریشان ہوں، اُس کیلئے عبادت کر لوں۔“ تو علیؓ نے فرمایا: ”چاہے نہیں ہو کہ بھائی شظا پائے۔“ وہ رکا، اُس نے کہا: ”علی! تمہیں ایسے وقت پر مذاق سوچ رہا ہے۔ بھلا کون نہ چاہے گا کہ وہ شظا پائے۔“ کہا: ”میرے پاس آؤ، ایسے دعا مانگو۔“

”يَا حَلِيمُ يَا حَكِيمُ اشفِ فلان ابنِ فلان“

یہ جناب علیؓ نے اُس کو دعا عطا فرمائی۔

دوسروں کیلئے دعا کرتے ہوئے ہم غیر جانبدار ہوتے ہیں یا ہمارے emotions خالص ہوتے ہیں۔ جیسے ہم بد دعا میں personal ہوتے ہیں، اسی طرح دعا میں ہم ایک

پر غلوس emotions کے مالک ہوتے ہیں۔ اپنے لئے دعا مانگتے ہوئے ہم لاعلمی کا شکار ہوتے ہیں۔ بڑی غور طلب بات ہے کہ جب ہم اپنے لئے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں تو ہماری ایک immediate خواہش ہوتی ہے۔ فرض کرو ایک خاتون دعا مانگ رہی ہے کہ یا اللہ! جلدی کرنا، میرا کہیں سلسلہ ہی بن جائے اور خدا جلدی کروتا ہے مگر اس نے یہ تو نہیں دعا مانگی، کہ سچ میں اللہ کرے میری سات دن بعد divorce نہ ہو۔ جس طرح ایک مرد دعا کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے بڑی حسین بیوی دے دے، وہ اسے قبول ہے پھر بھی اللہ میاں اس کو دے دیتا ہے۔ تھوڑے دن بعد وہ آفت کی پرکاشی کا لالچتی جاو رہا اس سے پتا ہاںگ رہا ہوتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ سارے رزق کے معاملے میں، اپنے personal، معاملے میں، reference، personal سے سوچتے ہوئے ہم کسی محیر علم کے مالک نہیں ہوتے اور دعا میں اللہ نے یہ قانون لگایا ہے کہ اللہ آپ پر مہربان ہے آپ کا دوست ہے تو generally آپ کی دُعائیں قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ واقعی angle، local، local تہر سے دُعائیں مانگتے ہو اور اللہ آپ کی پوری زندگی کا ماطہ کئے ہوئے جاو رہا قانون یہ ہے کہ ”تُحِبُّ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ“ ہم تمہیں خدا کرے تم سے میں لڑنے کا حکم دیتے ہیں اور تم کراہت کھاتے ہو اور سنو اصول یہ ہے کہ

”وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ“

(کسی چیز سے تم کراہت کھاتے ہو اور اس میں خیر ہوتی ہے)

”وَعَسَى أَنْ تَحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ“

(اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو اور اس میں شر ہوتا ہے)

”وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“

(اللہ جانتا جاو رہا تم نہیں جانتے)

اگر کسی کی دعا قبول نہیں ہو رہی تو اس کی صرف یہ سچ ہوتی ہے کہ ہم نہیں جانتے، مگر اللہ جانتا ہے۔ اسکے علاوہ کوئی دعا قبول نہیں کی جاتی، مگر suspend کر دی جاتی ہے۔ ہر دعا کا اجر لکھا جاتا ہے۔ جتنی suspend ہوگی اتنی آسانوں پر درج ہوگی۔ اللہ اس کا ثواب رکھ چھوڑتا جاو قبول وہ دعا نہیں کرتا ہے جو آپ کی زندگی کیلئے بہتر ہوں بشرطیکہ آپ نے اس کو خدا جان کے اس سے دعا مانگی ہو۔

سوال: Negative thinking کو Positive مختصر ترین طریقے سے کیسے کیا جاسکتا

ہے

جواب: accountability کا centre دو چیزوں سے ہے۔ اعتدال سے اور مرکزی تصور سے۔۔۔ کیونکہ ذہن کھرا رہتا جائے اس کے لیے ایک مرکزی تصور چاہیے۔ دو standards ہیں۔ وہ دو standards میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی زندگی کے رہنما ہیں۔ آپ مسلمان ہیں تو آپ کیلئے تو تکلیف کی بات نہیں ہے کہ آپ accountability کا centre اللہ کو جانیں اور اعتدال کو خدا کی صفت سمجھیں۔ ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ کیا ہم اعتدال پر ہیں یا ہم نے واقعی اپنی زندگی کی جوابدہی کیلئے کس چیز کو چنا ہے۔ کیا میرا self مجھے کسی چیز کیلئے force کر رہا ہے یا میں نے خدا کی روشنی میں فیصلہ کیا ہے؟ یہ دو چیزیں آپ کی تمام ہر کیلئے ہدایت نہیں گئی۔

اگر عمل سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے آپ یہ سوچ لو کہ اسکی accountability کیا ہے۔ اسکے بارے میں اللہ کیا کہتا ہے اور extremity سے بچ کر تو آپ اعتدال پر ہو۔ آپ کا اعتدال، آپ کا human test ہے یہ جو اللہ نے کہا: ”أَحْسَنُ تَقْوِيمٍ“ تو یہ آپ کو چاہیے۔ اعتدال چاہیے۔ معتدل مزاج چاہیے۔ کسی قسم کی بھی extremity آپ کو اپنے آپ سے بھی دور کر دیتی ہے اور خدا سے بھی دور کر دیتی ہے۔ These are only two points which are very very interesting. اور اس میں reference کیلئے جب آپ کو doubt ہو کہ کس سے reference کرو۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کو دس دن کے بعد اللہ کی یاد آئے تو وہ غلوں سے گناہیں۔ یہ جو تسبیح الہیہ کو آپ Incessing, continuous, reference سمجھتے ہیں۔ ایک تسبیح اللہ کو بارہی ہو تو اس کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ مگھو شام، دوپہر، بر وقت میری یاد میں معروف ہے، یہ بھی سے guidance طلب کرتا ہے، رحم طلب کرتا ہے تو Positive thinking اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ اس کی تمام رہنمائی اللہ سے شروع ہو اور بندہ معتدل رہے۔

سوال: قدرت اللہ شباب نے جو روحانی تجربات لکھے اس کے بارے میں آپ کی رائے جانا چاہ رہے ہیں۔

جواب: as a general human being he was ok. اب بھی ہمارے ہاں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، جو پڑھے لکھے ہوتے ہیں، دانشور ہوتے ہیں۔ ان میں علیحدت و فضیلت تھوڑی بہت mix ہوتی ہے مگر جہاں تک تصوف کی بات ہے شاید شباب صاحب کو اس

میں کوئی جگہ ایسی نصیب نہیں تھی جسکے لئے اکو credit دیا جاتا ہے۔ تصوف کے کچھ بنیادی scientific اصول ہیں۔ یہ Science of the sciences ہے۔ اُس لحاظ سے جتنا بھی آپ پڑھو گے یا جتنے بھی انکے تجربات کے ذکر ہیں یہ محض obsessions تھے ہیں۔ اس میں کسی قسم کا تصوف کا کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ as a gentleman, yes! he should be respected, regarded, اور اگر وہ تسبیح پڑھ رہے ہیں اور آپ کو دے رہے ہیں تو بھی قابل قبول ہے کہ ”لَعَنَّا تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (تم وعادت کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو) جو کچھ وہ as a mystic دینے کی کوشش کریں تو میرا خیال ہے کہ یہ بڑا مشکل ہے کہ ان کو mysticism کے کسی corner میں fit کیا جائے۔ There is no way, nothing at all.

اسی طرح میں جناب واصف علی واصف صاحب کو بھی جانتا ہوں۔ جہاں تک ان کا مطالعہ و علم ہے..... he is literally esteeth..... انکے علاوہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ اگر ہم انکے تصوف کے معیارات کا اندازہ لگائیں تو ان کا تصوف سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔ جیسے بیعت پر اصرار ہے، دوسری چیزوں پر اصرار ہے تو اس قسم کی کوئی چیز تصوف میں exist نہیں کرتی بلکہ آپ دیکھو کہ شروع میں تمام صوفیاء individulas تھے اور ان کی کہیں بیعتیں وغیرہ نہیں تھیں جیسے حضرت رابعہ بصریؒ ہیں، ذوالنون مصریؒ ہیں، خولجہ حسن بصریؒ ہیں، سری سقطیؒ ہیں، حضرت بایزید بسطامؒ ہیں تو ان کے کوئی استاد نہیں تھے۔ ان کا استاد اللہ تھا اور یہ محبت و انس سے آپس میں بات کر لیتے تھے مشورت لیتے۔ بیعت تو بہت دنوں کے بعد آئی۔ جب جنید بغدادیؒ پیدا ہوا اللہ نے کہلائے تو پھر ان کے مریدین کا سلسلہ شروع ہوا، ورنہ پہلے کسی کی کسی سے کوئی بیعت نہیں ہوتی تھی مگر چونکہ خدا کے رستے میں بہت سارے استاد موجود تھے۔ شرفاء اور انکے معزز موجود تھے جیسے حضرت سید علی بن عثمان جہیریؒ فرماتے ہیں کہ میں خراسان کے پہاڑوں سے گزرا تو تین سو ساٹھ اللہ کے ولی عبادت کرتے ہوئے نظر آئے۔ کچھ خوش نظر، کچھ خوشحال، کچھ خوش مقام تھے۔ میں نے تھوڑا تھوڑا سب کو دیکھا، تو یہ تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کے دوستوں کا کچھ نہ کچھ آپ یقین کرتے ہو کیونکہ طریق فرجہا ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی نور یہ سلسلے کا بزرگ ہے تو اس کا طریق قرآن ہوا۔ جیسے تحسینیہ سلسلہ ہے، ان میں احتساب بہت کرا ہے۔ اس طرح مختلف صوفیاء، جو اعلیٰ ترین صوفیاء گزرے ہیں وہ زندگی کی ایک چیز کو اصول بنا لیتے ہیں اور اسکی مثال یہ ہے کہ حضور اکرم

ﷺ کے پاس کوئی شخص آیا اور پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایک بات بتائیے جس کو میں ساری زندگی follow کروں“ فرمایا: ”جھوٹ نہ بولو، تو کچھ عرصے کے بعد وہ پلٹا اور کہا کہ میں تو عذاب میں پڑ گیا۔ ایک جھوٹ نہ بولنے کی وجہ سے مجھے سارے ہی گناہ چھوڑنے پڑ گئے، تو اصولاً ایک بھی چیز اگر آپ اپنے آپ میں ڈھالو گے تو وہی آپ کو ایک مضبوط اور ہمہ گیر approach دے گی اور اخلاق کو بہتر بنانا تصوف ہے تاکہ خدا سے آپ کی دوری نہ ہو جائے۔ تمام بڑے صوفیاء کے نزدیک تصوف عرف اخلاق کا نام ہے۔

سوال: یہ جو طامچی سلسلہ ہے اور جس طرح سرمد اور منصور کا معاملہ ہے تو یہ کیا ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ تصوف science ہے۔

جواب: منصور علانی کے بارے میں جو ہر وقت دو opinion رہیں اور I personally would have good opinion about him. intellectualism کی جس بنیاد پر وہ کھڑا تھا اس میں ملامت کا جو دعویٰ اس نے کیا وہ کسی صورت پختہ کار دعویٰ نظر نہیں آتا۔ یہ کہنا تو بڑا آسان ہے علانی کی طرح کہ I'm the truth, I'm the reality, I'm the God. confusion نظر آتی ہے۔ ویسے تو اسکے ہم عصر دو historians ہیں جس میں تفسیر اور ابن ندیم..... ان کا خیال یہ ہے کہ جب انڈیا کی سیاحت کر کے واپس آئے تو وہ بہت سی tricks اور momentary اپنے ساتھ لائے۔ He was very intelligent اس کی شاعری بھی بہت اچھی ہے اور اس شاعری میں کچھ آسان چیز لگتی ہے کہ مضموناً نہ شاعری ضرور ہے۔

میرے شیخ سید علی بن عثمان جو برائے اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں۔ اسکے باوجود جدید دور میں جو کچھ ملامت میں آ رہا ہے، میں شیخ کی رائے کے باوجود نہیں سمجھتا کہ He had a very right opinion. خاص طور پر میں دیکھتا ہوں کہ اس نے اپنے فکر میں ایک چھوٹا سا کعبہ بنایا ہوا تھا اور لوگوں کو کہتا تھا کہ اس کا بھی حج کر لو تو یہ کعبے کے حج کے برابر ہے۔ ”لامتیہ“ کا مطلب بالکل غلط سمجھا جاتا ہے۔ ”لامتیہ“ کا مطلب یہ نہیں بلکہ اپنے آپ کو خدا کے حضور میں ذلیل رکھنا، ذلت و پستی دینا یا خلق سے گریز کرنا، یا تعریف و توصیف سے گریز کرنے کا نام ملامت ہے کہ جو ملامت سے خوشی پائے اور شیخ بابریہ بسلامت سے ”لامتیہ“ کا آغاز ہوا ہے۔ سیدنا جویریہ نے بھی ایک واقعے میں ملامت کی وجہ سے ایک دل کی گرہ کھلنے کا ذکر کیا ہے۔ شیخ بابریہ

کا بھی ذکر کیا ہے کہ جب وہ وطن لوٹے تو بے تحاشہ دنیا ان کے استقبال کیلئے بڑھی اور پھر انہوں نے ایک روٹی کا ٹکڑا رمضان میں کھلا شروع کر دیا تو لوگوں نے کہا کہ جو اتنا بدتمیز ہے کہ رمضان کا احترام نہیں کرتا وہولی کیسے ہو سکتا ہے اور سارے پلٹ گئے تو خلق کی ملامت کے عوض اپنی ملامت کی گرہ کشائی کرنا، مگر ”ملاحظہ“ بڑا dangerous رسم ہے کہ اس میں ایک فیصد سچے اور ننانوے فیصد جھوٹے ہوتے ہیں اور ملامت کے نام پر ہمیشہ خلقت کے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہوا ہے۔ آج کے دور میں تو اسکی ویسے ہی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

Religion and Present Trends of Cultural Enlightenment

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

خواتین و حضرات! تحویزی سی cultural disturbance کی وجہ سے، جب
صبح کے اوقات بد لے، میری طرف سے یہ معذرت قبول فرمائیے کہ چٹنی کے دن اور آرام
کے دن آپ کو اتنی جلدی اس speech کے سننے کیلئے زحمت دی۔ یہ بہت بڑا cultural
difference ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام جدید cultural differences کو قبول نہیں
کرتا مگر جب آپ رات بہت لیٹ سوئیں گے، صبح بڑی دیر سے اٹھیں گے اور سوئے رہیں گے تو
حضور ﷺ نے فرمایا..... (میں دو احادیث آپ کی تسلی کیلئے بیان کر رہا ہوں۔ آپ کی اجازت کیلئے
نہیں بیان کر رہا.....) کہ ”اللہ نے قلم اٹھا لیا اس پر سے جو بچہ ہے جو سویا ہوا ہے اور جو مجھوں

ہے۔“ پھر جب ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”نماز جب ملے پڑھ لیا کرو۔“ تو اصحاب رسول ﷺ کو بڑی خوشی ہوئی کہ صبح کی نیندیں اس وقت بھی بڑا problem تھیں اور اس میں اتنی کھلی اجازت حضور گرامی مرتبت ﷺ نے بخشی کہ چھوڑا نہ کرو، جب آنکھ کھلے نماز پڑھ لیا کرو۔

”culture“ عجب ہے۔ مگرے سمندروں میں جیسے اچانک

کوئی مچھلی اچک لے اور پھر وہی خاموشی ہو جائے تو تہذیب کے سکوت کے دامن سے کبھی کبھی کوئی خیال آور شخصیت اس طرح ختی ہے کہ تھوڑی دیر پہلے اس میں ہلچل آتی ہے اور پھر وہی خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔“

جتنے بھی 'cultural aspects' ہیں وہ تہذیب کے دامن میں حیرانگی کا اثر پیدا کرتے ہیں۔

”ایک جراثیم خیال ہے، اظہار نو ہے جو یکسانیت سے اور زندگی کے فرسودہ نظام سے اور تہذیبوں کی پائیدار روایتوں کے دامن سے ایک بناوٹ، ایک فلقشار، ایک حادثہ، ایک سانحہ ہے۔“

اور اس پوری ثقافتی سوچ کی اس وقت تک، کوئی پائیدار حیثیت پیدا نہیں ہوتی، جب تک کہ

تہذیب اسے پہچان نہ لے لیا اس کے مطابق اپنے اندر تبدیلی نہ کر لے۔ یوں سمجھئے کہ

”culture ایک صاف ستھرے پانی کا پیازی مار ہے، جو اچھلتا کودتا،

نکرتا، بھرتا، بکھرتا ہوا، جب زمین پر اترتا ہے، میدانوں میں آتا ہے تو

پھیلتا ہے اور ست ہو جاتا ہے۔“

کلچر اور تہذیب میں یہ بنیادی فرق ہے کہ اس کی پیازی منزل کو ہم کلچر کہتے ہیں اور اسکے زمین میں

نفوذ کو، پھیلاؤ کو، میدان میں دریاؤں جیسی وسعتوں کو ہم تہذیب کہتے ہیں۔

تہذیب اور کلچر میں بنیادی فرق ہوتا ہے۔ کسی بھی individual کا کسی بھی

situation سے پور ہو جانا اور زندگی کے اداس لمحوں میں کوئی نئی اور تازہ کاوش کرنا، حالات کو

بدلتا، رسم و رواج کو بدلتا ایک cultural effort ہوتی ہے۔ کلچر اس نوعی جزل کی بناوٹ کی

طرح ہے کہ جو کامیاب ہو جائے تو ہیر و اور پٹ و عمن اور اگر کام ہو جائے تو خدار و عمن اور گردن

زنی ہوتا ہے۔ ثقافت بڑی funny definition رکھتی ہے۔ بظاہر grammatical

speaking یا اس کے dictionary origin کے مطابق سادہ سی زمین کی کاشت یا

مخصوص انداز یا مخصوص ماحول میں کسی جرثومے کی افزائش کو کلچر کہتے ہیں اور یقیناً society کے دامن میں، تہذیب کے دامن میں جب کوئی نیا جرثومہ کوئی جگہ بناتا ہے تو وہ نیا کلچر ہوتا ہے۔ نیا مینڈیا یا تمام ذاتی fashions تمام علوم کی معرفت، تمام mannerism کلچر سے پیدا ہوتے ہیں۔ کلچری زندگیوں کے تو امر کو توڑنا ہے۔ کلچر کا امتحان زمان و مکاں میں ہے۔ بسا اوقات ثقافت یا کلچر تہذیب کا بالکل اسی طرح جزو بن جاتی ہے جیسے برصغیر میں ہندومت اتنی گہری جڑیں رکھتا تھا کہ اس نے اپنے اندر کسی ثقافتی مذہب اور تہذیب کو پیدا نہ ہونے دیا۔ نداس نے بدھ مت کو چھوڑا، نہ چین مت کو چھوڑا اور مسلسل ایک ہزار سال کی جدوجہد کے بعد وہ اسلام سے خدائے واحد کا تصور تو نہیں چھین سکا مگر ہماری زندگیوں میں، ہمارے چھوٹے چھوٹے معمولات میں ایک بھر پور انداز میں ہندو اثرات وارد ہونا شروع ہو گئے اور ہیں اور یہ دونوں تہذیبوں کے تصادم کی وجہ سے ہے۔ Islamic culture کی وجہ سے جو برصغیر میں آیا اور اس کی واحدانیت کے culture نے، مساوات کے culture نے اتنی تیزی سے لوگوں کو متاثر کیا کہ آج بھی ڈیڑھ دو ارب سال کے اس تہذیبی پس منظر میں cultural aspects کی وجہ سے اور مذہبی culture کی وجہ سے بچپس کروڑوں لوگ مسلمان ہیں جو کسی زور و جبر سے مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اسلام کے اصولوں کی اس تازگی کی وجہ سے ہوئے، اس cultural force کی وجہ سے ہوئے جو اس فرسودہ "اصنام پرست" تہذیب کے دامن میں ایک نیا شگوفہ تہذیب تھا۔

بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ culture پر وفسروں کا ڈھونگ ہے، ادا ہے، ٹینک ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہ معتبر علمی شخصیتیں اپنے انداز و بیان میں کچھ علمی علیحدگی تخلیق کرتی ہیں اور اس وجہ سے ہر یونیورسٹی اپنے ماحول کا ایک نیا cultural flow دیتی ہے۔ قائد اعظم یونیورسٹی کچھ اور سکولر کلچر دے رہی ہوگی اور پنجاب یونیورسٹی کچھ اور کلچر دے رہی ہوگی۔ پروفیسر Wan Dieg نے کہا کہ "کلچر" پروفیسروں کی تخلیق ہے اور پروفیسروں کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس سے اپنے جیسے پروفیسر بنائے جائیں جو تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد پھر اسی قسم کے پروفیسر تخلیق کرنا شروع کریں۔

کلچر تہذیب کے وجود سے علیحدہ پنپ نہیں سکتا۔ بعض اوقات کلچر موسمی تغیرات سے پیدا ہوتا ہے مگر کم علمی اور جہالت اسے کسی نہ کسی مذہب کا جزو بنا دیتی ہے جس قبیل حالات، جنگی، سورج کی حدت، موسم گرما کی شدت جب انسان برداشت کرتا ہے تو تھوڑے سے عرصے

کھینچے جب تازہ ہوا چلتی ہے تو پچھلے بوزھے جوان سارے چھتوں پر چڑھتے ہیں، ہوا enjoy کرتے ہیں اور اسکا نام بظاہر موسمی حالات کے تحت بہت زور رکھا جاتا ہے اور ایک بڑی cheap (سستی) سی مشغولیت، ایک سناگر شاید واحد کھیل جو صرف یہاں (برصغیر میں) ہی نہیں بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی جائیں گے جہاں ہوا چلے گی پتنگ بازی کے شوقین ضرور پتنگ اڑائیں گے مگر کم علمی کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نے اسے enlightenment کا حصہ بنا لیا ہے اور کسی نے اسے مذہبی جنون کے خلاف کوئی بڑی کارکردگی سمجھی ہے اور قطع نظر اس بات سے کہ وہ بچے جو پتنگ اڑا رہا ہوتا ہے نہ ہندو ہوتا ہے نہ مسلمان۔۔۔۔۔ وہ ابھی اپنی شعوری گرفت میں نہیں آیا ہوتا۔ اگر کوئی بہت احتیاطی طور تو گے تو میرا خیال ہے کہ اپنے نظام برقیات کو بچانے کیلئے کوئی بندوبست کرنا چاہیے چہ جائیکہ آپ ایک چھوٹے سے weather change کو اتارنا یا اخلاقی، قانونی اور مذہبی عنصر بنا لو۔ ایک اور بڑے خوبصورت پروفیسر تھے، انہوں نے کہا:

”غریب کو کلچر سے کوئی واسطہ نہیں۔ غریب سے کہہ دو کہ کلچر تمہارا نہیں

ہے۔ مذہم culture کھا سکتے ہو نہ بچ سکتے ہو، اسلئے تمہارا کلچر سے کوئی

واسطہ نہیں۔ تم بڑے وارر بنا کر دے غریب لوگوں کو کلچر تمام تر تمہاری بنیاد پر سی

کھڑا ہوتا ہے اور سب سے زیادہ وہ تمہیں ہی neglect کرتا ہے۔“

کبھی کبھی کلچر highest education کے مخصوص انداز کو کہتے ہیں، علم و ادب کی معرفت کو کہتے ہیں۔ ”قون لطیفہ کی معرفت کو کہتے ہیں۔ پھر جو لوگ ان میں involve ہوتے ہیں وہ colleges اور وہ یونیورسٹیاں اپنے انداز فکر کو جدا کر لیتی ہیں، moods جدا کر لیتی ہیں، انھیں بیٹھنے کے انداز میں فرق آ جاتا ہے۔ آرٹس مختلف انداز سے behave کرتا ہے۔ شاعر مختلف طرح behave کرتا ہے۔

مخصوص طرز کے مخصوص گروہوں کے مخصوص انداز کو بھی کبھی کلچر کہا جاتا ہے مگر اس میں کلچر جدت اور اختراع ہے ایک احتجاج ہے۔ وہ ذہن لوگ، وہ جوان لوگ جو بنیادی طور پر romanticists ہوتے ہیں اور کم از کم تین بناؤں سے آشنا ہوتے ہیں۔ Tyranny of the Government, tyranny of religion and tyranny of parents. کوئی انھیں والا نوجوان جو ذہن رکھتا ہے وہ کچھ اقدار سے بغاوت کرتا ہے۔ ہم romanticism اور احتجاج کو کہتے ہیں۔ پنڈاؤ کو، حسن و خوبصورتی کے پنڈاؤ کو بھی کلچر

کہتے ہیں اور ان بندشوں کے خلاف احتجاج کو بھی کلچر کہتے ہیں جو فرمودہ تہذیبی اقدار نے ہم پر لگائی ہوتی ہیں۔

مذہب کا معاملہ بڑا جدا ہے۔ مذہب بہت بڑی احکام پرست تہذیب میں، بحولی جنگی ہوئی تہذیب میں، ایک جامد اور مردہ تہذیب میں مسلسل حرکت اور اپنی ترین ideals کے ساتھ وارد ہوتا ہے۔ مذہب بذات خود کلچر ہے جو کسی بھی تہذیب کے خلاف احتجاج سے کھڑا ہوتا ہے اور کسی بھی کلچر کا دوام اس کے high idealism میں ہوتا ہے۔ جب تک کوئی کلچر زمان و مکان کی دھڑکن سے نہ گزرے، transition سے نہ گزرے، change کو برداشت نہ کرے اس وقت تک اس کلچر کو پائیداری نصیب نہیں ہوتی۔ مذہب اس دنیا میں واحد کلچر ہے کہ جو نہ صرف اپنے احتجاج سے، اپنے اصول سے تہذیبوں کو متاثر کرتا ہے، ان کے اصول بدل رہے ہر جگہ بدلتی کیلئے، قرن باقرن کیلئے، سالہا سال کیلئے نئی تہذیبوں کے معیار کا نام کرتا ہے۔ اسلام کی تو بات ہی جدا تھی۔ اسلام صرف انسانوں کی آسانی کیلئے آیا ہے اور کیا عجیب بات ہے کہ اسلام کا مسلسل یہ دعویٰ ہے کہ میں لوگوں کی آسانی کیلئے ہوں۔ جو اسلام کے خلاف تہذیبیں نہیں گئی، flourish ہو گئی، بڑھیں گی ان میں ضرور ایسی شدتیں ہو گئی، ایسی پابندیاں ہو گئی جو اسلام میں نہیں ہیں۔ دور حاضر کو دیکھ لیجئے خواتین و حضرات! simple سی بات ہے کہ آج اسلام secularism کو confront (مقابلہ) کر رہا ہے، Christianity کو confront کر رہا ہے۔ اسلام نے socialism کو confront کیا ہے، اسلام نے سب کو قبول کیا ہے۔ اسلام نے democracy کو قبول کیا، مگر ان کی immoralities (بد فعلی) کو قبول نہیں کیا۔ اسلام نے secularism کی محنت اور دیانت کو قبول کیا ہے مگر ان کی مادر پدر آزادی کو قبول نہیں کیا۔ اسلام اتنا فرائض دل تھا کہ اپنے خلاف جملہ اعتراضات کو قبول کیا اور سختی سے اپنے پیروکاروں کو منع کیا۔ This is the first ever law in the history of humankind. کہ اسلام نے خدائی حکم کے تحت یہ کہا:

”لَا اِكْرَاهُ فِى الدِّينِ“

(دین میں کوئی جبر نہیں)

کوئی ہندو رہتا چاہے رہے، کوئی کافر رہتا چاہے رہے، کوئی Christian رہتا چاہے رہے۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اسلام واحد مذہب تھا جو liberties کا، یعنی liberties کا،

liberties of choices کا یہ تصور ہے کہ ”خبردار کسی کی ثقافت کو برا مت کہو، تم ان کے بتوں کو برا مت کہو، تم ان کے مندروں کو برا مت کہو۔ کیوں؟ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سچے خدا کو برا کہیں، پھر تمہیں زیادہ برا لگے گا۔“ جو رواداری، جو اخلاق، جو social independence اور جو ایک کائناتی behaviour کی مثال Islamic culture نے قائم کی وہ دورِ حاضر میں آج بھی کوئی دوسرا system اسلام کی طرح قبول کرنے پر راضی نہیں ہے۔

خواتین و حضرات! ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کرتا چلوں Today Islam is being known by Muslims. سچائی سچائی کے ساتھ ہوتی ہے۔ Truth is with the truth. سچائی لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ لوگ یہ سچائی کیساتھ ہوتے ہیں یا اس کے مخالف ہوتے ہیں۔ سچائی لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ اسلام کو جب بھی آپ کو سمجھنا ہو گا، جاننا ہو گا، تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نظر سے دیکھنا ہو گا، اس کی practical demonstration سے دیکھنا ہو گا۔ اسلام کو آپ مولوی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ اسلام کو آپ مسلمانوں کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ ایک زوال پزیر muslim society میں بنیادی اسلامی قوانین suffer کر رہے ہیں۔ اسلام کسی مولوی کی اجارہ داری کا حامل نہیں ہے۔ اسلام اسی طرح کسی secular کو بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ اپنے چند moods کی خاطر اس کے basic laws کو بدل لیں۔ اسلام خدا کا دین ہے and the first in the most important thing about this thing is جو خالق ہے، جو اپنی حقوق کی اندرونی اور بیرونی تمام عادات، خصائل اور صلاحیتوں کو بنانے والا ہے۔ جاننے والا نہیں ہے، بنانے والا ہے۔ اس کو پتہ ہے کہ لوگ کیسے feel کرتے ہیں۔ اس کو پتہ ہے کہ لوگ کیسے behave کرتے ہیں۔ اسی نے تو بڑی حیات میں اس کے behaviorism کی basic code جو تحقیق کی ہے۔ کوئی culture کوئی society، کوئی معاشرہ رپ کا ناسات کو دھوکہ نہیں دے سکتا، بلکہ نہیں کر سکتا۔

”وَمَكْرُؤٌ وَّمَكْرُؤٌ وَّاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ“ (ال عمران ۳: ۵۴)

(اور انہوں نے چال چلی اور اللہ نے چال چلی اور وہ بہترین چال چلنے والا ہے۔)

اللہ کی نظر کا ناسات پر ہے، زمانوں کے تمام ادوار پر ہے زمین و آسمان پر ہے تمام تخلیقات پر ہے،

ہجر وہ لوگ جو ایک century میں پیدا ہوتے ہیں یا ایک decade میں پیدا ہوتے ہیں وہ کس طرح خدا کے علم کو جھٹلا سکتے ہیں؟ کیسے یہ ممکن ہے کہ میں ایک century میں پیدا ہوں کے بعد دعویٰ کروں کہ میں اس رہنمائی کے علم سے آگے بڑھ گیا جس نے نسل انسان کی ابتدا کھینچا تے ہوئے کیچڑ سے کی اور جس نے اس کائنات کی، اس دنیا کی انتہا لکھ دی اور جس نے سورج کے بجھنے کا ذکر کیا ہے ستاروں کے ٹوٹنے کا ذکر کیا ہے، جس نے پورے عرصہ حیات کو دو چار ایات میں سمیٹ دیا ہے۔ ہم کیسے اس کے علم کو challenge کر سکتے ہیں۔ پاکستان میں pseudo intellectuals کی ہجر مار ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ pseudo intellectuals اپنی چند خامیوں کی justification سیٹے نیا کلچر تخلیق کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر آمر مطلق کی ایک مجبوری ہے کہ وہ کسی independent opinion (آزاد رائے) کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ Every dictator is surrounded by scoundrels. ہجرانِ علم یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھی آمر مطلق یا جاہل اپنے ارد گرد ان کٹر عقلوں کو جمع کرتا ہے کہ جن کا اعلیٰ ترین talent اس آمر مطلق کی خوشامد ہوتا ہے اور خواتین و حضرات ایسے ہی بہت سے لوگ ہال الدین محمد اکبر کے گرد جمع تھے۔ ان کو پتہ تھا کہ بادشاہ ان پڑھ ہے، جاہل ہے۔ So they tried to create a new culture اس کے دعویٰ، نبوت پر اس کو مائل کیا۔ موصوف نے جی ایچ جتھلی کیا جس میں تمام ادیان کی مروجہ رسوم جمع کر دیں اور اسے نئی روشنی اور نیا اخلاق کہا، کچھ ایسے ہی لوگ سلطان محمد غفلت کے گرد بھی جمع تھے۔ The wisest fool of India جو اپنی ذاتی پسند اور اپنے ذاتی عروت کو ہوا دینے سیٹے کچھ بھی کر گزرتا تھا۔ جب ارد گرد کے بہت سارے لوگ کم علمی اور جہالت کے باوجود آپ کو یہ کہہ رہے ہوں کہ ماشاء اللہ! آپ بڑے ذہین اور دانشور ہیں اور فضول قسم کی چیزوں کو آپ آگے بڑھادیں گے اور اس کی بنا پر آپ اپنی ذہانت کو مستحسن سمجھتے ہوئے پوری قوم کو کچھ بڑے بڑے گمراہ کن عجیب سا لگے گا۔

خواتین و حضرات! کیا یہ طانیہ، عظمیٰ اپنی انتہا کے وقت یہ کلچر رکھتی تھی؟ یا یہ ماحول رکھتی تھی؟ یہ پس منظر رکھتی تھی جو آج ہم یورپ سے ادھار لے کے عظیم تر ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا victorian morality یہی تھی؟ ایک خاتون کم از کم چھبیس کپڑوں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھی۔ Victorian morality کا یہ عالم تھا کہ اس پر آپ ایک منافقت کا الزام ضرور لگا سکتے ہو مگر بے جا بیانی کا الزام نہیں لگا سکتے اور victorian خواتین کے لباس اور ان کے

mannerism کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اعلیٰ اقدار اور اعلیٰ خاندانوں کی خواتین میں منحرف رنگ کرنا بھی بد تہذیبی، bad culture اور bad manner سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی کو شبہ ہو تو وہ ہمارڈ شاکی Pigmalion پر ہلے جس میں اسی قسم کی ایک فیکٹری کا ذکر موجود ہے جو کچھ گزرتے ہوئے پانچے اوپر نہیں اٹھاتی تھی کہ اس وقت پانچے اوپر اٹھنا بھی بد تہذیبی کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ خواتین حضرات! ہل اسلام کو دیکھئے کہ ایک معمولی فضول ہوا بلی و نفیس النفس عن الہوی (اور وہ روکا اپنے نفس کو خواہشات سے) بغیر سوچے سمجھے سارے ہی نختے نکتے ہو گئے۔ جو بے علم کلچر ہو وہ صرف خال کلچر ہے۔ بغیر شعور کے ہے۔ اسمیں غور و فکر کی کوئی صلاحیتیں شامل نہیں ہوتیں، وہ temporary (وقت) ہوتا ہے۔ وقتی ہال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں نوجوان بچے، بچیاں اور خواتین کلچر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ یا انکے لیے تبدیلی ہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں شاید insecurity، اعصابی دباؤ، مدتوں کا male shyism اور عورتوں کو ان بناؤں پر آمادہ کرنا ہے۔ They like to change according to the fashions مگر اسلام کو تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اسلام کو تو ان مسائل سے غرض ہی نہیں ہے۔ اسلام آپ کے بدلنے ہوئے moods اور matters کو vision میں نہیں لاتا۔ اسلام ایک انتہائی مضبوط ترین کلچر ہے، یہ وہ اعلیٰ ترین کلچر ہے جسے تہذیب خراب کرتی ہے اور جب بھی آپ اس کو اپنا پاپو گئے تو آپ کو اس کے origin کی طرف چلنا پڑے گا۔ آپ کو واپس جانا پڑے گا، مجدد رسول ﷺ تک جانا پڑے گا، محمد رسول اللہ ﷺ تک جانا پڑے گا، اصحاب رسول تک جانا پڑے گا۔ اس کی simplicity (سادگی) پھر آپ کو اسی طرح متاثر کرے گی جیسے اُس نے اُس وقت کیا تھا۔ It has no complications۔ یہ انسان کے وقار کا کلچر ہے انسان کی برابری کا کلچر ہے۔ یہ نہ صرف غریب و امیر کی پستی ختم کرنے والا کلچر ہے بلکہ محکوم اور حاکم کے درمیان بھی differences کو ختم کرنے والا کلچر ہے۔

Islamic culture میں کون سی ایسی بات ہے کہ آج کی کوئی society اس کے کسی اصول کو رد کرے مگر خواتین حضرات! فحش یہ ہے کہ اسلام کو اسلام کے حوالے سے نہیں دیکھا جا رہا۔ اسلام کو مسلمان کے حوالے سے دیکھا جا رہا ہے اور مسلمان میں پھر اسے اُس کم علم اور کم ذہن مولوی کے reference سے دیکھا جا رہا ہے جو تمام تر اپنی کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اور general مسلمانوں کی کم تعلیمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک قسم کا Mafia of

religion تحقیق کر دیتا ہے، guilt کا مافیا تحقیق کر دیتا ہے۔ آج کا اسلام، آج کا Islamic culture احسان کسریٰ ورا حساس گناہ پر مشتمل ہے۔

یہ دو major motives ہیں۔ جہاں تمام دوسرے کلچر exhibit پر بنیاد ہیں وہاں اسلام کلچر accountability (احساب) پر بنیاد ہے۔ بنیادی طور پر کلچر کے پیچھے انسان کی دو instincts کا فرماہوتی ہیں exhibition (آشکاریت) اور narcissism (خود پسندی) کسی individual میں یہ دو چیزیں مل کر ایک original thought کو جنم دیتی ہیں، وہ thought بغیانہ بھی ہو سکتا ہے، مشکرا نہ بھی ہو سکتا ہے، آرٹ اور کلچر میں بھی ہو سکتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے behaviour میں جو changes آتی ہیں کبھی society اور تہذیب اسے قبول کرتی ہے، کبھی reject کر دیتی ہے۔ جب کلچر بھی جا بلا نہ رم و رواج پر مشتمل ہو اور تہذیب پہلے سے کم علمی پر استوار ہو تو دونوں کے درمیان کی جنگ محض فساد کا باعث بنتی ہے اور اس کا synthesis بھی صرف اس طرح نکلتا ہے جیسے مشینوں کے کلچر نے یورپ میں Hippies کی movement (تحریک) تحقیق کر دی تھی۔ اس کا نتیجہ فرار میں نکلتا ہے، اس کا نتیجہ general annoyance میں نکلتا ہے، اس کا نتیجہ پوری انسانی تہذیبی ادوار کی توڑ پھوڑ میں نکلتا ہے، ایک total مارا کی میں نکلتا ہے، ٹوٹ پھوٹ میں نکلتا ہے اور مدتوں اس transitional period سے اس ٹوٹ پھوٹ کے مرے سے کوئی قوم باہر نہیں نکل سکتی اور مزید بحرانوں کی طرف بڑھ جاتی ہے۔

خواتین و حضرات! آپ سے ایک سوال ہے غور کر کے بتائیے گا کہ اسلام میں کون سی ایسی چیز نہیں ہے جسے بعد میں آپ enlightenment سے introduce کریں گے؟ دیکھنا پڑتا ہے سوچنا پڑتا ہے کہ آپ کے اسلام میں بنیادی طور پر کون سی ایسی چیز نہیں ہے جو شامل کر کے آپ اسے enlightened اسلام کر دو گے؟ کوئی ایسی چیز آپ کے علم میں ہے؟ کیا کسی نے دی ہے؟ اگر کوئی کہے کہ اسلام tolerant ہے تو کیا اسلام میں پہلے سے tolerance نہیں ہے؟ کیا آپ کوئی نئی تحریک پیدا کر کے اس میں enlightenment بھریں گے؟ یا اس میں tolerance بھریں گے؟ اسلام میں کون سی ایسی چیز کم ہے کہ جسے آپ moderate کریں گے؟ کوئی ایسی چیز آپ کے علم میں ہے تو مجھے بتائیے۔ Islam is not properly understood by its own adherents, by its own

people اس لیے کہ مسلمان intellectual سے اور عمومی مسلمان media سے ابھی شدید ترین احساس کمتری کا بوجھ نہیں اترتا۔ مسلمان میڈیا ہو، عام مسلمان ہو یا مام نہاد مسلم۔ سنا رہا ہوں، ابھی تک ان کے سر سے یہ احساس کمتری نہیں اترتا کہ ہم غلام ہیں اور ہمیں آکاؤں کی ہر تہذیب کو بغیر سوال کے قبول کرنا ہے۔

خواتین و حضرات! آپ کے سائنسدان باہر جاتے ہیں۔ کیا کسی پر اسلام کو اعتراض ہے؟ کیا ان کے تعلیم و تربیت کے مراحل پر اسلام کو اعتراض ہے؟ مگر واپس آ کے ان کو اعتراض ضرور ہوتا ہے۔ کس بات پر اعتراض ہے؟ پھر ہٹنے آپ گئے تھے، دانشور ہونے آپ گئے تھے، واپس آ کر اگر آپکو اسلام روکتا ہے اپنی تحقیق و جستجو سے تو تب تو آپ اسلام کے خلاف ہو جاؤ مگر اب تک مدعی ہوئیں، سیکٹروں اور لاکھوں Muslim scientist وہاں گئے، یورپ سے پڑاھ کے آئے، دانشور بنے، اپنی اپنی universities میں متعین ہوئے مگر آج بھی کسی Muslim scientist کا نام سننے میں نہیں آتا، آج بھی یونیورسٹیوں سے کوئی ڈین مسلم سائنسدان سننے میں نہیں آتا۔ بارہویا کیمبرج یا آکسفورڈ یا جو بڑی بڑی درسگاہیں ہیں یورپ کی، وہ اپنے برآمدوں کی وجہ سے مشہور نہیں ہیں یا جگہ راتوں کی وجہ سے مشہور نہیں ہیں یا drinks کی وجہ سے مشہور نہیں ہیں۔ وہ تو اپنے ان بڑے استادوں کی وجہ سے مشہور ہیں کہ جن کے نام ان درسگاہوں کو عزت بخش گئے۔ بھلا پتھروں کو کہاں سے عقل آئے گی کہ انسانوں کو دیکھیں..... بھلا برآمدوں اور والالوں سے کہاں تمہیں عزتیں اور بزرگیاں ملیں گی مگر دیکھو ان Muslim scientists کو اور ان دانشوروں کو جو وہاں سے آنے کی بجائے، اپنی sciences میں اپنی دانشوری میں اضافہ کرنے کی بجائے یہ وہاں سے سیکولر کلچر کی برات لے کے آتے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ ایک سائنس اور فزکس کا پی۔ ایچ۔ ڈی، ایک کیمسٹری کا پی۔ ایچ۔ ڈی ایک atomic sciences میں بڑی دور تک گیا ہوا استاد واپس آ کے بجائے اپنا کام کرنے کے مذہب پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنا کام کرے اور تقاضے مسلمانوں کا سر بلند کرے اور کہے کہ I am a Muslim میں نے بھی study کیا۔ میں اپنے ان لوگوں سے زیادہ ذہین ہوں، زیادہ برکت والا ہوں۔ میں اللہ کے حکم سے کوئی بڑے اصول مرتب کر کے دکھاؤں گا۔ میں چند رائیڈز سے آگے بڑھ کے cosmology کی interpretation دوں گا۔ میرے لیے کیا مشکل ہے Watson ہو یا White Head ہو میں بھی اللہ کا بندہ ہوں،

میں نے instruments حاصل کر لئے ہیں میں بھی سائنس کے کسی کمال تک پہنچ سکتا ہوں مگر اس کے بجائے وہاں سے آکر براہ راست وہ مذہب کی مخالف شروع کر دیتے ہیں۔ یہی مذہب نے آپ کو کیا کہا؟ اسلام نے آپ پر کیا مصیبت توڑی ہے؟ What is religion trying to do with you? جو بار بار enlightened اسلام کا شور مچا رہے ہو، تم لوگ جو secular movements کو آگے بڑھا رہے ہو، کیا ترقی صرف لباس کے عریاں مظاہروں میں ہے؟ کیا باقی قوموں نے اسی طرح ترقی کی؟ کیا Germans نے Red square میں جب چار ہزار ٹینک کھڑے کیئے اور تین ہزار air craft کھڑے کیئے تو آپ کا خیال یہ ہے کہ ان کی جوتیاں تھیں یا جرمن قوم جو تھی وہ اس وقت میڈیا پر عریانیت کے مظاہرے کر رہی تھی؟ کیا آپ ان کے خارجی مظاہر کو ان کی ترقی کے ساتھ منسوب کرتے ہیں؟ دنیا میں کسی قوم کی ترقی کو آپ ٹھنڈی ماریاں عریانیت کے ساتھ قید کر سکتے ہیں؟ یا کسی قوم کی ترقی کو آپ صرف شراب پینے کے ساتھ ٹھنڈ کر سکتے ہیں؟ یا اس قسم کی فحش حرکات کے ساتھ منسوب کر سکتے ہیں۔ جو پاکستان میں ترقی کے اسباب سمجھے جا رہے ہیں؟

خواتین و حضرات! لمحہ فکریہ یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہمیں یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ کا کلچر decadent ہے۔ اگر آپ یہ کہو کہ مولوی کا کلچر decadent ہے تو میں یہ بات مانا ہوں مگر کیا اسلام کو decadent کہہ رہے ہو؟ کیا اسلام کو اس لیے decadent کہہ رہے ہو کہ ہمیں اسلام کا کچھ پتہ نہیں؟ کہاں سے اس میں enlightenment بھرو گے؟ کہاں سے اس میں moderation بھرو گے؟ کیونکہ اس سے زیادہ روا دار مذہب، اس سے زیادہ خوبصورت اسلوب والا مذہب، اس سے زیادہ انسانوں کو برائی اور مساوات پر deal کرنے والا مذہب، اس سے زیادہ غربت کے بندوبست کرنے والا مذہب، اس سے زیادہ غربت کا بندہ رد مذہب نہ کبھی socialism رہا اور نہ کبھی secularism رہا۔ تمام دنیا میں صرف ایک سوشل سکیورٹی سسٹم تھا۔ involuntary social system (بے شعور معاشرتی نظام) سے European culture اب نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لوگ ست ہو گئے ہیں، بیکار ہو گئے ہیں، کام نہیں کرتے۔ inability کے accounts میں چلے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ بڑے خرچے کر رہی ہے مگر خواتین و حضرات! کیا زکوٰۃ والے پر بھی یہ تبرج ہے؟ کیا صدقات والے پر بھی یہ تبرج ہے؟ جب رسول اللہ ﷺ نے یار شاد فرمایا کہ مسلمانوں کا مسلمانوں

پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور وہ صدقات ہیں۔ تمام مذاہب اور system میں ایک social security system ہے اور اسلام میں دو social security systems ہیں۔ زکوٰۃ بھی اور صدقات بھی۔ کہاں آپ کو ایسی پابندی سے آشنائی ہے سوائے اس کے کہ پانچ وقت آپ نے اللہ کو confirm کرنا ہوتا ہے کہ ہم تیرے نظام کو مانتے ہیں، ہم تیرے نظام کو confirm کرتے ہیں، ہمیں تسلیم ہے کہ تو اللہ ہے اس لیے ہم تیرے اصولوں کو مانتے ہیں، تیرے دینے ہوئے قوانین کو مانتے ہیں، چاہے اس میں سے کچھ ہمیں پسند نہ بھی آئیں۔ خواتین و حضرات دنیا کا کوئی ایسا system ہے جس کو سب ایک ہی طرح مانتے ہیں؟ امریکن عوام سے جا کر پوچھو، کیا وہ اس کے سارے نظام کو ایک ہی طرح سے مانتے ہیں؟ کچھ اس سے نفرت کر رہے ہوتے ہیں، کچھ احتجاج کر رہے ہوتے ہیں، کچھ اس کو بڑی بڑی سطواتیں بنا رہے ہوتے ہیں، کچھ taxes کے خلاف ہوتے ہیں، کچھ دوسرے system کے خلاف مگر چونکہ انہوں نے ایک نظام کو مان لیا ہوتا ہے اس لیے مجموعی طور پر وہ elegance اور support اسے ضرور دیتے ہیں چاہے وہ اسے پسند کریں یا نہ پسند کریں۔

خواتین و حضرات! یہ تو مانا جاسکتا ہے کہ اسلام کی کچھ باتیں لوگوں کو پسند نہ آئیں گی، کچھ باتوں میں کچھ باتیں پسند نہ آئیں گی، relatively, temporary changes (مناسب وقتی تبدیلیاں) ضرور آئیں گی مگر جو اللہ کو ماننا ہے وہ خالی ایک دنیاوی نظام کو تو نہیں ماننا، خالی ایک نظام کو نہیں ماننا۔ اللہ کو ماننے والا برزخ ماننا ہے، آخرت ماننا ہے، جنت اور دوزخ ماننا ہے۔ یہ وہ کلچر ہے جو زمین سے آسمانوں تک پھیلا ہوا ہے پوری کائنات کو طے کرتا ہے۔ اس کلچر کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو exactly تمام non religious cultures (غیر مذہبی کلچرز) کے خلاف ہے کہ There you have to live again (آپ کو دوبارہ زندگی ملے گی۔) اور جو سکھ، رائج الوقت ہے جو mood زمانے پر چل رہا ہے ان cultures کا خلاصہ یہ ہے کہ You will live only once آپ دنیا سے گزر جانے کے بعد پھر زندہ نہیں رہو گے۔

سلام بہ پیش کوشش کہ عالم دوبارہ نیست

مگر اسلام آپ کو اتنی طویل زندگی کی بنا دیتا ہے، اتنی طویل زندگی کے ایوارڈ پیش کرتا ہے کہ احساس کو جگانے والا یہ کلچر بالکل ایک نرالی طرز پر پوری نسل انسان کو خوشخبریاں دیتا ہے۔

warnings بھی ضرور دیتا ہے مگر سب سے بڑی چیز اپنے وجود کی، حاکمیت پروردگار کی تسلیم کی دیتا ہے اور میں دوبارہ اپنی بات پر زوروں گا کہ آج اگر ہم کسی اسلامی کلچر کے خلاف ہیں تو آپ کو تحقیق کرنا ہوگی کہ کیا یہ اسلام کا حصہ ہے یا ان لوگوں کا حصہ ہے جنہوں نے اسلام کو اپنی اجارہ داری بنایا ہوا ہے۔ درحقیقت کلچر کا ایک بنیادی مقصد ساری دنیا میں حسن و خوبصورتی کی تلاش کرنا ہے۔ بنیادی طور پر کلچر اعلیٰ ترین educational مقاصد کو تلاش کرتا ہے، یہ انداز زندگی کو اختیار کرتا ہے، حسن و خوبصورتی، top of aesthetics (جمالیت) کی حس رکھتا ہے اور خواتین و حضرات! آپ ذرا غور تو کیجئے کہ اللہ کیا کہتا ہے کہ ”اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّ يُحِبُّ الْجَمَالَ“ کہ اللہ خود خوبصورت ہے اور خوبصورتی سے محبت رکھتا ہے۔ کوئی کلچر جب تک زمینی حقائق سے آگے نہ گزرے گا وہ اس حسن لازوال تک کیسے پہنچے گا۔ اس زمین کے چھوٹے سے مستقر سے گزرنے کے بعد یہ عظیم کلچر پوری کائنات میں پکھرا ہوا ہے، جس میں سب سے بڑی شخصیت، سب سے بڑا حسن سب سے بڑا امر کو محبت خدا خود ہے کہ ”اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَّ يُحِبُّ الْجَمَالَ“ حسن و آشتی، کلام میں درنگی اگر کلچر کا حصہ ہے تو آج تک اللہ کے کلام کے برابر کوئی کلام پیدا نہ ہوسکا۔ آج تک حسن کلام کے برابر کوئی کلام پیدا نہ ہوسکا۔ آج تک اس انداز معاشرہ کے مقابل کوئی معاشرہ پیدا نہ ہوسکا جو اسلام کے ابتدائی مرکزی اصولوں پر چلا اور آج ہر جگہ اسلام کے، مذہب کے اندر بھی cultural movements اٹھتی ہیں اور ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ اسلام کے اندر یا مذہب کے اندر اٹھتی ہوئی cultural movements کے مقاصد اور نتائج کیا ہوتے ہیں؟

بے شمار تحریکات جو برصغیر میں اٹھیں اور باقی مسلمانوں میں اٹھیں، مذہب میں اٹھیں، بدقسمتی سے جدید زندگی میں اسلام کے رویے explain کرنے کے بجائے انہوں نے اپنے تعصبات، اپنے moods اور اپنے local اظہارات کو مذہب کا جزو بنادیا اور ہر مذہبی تحریک عجب اور غرور کو بڑھی اور اس کا مقصد بجائے اسلام explain کرنے کے اقتدار کی کوشش ہو گیا اور ان جماعتوں کے اثرات کی وجہ سے اس bifurcation کے باوجود آج بھی اسلام کا دامن ایک بالکل یک طرفہ decision دے رہا ہے کہ میں ان میں شامل نہیں ہوں They are not mine, they have their own thoughts, their own ideas, قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا: ”اِنَّ الَّذِيْنَ قَوْلُوْا دِيْنَهُمْ“ (جن

لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کیا) ”وَكُنَّا نُواشِينَا“ (اور وہ گروہ بن گئے) ”لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ“ (اے پیغمبر! تو ان میں نہیں ہے) یہ تیرا دین نہیں ہے! پیغمبر! جو لوگ گروہ بن گئے ہیں، جنہوں نے separation اختیار کی ہے، جنہوں نے اپنے motives جدا کر لئے ہیں، جو انقلابات لانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ ایک general Islamic order میں نہیں ہیں۔ وہ چند لوگ ہیں جو اپنے مقاصد کی تکمیل کیلئے اگر اسلام کا نام استعمال کرتے ہیں تو وہ socialism اختیار کرتے اور اس کے ذریعے انقلاب لانے کی کوشش کرتے، اگر اسلام نہ ہوتا تو وہ secularist ہوتے۔ آپ یقین کیجئے کہ موجودہ مذہبی جماعتیں اس پر بالکل متفق ہیں اور جب وہ بولتے ہیں تو اسی خیال سے بولتے ہیں کہ تمام یورپی اقوام اور امریکا دجال ہے۔ اسی سانس میں پھر اپنے منکران کو یہ کہتے ہیں کہ یہ دجال کا ساتھی ہے اور اسی سانس میں خود اپنے منکران کا ساتھ دیتے ہیں تو خواتین و حضرات! equation تو بڑی simple ہے کہ directly یا indirectly یہ تمام دجال کے ساتھی ہیں کیونکہ ان کو اسلام عزیز نہیں تھا۔ ان کو تو democracy عزیز ہے۔ بھلا ان سے پوچھو کہ اس ملت مسلمہ کے رہنماؤ! تمہیں democracy بہت عزیز ہے؟ کیا democracy کو total قبول کر لو گے؟ کیا تم بھی پھر homosexuality کے قوانین pass کرو گے؟ تم بھی جائیداد بانٹو گے؟ lesbians کو؟ تم بھی بے نام و نشان بچے پیدا کرنے کو جائز قرار دو گے؟ کیا democracy تمہارے لیے اتنی بڑی value ہو گئی ہے؟ یہ نفاق ہے، یہ کھانا نفاق ہے کہ اسلام کی بجائے تم کسی اور نظام کی افادیت کی بات کرو۔ تم نے اسلام کو اتنا حقیر سمجھ لیا، کہ تم منج و شام democracy اور جمہوریت کے راگ لا پ رہے ہو کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ جمہوریت اسلام کے بنیادی structure سے قیمتی ہے؟ کیا جمہوریت انسان کو، حقوق کو زیادہ facilities بخش رہی ہے؟ ”هُوَ أَجَبُكُمْ“ (میں نے تمہیں معزز کیا) اللہ فرماتے ہیں۔ ”وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ“ (اور تم کو ایسا دین دیا جس کی وجہ سے تم پر کوئی تنگی نہیں آئے گی) اگر خدا یہ کہے کہ ”قُلْ مَا أَمْرُنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنُ لِنَشْفِي“ (کہا اے سردار! ہم نے وہ نظام بخشا ہے تجھے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی مشقت نہیں ہے) تو آپ کا خیال یہ ہے کہ دعویٰ پروردگار تو غلط ہے اور اب جو بڑے بڑے نظام دنیا میں حاوی ہیں، secularism ہے، democracy ہے، اور socialism ہے، autocracy

ہے۔۔۔۔۔ یہ سارے نظام اسلام سے بہتر ہونگے؟ اس لئے کہ آپ نے اسلام کو مغرضوں میں قید رکھ لیا اسے مولوی کی نظر سے دیکھا۔ اسکو کبھی اپنی زندگیوں کی آسانی میں آپ نے شریک سفر نہ بنایا اور کبھی آپ نے ایک لٹریٹے نہ سوچا کہ یہ ہم لوگوں کا کام ہے سوچنے سمجھنے والے لوگوں کا، پڑھے لکھے لوگوں کا، دانشور قوموں کا کہ ہم اپنے مذہب کو جانیں، سوچیں، سمجھیں۔ ہمیں پتہ چلے کہ ہمارا کیا کلچر ہے؟ ہماری تہذیب کیا ہے؟ اس میں کیا سادگی ہے؟ اس میں کیا affectionate functionalism ہے؟ تاکہ ہم اسے لے کے آگے بڑھیں اور ہم کوشش کریں کہ دنیا کو یہ بتائیں کہ تمہارے system کی خرابیاں تو ہم تک پہنچی ہیں، ہمارے system کی خوبیاں تم تک نہیں پہنچیں۔ کیا اب آپ کے system کو explain کرنے والا وہ اُن پڑھ western ہے کہ بنیادی طور پر جس کو کبھی قرآن پڑھنا نصیب نہیں ہوتا، جو اس کے academic laws سے آشنا نہیں ہے، جو اس کے practical laws سے آشنا نہیں ہے۔ جب کبھی انکو قرآن کی کسی آیت کا پتہ چلتا ہے تو حیرت سے پوچھتے ہیں، اچھا! That's word God says that's words we also think، یعنی اُن کو حیرت ہوتی ہے کہ یہ قانون اسلام میں موجود ہے قرآن میں موجود ہے۔

افسوس کی بات ہے خواتین و حضرات! کہ ہم صرف کھانا تخلیق کر رہے ہیں۔ ماں باپ کی حسرتوں کا یہ عالم ہے کہ نہ خود کو پہلے کتاب حکیم کو پڑھنے اور سمجھنے کا خیال آیا۔ وقت آیا، بچہ پیدا ہوا، ہم اس کو حفظ قرآن بتائیں گے۔ بھلا سوچو کہ آپ تو ساری زندگی نہیں بن سکے ہو، یہ کیسے بنا پسند کرے گا؟ سینکڑوں ایسے ماں باپ آجاتے ہیں کہ بچے کو قرآن حفظ کرنے بٹھایا تھا، حفظ ہی نہیں کر رہا۔ اس کو آپ سکولوں سے چھڑاتے ہو، تعلیم سے چھڑاتے ہو۔ آپ کا بچہ سے بڑا "لیڈ" جو اس کلچر میں ہے، جس کی وجہ سے ہم شدید inferiority کا شکار ہیں کہ ہم اپنی تعلیم کو دنیاوی تعلیم سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیمات اور ہیں یا اس کا تعلق ہی اور ہے، اس کی مساجد ہیں، ان کے ملاؤں کے حلقے اور ہیں، ان کی عادات اور ہیں اور اہل استادوں کے ماحول اور ہیں، اور کشادگی ہے۔ اب وہ بچہ جو سکول میں جاتا ہے جب وہی بچہ مسجد میں جاتا ہے تو اس کے ذہن پر جو ابتدائی cultural impact ہے وہ یہ ہے کہ اسلام decadent اور rigid ہے اور اس طرف روشنی اور تازگی ہے۔ خواتین و حضرات! جب کلچر مقابلے میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ افسوس! اسلام تو آج تک مقابلے میں آیا ہی نہیں۔ اسلام آج تک کسی کلچر کے مقابلے

میں آیا ہی نہیں اور دنیا میں کوئی ایسا حلقہ نظر یہ نہیں ہے جو اسلام کا مقابلہ کر سکے۔ اس لیے خواتین و حضرات! جب آپ پڑھو گے، جانو گے، لکھو گے، گزرو گے تو چاہئے کہ آپ جب پڑھ لکھ کر قرآن کو آؤ گے تو آپ کی feelings جدا ہو جائیں گی۔ جتنا حس، جتنی خوبصورتی اور جتنا حسین نظام اور جتنا پیارا اپنے بندوں کو اللہ بخشتا ہے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا اور ان سے اتنی محبت کرنا ہے کہ پورے کا پورا Islamic culture محبت، انس، اخلاق، رواداری اور ایک دوسرے کی دیکھ بھال کا کلچر ہے اس میں چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں ہیں، چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے رویوں سے متعین ہوتی ہیں۔ میری رواداری کا اثر میرے ماحول پر پڑے گا، میرے محلے پر گلی پر اثر پڑے گا۔

آپ پوچھتے ہو، کہ اسلام کیسے پھیلا؟ کہاں انہوں نے تلواریں نکالیں؟ سرانداپ میں، مارشس میں، انڈونیشیا میں، مصر میں، کہاں تلواریں نکالی تھیں؟ کہاں جا کے انہوں نے لوگوں کے سر کاٹنے کو اسلام قبول کرو۔ Christian inquisition کی طرح عیسائی کے مسلمان کیوں ختم ہو گئے؟ (کہ inquisition عینہ جی تھی کہ یا Christianity قبول کرو یا ملک چھوڑ دو یا قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔) ایسا اسلام میں تو کبھی کوئی لکھ، قلم پیدا نہیں ہوا، کبھی بھی نہیں ہوا، اس کی وجہ بڑی سادہ تھی کہ ایک بڑی وضاحت سے اللہ نے پورے لکھ دیا تھا "لَا اِكْرَاهُ فِى السَّيْنِ" (دین میں کوئی جبر نہیں) تم کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتے۔ یہ مسلمان جب نکلے تو ان کے دل روشن تھے، یہ انتہائی متوازن اور معتدل لوگ تھے اور خواتین و حضرات! مقابلہ پریشان حال کرتا ہے۔ ایک غیر متعصب شخص جب ایک متعصب شخص کو دیکھتا ہے تو پوچھتا تو ہے، ابھی! تیرے اطمینان کا راز کیا ہے؟ میرے پاس تیرے سے زیادہ پیسے ہیں، زیادہ دہلیوسات ہیں، میں زیادہ فیشن اہل ہوں مگر یا مجھے رات نیند ہی نہیں آتی۔ تیرے پاس کچھ بھی نہیں ہے مگر تو آرام سے سوتا کیوں ہے؟ تو اتنا متعصب کیوں ہے؟ تو خواتین و حضرات! اس وقت وہ شخص بتاتا ہے، کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے اللہ پر یقین ہے۔ ایک بد قسمتی دیکھئے کہ جو ہمارے missions میں تبلیغ کے، ہدایت کے، بڑی توقع تھی کہ جب یورپ کے پڑھ لکھے لوگ ان میں شریک ہو گئے، جب وہ دانشوران کے ساتھ شریک ہو گئے تو ان مذہبی جماعتوں کی جو rigid چوٹیں ہیں یہ کھلیں گی، ان کے دروازے کھلیں گے، ان کے ذہن کھلیں گے۔ بد قسمتی دیکھئے کہ وہ حقانے عالم جو اس میں شریک ہوئے وہ بجائے ان کو اپنی طرح کرنے کے انہی کی طرح ہو گئے۔ انہوں نے اپنے واضح تعلیمی مراتب چھوڑ کے ان کی ساری باتیں قبول کر لیں۔

بجائے تاکہ کہ اس organization میں شریک ہو کر اسے جدت دیتے، خیال دیتے، اختراع دیتے tolerance دیتے، اسکو major outlook دیتے۔ اتفاق یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ پڑھے لکھے لوگ جو یورپ اور امریکہ میں رہتے تھے یا جو کبھی تہنیتی ہوئے یا جماعت میں شامل ہوئے، بجائے انکو اپنی طرح نازنی دینے کے اور تعلیمی شعور دینے کے ان کی جہاتوں کا شکار ہو کر وہ بھی انہی کی طرح ہو گئے۔ خواتین و حضرات! یہ ہوتی ہے power ایک پروپیٹنڈا کی..... جاہلانہ رسم و رواج کی جو کبھی بھی اپنے سے باہر کسی قیمت پر بھی کوئی علمی بات قبول نہیں کرتا۔ ان کو کبھی بھی خدا کے رسول ﷺ کی اس حدیث کا خیال نہیں آتا کہ ”حکمت میراثِ مومن ہے جہاں سے ملے اسے اٹھا لو“ مشرق سے ملے یا مغرب سے ملے۔ جب آپ کا تحفہ تحصیل علم کیلئے زمین و آسمان کی فراخیوں میں آپکو طلب اور جستجو کے طریقے بتا رہا ہے اور آپ اس کو blame کر رہے ہو کہ ہمارے مذہب میں rigidity ہے، سختی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

وہ علم جو دہلیمان نے چھوڑے بعد میں اسکا کوئی وارث نہیں ہوا اور جب اسلام آیا اتنی کشادگی، فکر کا مالک، اختلافات کو سمجھنے کے اتنا قائل کہ ان تمام علم کو اٹھا کے اس نے سینے سے لگایا اور اس کو متعدد شاخوں میں روایت کیا۔ الجبر، آیت بھی الیوسف انھو ارزنی کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے mathematics میں، فلسفہ میں، sciences میں ترقی فرمائی۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے ایٹم بم نہیں بنایا۔ وقت اور دوران گزرا تھا، progress رہتی تو بتاتے۔ مگر جب آپ لا علمی اور بے علمی کو چلے گئے، جب آپ کی clergy نے آپ پر غلبہ پالیا جس کو کوئی حق حاصل نہیں تھا، قطعاً کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اسلام کسی مسجد کا قائل نہیں ہے۔ ہے تو اچھی..... اگر نہیں ہے تو تمام روئے زمین آپ کی مسجد ہے۔ حضور گرامی مرتبت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے جو مجھے بہت اچھی چیزیں بخشیں اور آٹھ بڑے خصائص بخشے ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام روئے زمین میری مسجد ہے۔ ”جہاں چاہو بچھا لو“، — There is no church in Islam,

there is no clergy in Islam. مگر ہر individual کی ذمہ داری ضرور موجود ہے آپ کی ذمہ داری ضرور موجود ہے۔ آپ سنے سنائے مذہب پر عمل کرتے ہو اور یہ سنا سنا یا مذہب بھی آپ کی مجبوری کا باعث ہے کہ آپ کسی اہل علم سے نہیں سنے ہو بلکہ آپ اس clergy سے سنے ہو جو میٹرک سے آگے بڑھنے سے انکاری ہے۔ کیا خدا کو یہ بندے پسند ہیں؟ کیا خدائی کچھر میں ان بندوں کو allow کیا جاسکتا ہے؟ کیا کم علم کو، کم تعلیم کو خدا اپنے حضور شرفِ بانیانی

بخشا ہے؟ کیا Islamic culture میں ان لوگوں کی اہمیت ہے؟ کیا یہ اندھا دھند اعتبار اور faith جو آپ لئے پھرتے ہو، کیا خدا کو اس سے کام ہے؟ بالکل وہ different باتیں کرنا ہے۔ وہ حق کہتا ہے کہ اگر تم پڑھے لکھے نہیں ہو تو میری کتاب کے قریب مت آؤ۔ اگر تم سوچنے سمجھنے والے نہیں ہو، غور و فکر والے نہیں ہو تو میری کتاب کے قریب مت آؤ اس لیے کہ وہ کہتا ہے: ”میرے نزدیک بدترین جانوروں میں سے“ اِنَّ شَرَّ السَّوَابِ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (میرے نزدیک بدترین جانوروں میں سے جو میری آیات پر اندھوں اور بہروں کی طرح گرتے ہیں۔) ملاحظہ فرمائیے کہ اس سے زیادہ کتنا برا ”اللہ کسی کو کہہ سکتا ہے۔“ اِنَّ شَرَّ السَّوَابِ ”جانوروں میں سے بھی وہ بدترین جانور ہیں، یعنی وہ انسان جانوروں سے بھی بدترین ہیں جو میری آیات پر اندھوں اور بہروں کی طرح گرتے ہیں۔ آپ blind faith میں پھنسے ہوئے ہو۔ آپ تو deliberately یہ دعویٰ کر کے اسلام کو پاتے ہیں کہ آنکھیں بند، کان بند، ماک بند۔۔۔۔۔ جو مولوی ڈال دے جو محلے کا یا کوئی بندہ راہ گزرتے ہوئے ڈال دے وہ آپ کا اسلام ہے۔ آپ اسلام کو نہیں جانتے ہو، اپنی نظر سے نہیں جانتے ہو، اپنے دل سے نہیں جانتے ہو، قرآن و دلیل دیتا ہے، دلیل مانگتا ہے۔ خدا دلیل دیتا ہے، دلیل مانگتا ہے۔ خدا آپ کا ذہن طلب کرنا چاہتا ہے کہ اس نے بدن کے علاوہ زمین پر جو قیام آپ کو دیا ہے، اس میں صرف ایک quality کی وجہ سے اس کو بہترین بنایا ہے، آپ کو جو ذہانت اور فکر اس نے عطا کی ہے، آپ کو جو غور و تدبیر عطا کیا ہے اس سے اللہ کا کام ہے۔

یہ ساری باتیں میں نے اس لئے کی ہیں کہ اللہ کہتا ہے: ”تم تو کوئی شے نہ تھے، تم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے تھے، ایک single cell سے created تھے“ ”هَلْ اَنسٰى عَلٰى الْاِنْسَانِ حِيْنَ مِّنَ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ نَفْسٌ مِّنْ مَّخْضُوذٍ“ (کیا نہیں گزرا انسان پر زمانے میں ایسا وقت کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا) کہ بلاشبہ تم عرصہ عرصہ، سالہا سال، صدیوں، قرون زمین کے دامن میں ایسے رہے کہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھے، کوئی، پیرامیدیا تھی، امیبا تھی، بلجانی کی شکل میں، ایک وجود جامد کی شکل میں صدیوں تم پڑے رہے۔ پھر ہم نے مہربانی فرمائی، پھر ہم نے چاہا کہ اس وجود جامد کو زندگی دیں، اسکو حرکت دیں، اسکو کئی حقوق میں ڈھال دیں۔ تو پھر کیا کیا اللہ نے؟ فرمایا: ”اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْسَاجٍ“ (بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو دبر سے نطفے سے) اب ہم نے نطفہ دُبرا کر دیا۔۔۔۔۔ پہلے آپ نیچے گھسیس سے divide

ہوتے تھے، ایک ہی cell سے تقسیم ہوتے تھے۔ اب میں نے یہ کیا کہ male اور female علیحدہ کر دیئے، اب double cell کر دیئے، اب ایک وجود میں دُہرے cell رکھ دیئے، جنکوٹ نطفہ کر دیا مگر اس جنکوٹ نطفے میں کیا زندگی تھی؟ نہیں! ابھی نہیں تھی۔ ابھی single cell سے یہ double cell کی شکل میں آ رہا تھا۔ خدا فرماتے ہیں: ”تَبٰیٰلٰہُ“ (کو وہ اس کو پرکھے) میں نے چاہا کہ اس حقوق کو اور آگے بڑھاؤں۔ یہ جو single cell میں تھا، پھر اسے میں نے double cell میں ڈاھلا۔ اب میں نے چاہا کہ اس حقوق کو اور آگے بڑھاؤں ”فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا مُّبْصِرًا“ (پس ہم نے اس کو بنایا سنا، دیکھتا) اب میں نے اس کو دو systems دیئے۔ پہلے اس کو سماعت کے نظام دیئے، پھر سمندر کی طرح اندھے مگر سننے والے پھر میں نے اس کو complicated system (مجیدہ نظام) دیئے، بصارت کے system دیئے۔ اب یہ physically کچھ تیار ہو گیا تھا، primate کی شکل میں آ گیا ہو گا، Homo sapien کی شکل میں آ گیا مگر اس پر بھی قرن باقرن گزرے۔ پھر اللہ نے کہا: اب میں نے چاہا کہ میں اسے اپنے کام کا بناؤں، جس کام سِلینے میں نے اسے تخلیق کیا تھا۔ پھر اس کو ودیعت کی امامت عقل و شعور..... ”اِنَّا هَلٰیئِنَا السَّبِیْلُ“ (بے شک ہم نے اس کو راہ کی ہدایت دی) اب میں نے اسے عقل و شعور بخشا، فکر بخشی، سوچ بخشی، دانشوری بخشی اور کھلا چھوڑ دیا۔

جس اسلام کو آپ متعصب کہتے ہیں، یہ جس کا اسلام ہے اس کو دیکھنے کے کمال رواداری ہے..... بنا خور رہا ہے، سنا خور رہا ہے، شکل دے رہا ہے، زندگی دے رہا ہے، سب کچھ دینے کے بعد کہتا ہے ”اِنَّا هَلٰیئِنَا السَّبِیْلُ“ اب تمہیں عقل و شعور بھی دی اور راستہ بھی دیا ”اِنَّا شٰکِرُوْا“ اِنَّا کُفُوْا“ چاہو تو مانو، چاہو تو انکار کرو۔ کون اسلام کو متعصب کہہ سکتا ہے؟ کہ جس نے بنایا ہے، جو ایک آن واحد میں پوری انسانی حیثیت اور شخصیت کو مسمار کر سکتا ہے وہ کتنی کھلی اجازت دے رہا ہے! چکو کہ تمہیں میں نے سارے موزوں اسباب دے دیئے، تمہاری زندگی کے سارے معاملات دے دیئے، تمہارے رزق کے بندوبست کر دیئے، تم اکیلے آئے تھے زمین پر، تمہیں تو اشیائے زمین کا پتہ بھی نہیں تھا، تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ کونا چل مضر اور کونا صحت مند ہے پھر میں نے یہ سب کچھ تمہیں سکھایا۔ ”وَعَلَّمْنٰہُمُ الْاَسْمَآءَ کُلَّہَا“ (اور سکھادینے آدم کو تمام اسماء) سب کچھ تمہیں سکھایا، تمہیں تعلیم دی، عقل دی، شعور بخشا اور صرف ایک مقصد زندگی رکھا وہ کہتا ہے کہ میرا تم سے صرف ایک کام ہے ”اِنَّا هَلٰیئِنَا السَّبِیْلُ اِنَّا شٰکِرُوْا“ اِنَّا کُفُوْا“

اس اسلام کی تہذیب کی بنیاد اس اصول پر ہے اس فراخ دلی پر، اس رواداری پر کہ چاہو تو مانو، چاہو تو انکار کر دو۔ بھلا وہ مذہب کہاں سے قشہد ہو سکتا ہے؟ بھلا اس مذہب میں آپ کیا enlightenment شامل کرو گے؟ کچھ سمجھا سکتے ہو آپ مجھے کہ کون سا enlightenment کا کلچر آپ اسلام میں add کرو گے؟ سوائے اس کے کہ جیسے مولوی نے کچھ جہاتیں add کر دی ہیں، کچھ seculars اپنی حماقتیں add کر دیں گے، وہ اسلام تو نہیں ہوگا۔ It's a religion of begining and the end. یہ انسانی عقل کی ابتدا کا مذہب ہے اور انتہا کا مذہب ہے۔ یہ کسی اور چیز کا مذہب نہیں ہے یہ عقل و شعور کا مذہب ہے۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ تمام جدید کلچر scepticism کو جاتا ہے شک و شبہ کو جاتا ہے، اسکا خیال یہ ہے کہ یہ ایک decadent کلچر ہے جو موجودہ scientific culture کی مار نہیں کھا سکتا۔ خیال یہ ہے کہ آج کا سائنسی کلچر زمینی حقائق کی بنیاد پر، آسانی مغرضوں کی تردید کر سکتا ہے۔

خواتین و حضرات! کونسا ایسا سائنسدان ہے جس نے قرآن پڑھ کے کہا ہو کہ قرآن کی یہ آیت سائنسی نصاب پر پوری نہیں اترتی۔ کون سی ایسی جدت و ندرت ہے جو سائنسدانوں نے اس دنیا میں تحقیق کی اور کہا کہ قرآن decadent ہو گیا ہے اور قرآن اس کو نہیں مانتا۔ جو مذہب اور جس کی text book سائنسدانوں کے تصور سے بھی آگے جاتی ہے، جس کتاب کو پڑھانے والا استاد probabilities میں موجودہ تمام scientific culture کو بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ رب کعبہ کی قسم ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک انسان جانور سے بمسکام نہیں ہو جائے گا، جب تک تمہارا جوتے کا تسمہ تم سے بات نہیں کرے گا، جب تک عورت کی ران کھٹک نہیں کرے گی۔ دو باتیں پوری ہو گئیں۔ ابھی انسان سے جانور کی ہم کلامی باقی ہے۔ خواتین و حضرات! بہت آگے کی بات ہے، ابھی sciences یہاں تک نہیں پہنچیں، ابھی animal language کی decode نہیں ہوئی۔ سائنس دان کوشش میں لگے ہوئے ہیں، یقیناً یہ حدیث پوری ہوگی اور آپ جانور سے ہم کلام ضرور ہو گئے۔ کیا آپ ان باتوں کو وہم اور وسوسہ کی language سمجھتے ہیں؟ کیا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ کہا تھا کہ ”دجال کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا: کیا تُو میرا بھائی میرے لیے زندہ کر سکتا ہے؟“ تو دجال کہے گا ”ہاں، کر سکتا ہوں پھر وہ اسکا بھائی اسکے لیے زندہ

کرے گا۔ تو اصحاب رسول ﷺ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ ویسی ہوگا؟ فرمایا: نہیں، اسکی مثال ہوگا۔ خواتین و حضرات! human cloning بھی قریب ہی ہے۔ یہ تو بہت بُرائی حدیث ہے مگر اس میں شک نہ ہی موجود ہے کہ انسان human cloning کرے گا اور آپ اپنے بڑے بڑے عزیزوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے کامل ہو جاؤ گے مگر پوچھا گیا: ”کیا یہ ویسی ہوگا؟“ فرمایا: ”نہیں، اسکی مثال ہوگا۔“ یہ clone ہوگا، وہ نہیں ہوگا اور خواتین و حضرات! کیا آپ اللہ کی اس بات کو پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں؟ کیا قرآن کی text پوری ہو گئی ہے کہ ”اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ مِّنَ الْاَرْضِ مِطْلَعُ نٰجٍ“ کہ اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائے۔ کیا بنا کے چھوڑ دیئے؟ کیا نکھرے پڑے ہیں؟ نہیں، بالکل نہیں، بنا کے چھوڑے نہیں۔ ”یَنْزِلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ“ (ان تمام زمینوں میں میرا حکم اترتا ہے) وہاں بھی قرآن اترتا ہے۔ مگر اللہ میاں! یہ آپ ہمیں کیوں بتا رہے ہو؟ ہمیں کیوں بتا رہے ہو؟ ہماری sciences تو ابھی کائناتِ اول کی دلیلیں پر ہیں، ہم تو ابھی شعور نہیں رکھتے آپ کی باقی سات کائناتوں کا تو آپ ہمیں کیوں بتا رہے ہو؟ پروردگار کہتا ہے ”لَتَعْلَمُوْا“ کیونکہ تم بڑائی کے تکبرات کے اسباب بہت دیکھ رہے ہو۔ تم تجذبات سے بڑے متاثر ہو۔ مگر تمہارے رب کی تو کائناتیں ہی گننے میں نہیں آئیں گی اور تم اس چھوٹی سی دنیا کے چند changeable, variable human instinctive fashions (بردم بدلے ہوئے جذباتی فیشن) سے مار کھا گئے ہو۔

وائے مجبوری! یہ احساسِ نیاں آپ میں سے ہی نہیں، جاوید اقبال سے بھی چلا گیا ہے۔

وائے ناکامیِ متاعِ کارواں جانا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ نیاں جانا رہا

اب اقبال کو کون سمجھائے؟ اقبال کو کون سمجھائے کہ آپ کے فلسفہ، اخلاق کو تو آپ کے کُروالے ہی نہیں پوری طرح سمیٹ سکے۔ نہ نرالی توجیحات چیش کی جارہی ہیں۔ اقبال کا یورپ کے فلسفہ اور عقل سے متاثر ہونا تو natural تھا، وہ تو چلے آئے مگر ان کو اپنے culture کی depth کا علم تھا۔ اقبال کو پتہ تھا کہ قرآن بہت دور کی بات ہے یورپ والے اور گویے جیسے شاعر تو مشرقی شاعروں میں سے ملاحظہ شریاز اور عمر خیام کے بحر سے ہی نہیں نکلے چہ جائیکہ وقرآن تک پہنچے۔

حافظ نے شعر لکھا۔ آپ سنو تو آپ کہو گے کہ یہ بہت ہی نامِ شاعر ہے۔

گر آمد ترک شیرازی برستہ دل مارا
بقول ہندو اش باختم و شرف قد و بخارا

(اگر وہ محبوب ترک میرے ہاتھ آئے تو میں اس کے رخسار کے ایک تل کے بدلے شرف قد و بخارا بخش دوں) یہ عام سا شعر ہے۔ آپ شرق کے لوگ جو روپیگک شاعری سنتے ہو اس میں یہ بڑا common سا کلچرل شعر ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کا مبالغہ آمیز شعر ہمیں کتابوں میں بہت ملتا ہے مگر گوئے کو اتنا پسند آیا کہ بغینہ اپنی کتاب میں اس شعر کو اسی طرح نقل کر دیا۔ وہ عظیم شاعر گوئے..... وہ حافظ شیراز کو سلام کرتا ہے کہ شرق استاد ہے، علم میں منطق میں، دانشوری میں..... یورپ کے احساسات کو، ان کے علوم کی معرفت کو کبھی جیسے اسلام غزالی سے جانتی ہے کبھی ایسی رشد سے ملتی ہے کبھی غریب سے جس کو آپ میں سے بہت کم لوگ جانتے ہو کہ شرق کی مثال میں غریب بھی ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ بس ایک عیاش طبع شاعر تھا مگر یورپ کی جان بٹا ہوا ہے۔ ان کیلئے کلچر مرتب کرنا ہے انداز زندگی دینا ہے۔

خواتین و حضرات! depth دیکھئے! کیا خوبصورت شعر ہے! چھوٹا سا خوبصورت خیال..... اس قسم کا خیال کبھی west کے مفکرین کے ذہن میں بڑا کم آتا ہے جو شاعری وہاں سے آتی ہے وہ بڑی practical سی شاعری لگتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ گلاس کاٹ رہے ہوں یا کسی دیوار و در کی اینٹیں گسی رہے ہوتے ہیں۔ ذرا ایک چھوٹا سا شعر سنیے اور استعارے کی خوبصورتی اور depth دیکھئے!

”بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد“

(بہتر تو یہ تھا کہ لیلیٰ صحراء میں ہی رہتی اور وہاں اپنے جلووں کی نمائش کرتی)

”ندارد تنگ نہ بہ شہر ناب حسنِ سحرانی“

(کیونکہ شہر کی تنگ داریک گھیاں حسنِ سحرانی کی تاب نہیں لاسکتیں)

یہ عالم ہے آپ کا..... اوہ صحراء میں سے اٹھا ہوا خیال و فکر کا مذہب..... جس کا خالق یہ کہتا ہے کہ اندھا دھند تھکد نہیں، دلیل لاؤ، دلیل سے بات کرو۔

”لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ“

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا)

”وَيُحْيِي مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ“

(جو زندہ ہوا وہ دیکھ لے گا)

خواتین و حضرات! اس اللہ کا یہ دین تھا، وہ کلچر کہاں اور یہ زمین کے کلچر کہاں..... اسلام میں اور دورِ حاضر کی تہذیبات میں بالکل وہی فرق ہے جو اتنی کروڑ سال پہلے primates پرگزرا اور کچھ primates نے درختوں کی راہ لی، اونچائیوں کو اڑے، آسمانوں کی طرف بلند ہوئے اور کچھ زمین کی بلوں میں گھس گئے۔ آج تک کسی دنیاوی کلچر نے کوئی moral نظام نہیں بنایا، کوئی اخلاقی نظام نہیں بنایا، صرف ذالی چیزیں بنی ہیں، society کو توڑنے والی چیزیں بنی ہیں۔

ایک شخص نے مجھے امریکا میں کہا کہ What is so problem with a homosexual culture? I said! no problem. سارے ایسے ہو جاؤ۔ کم از کم آخری زندگی تو ہو گے ماتم..... تم سے جان تو چھوٹے گی، reproductive تو نہیں ہو گے، آخری نسل ہو گے۔ میں تو خوش ہوں مگر خواتین و حضرات! ان تمام modern cultures کا یہ حال ہے کہ جدت اور اختراع کے بنانے ہر قسم کی morality قبول کرتے ہیں اور لوٹنے واپس آئی چیزیں کو ہیں۔ Again if you have to create, if you have to produce then again you need a woman. اور دوبارہ آپ سنا دیاں کرو گے۔ اوپر بچتو..... جو تم خلافت کے دعوے کرتے ہو، تم کہتے ہو کہ ہمارا، productive اور creative کلچر ہے اور اس کی بنیاد ان چیزوں پر ہے۔

Then go ahead do and die, that is all, you are the last generation, we don't bother about this. فتنی کمزوریوں اور جہالتوں کی تصدیق مذہب سے مانتے ہیں۔ وہ مذہب کے خلاف ہیں صرف اس وجہ سے کہ آسانی حقائق یا خدائے قدوس اس قسم کی پلیدی سوچوں کی، امتحان سوچوں کی اور غیر انسانی سوچوں کی کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ All moral laws are not there because of morals society بالکل نہیں..... moral laws اس لیے نہیں ہیں کہ اللہ کو آپ کی moralities پسند ہیں، نہیں..... بالکل نہیں..... moral laws انسانوں کی societies کے استحکام کیلئے ہیں۔ وہ societies جو immoral laws پر ہیں جیسے پارنا ہے، اتھنٹر ہے، وہ برباد ہو گئیں۔ پندرہ سال کے اندر پارنا کی حکومت یہی قانون بنا کے تباہ ہو گئی۔ امریکا پندرہ نہیں پچیس سال لے لے گا۔

سب سے پہلا کلچر جس نے اس گناہ کی ابتداء کی وہ عادی و شادی تھی۔ عادی و شادی کے علاوہ Spartans نے سب سے پہلے اپنے قانون پاس کئے اور homosexuality (ہم جنسیت) کی اجازت دی۔ صرف پندرہ سال وہ حکومت قائم رہی، وہ کلچر فنا و برباد ہو گیا۔ اب Americans وہی کر رہے ہیں۔ We can wait for some more time۔ کسی کو اسے قتل کرنے اور مارنے کی ضرورت نہیں ہے وہاں کوئی جہادی نہیں جائے گا۔ corrosion (دھیرے دھیرے ختم ہونا) اندر سے شروع ہوتی ہے لیکن دوسری طرف اگر آپ اسلام سے یہ توقع رکھتے ہو، اگر اس قسم کی اجازت چاہتے ہو، اس قسم کی آزادیاں چاہتے ہو تو یہ ممکن نہیں ہے کہ پروردگار کی پسند و ناپسند کو آپ بخروا کر دیں جیسے "History of religion" کی مصنف فرماتی ہیں کہ "اب اگر اللہ کو زمین پر حکومت کرنا ہے تو ان سارے گناہوں کی اجازت دے کر انسانوں کے ساتھ مخالفت کرنی ہوگی کہ اسے بندوایہ لو، تم جو کرنا چاہو کرلو۔ اس کے بعد تو please مجھے خدا مان لو۔" مگر، اس بے نیاز پ کریم کو ہماری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یا اچھی طرح یاد رکھیے گا کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: "جب زمین پر ایک بھی اللہ، اللہ کہنے والا شخص موجود نہ ہو گا تو تب قیامت آئے گی۔" اندازہ کیجئے کہ اللہ کو اس لیبارٹری میں اگر six billions میں سے ایک آدمی بھی مل جائے تو وہ قیامت نہیں لائے گا۔ Look at the average of the high wastage. He doesn't care چھوڑا رہا ہے تہہ ہوتے ہوں، برباد ہوتے ہوں، اسے کوئی پرواہ نہیں اور disqualification کا معیار خدا کی برحق میں قائم ہے، پانچ ہزار اکتے ہیں، باقی ضائع ہو جاتے ہیں۔ ایک general wastage کا order ساری دنیا میں قائم ہے۔ کوئی کوئی شگوفہ کھلے گا تو حسین بہا رہے گا۔

اب بھی آپ کے بس میں ہے، اب بھی آپ کے شعور کے بس میں ہے، کہ کسی سے ادھار لے کے آپ قرآن نہ پڑھو، ادھار کی information نہ لو۔ ہر آدمی، ہر religious movement ایک ایسے کا شکار ہے۔ ایک angle سے دنیا کو دیکھتی ہے۔ اپنے وجود کو محسوس کرتی ہے، اپنے آپ کو صحت مند قرار دیتی ہے۔ کوئی قرآن پڑھتا ہے اور حدیث سے انکار کر رہا ہے، کوئی حدیث مانتا ہے اور قرآن کی باتوں سے انکار کر رہا ہے۔ بڑے بڑے نئے مفکر اور دانشور آ رہے ہیں میڈیا پر جو اس انداز میں اللہ اور رسول ﷺ کی بات کرتے ہیں جیسے ایک برا

ہمسا یہ ان کو نصیب ہو گیا ہو۔ آج کے secularists کو enlightened اسلام والوں کو، بڑی مصیبت پڑ گئی ہے مگر اسلام reaction show نہیں کرتا۔ اللہ کو کیا پڑی ہے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کیا قومیں حرد اور سرکشی کا شکار نہیں ہوئیں؟ کیا آپ نے نوحؑ کے زمانے میں نہیں دیکھا؟ نوحؑ اتنے تنگ ہوئے ایک ہزار سال کی سرکشی اور انکار کے بعد کہ کہا: "اے پروردگار! ان میں سے کوئی سیکھنے والا نہیں، کوئی پڑھنے والا نہیں، کوئی تجھے ماننے جاننے والا نہیں۔۔۔۔۔ میری درخواست ہے کہ روئے زمین پر ایک کافر بھی نہ چھوڑ۔۔۔۔۔! پھر آپ دیکھئے کہ "ہندو mythology" میں طوفان نوح موجود "منوسرتی" میں طوفان نوح موجود "Scandinavian mythology" میں طوفان نوح موجود "میسوپوٹیمیا" کی civilization میں طوفان نوح موجود۔۔۔۔۔ یعنی صرف ایک طوفان سے روئے زمین پر تمام زندگی کو ختم کر سکتا ہے۔ So we all don't do any favour to him, nothing at all. اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے، ہم سمجھنے کی کوشش کریں اور اس cultural تصادم میں اس temporary اشتباہ انگیزی سے بچیں۔ ہمیں جھجھکنا پسند نہیں، تحفظ زمین و آسمان کیلئے سب چیزوں کی اجازت ہے مگر کھدے اور قرینے سے۔ مگر خدا کیلئے اس inferiority سے بچیں جو مغربی درس گاہوں کی ہے، جو مغربی تعلیم کی ہے، جو مغربی شعور کی ہے۔۔۔۔۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک مغربی شعور نے ہمیں کوئی بڑا مفکر نہیں دیا، بڑا دانشور نہیں دیا بلکہ یہی احساس کمتری کے مارے ہوئے چند یونیورسٹی کے پروفیسر دینے ہیں جو مولوی کو اسلام سمجھتے ہیں اور تنقید انہوں نے اسلام پر شروع کی ہوئی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ یہ طوفان بد تمیزی ایسا چڑھ گیا کہ زمین سے اسلام کو نیست و نابود کر جائے گا۔ نئے enlightened اور نئے moderate concepts (اتفاقی رائے) اسلام میں آئیں گے جن میں شراب کی اجازت ہوگی، consent کی اجازت ہوگی، بڑے بڑے حیرت انگیز کرشمے واقع ہو گئے۔ اسلام پھر بھی اللہ کا دین رہ جائے گا۔ اللہ مصالحت کرے گا enlightenment والوں کے ساتھ کہ یا راجھے ماننے ہو۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔! دو چار نامیاں میں قبول کر لیتا ہوں۔ معاذ اللہ! استغفر اللہ۔۔۔۔۔ انسان اپنی حیثیت نہ جانے۔۔۔۔۔

یہ narcissist ہے خود پسند انسان ہے اس کا خیال ہے کہ میں اکیلا ہوں، اللہ نے مجھے بنا تو دیا ہے، اب میں اللہ پر احسان کر رہا ہوں اس کی شناخت کا۔۔۔۔۔ اور اس کی صدمہ اور

We should be able to understand God with better education, and better understanding. جیسا اللہ نے کہا کہ تم میں سے کوئی بھی مجھے جاننے کا حق ادا نہیں کرتا۔ تم میں سے کوئی بھی میری عبادت کا حق ادا نہیں کرتا، میں نے تمہیں عقل و شعور بخشا تھا، تم مجھے اندھی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور مجھی ہوئی روشنیوں سے دیکھتے ہو۔ میں نے چاہا تھا کہ میرے بندے سوچیں، سمجھیں غور کریں، آیا سچائی کو جانیں کہ ”الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ“ اور کھڑے بیٹھے کہو ان کے بل میرا ذکر کریں اور ”وَيَسْتَغْفِرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ اور میرے ماننے والوں میں سے غور و فکر کرنے والے سائنسدان انھیں، سائنسدان انھیں، دانشور انھیں، علیم انھیں، ادیب انھیں، کریم انھیں مگر جو حکمران ہاں وقت ہے کہ جو پڑھنے والا ہے وہ خدا کے خلاف ہو رہا ہے۔ اس قدر شدید بحران بے حساس کتری کا کہ اللہ حیران ہے کہ میں ان مسلمانوں کو کس ”سطحِ پستی“ سے اٹھاؤں اور کس ”منزلِ فکر“ تک پہنچاؤں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

سوال و جواب

سوال: آج کے media میں اور آج کے intellectuals اسلام میں عورت کے مقام کو بہت down rate کرتے ہیں، بہت کمتر portray کرتے ہیں۔ اگر اسلام اتنا ہی enlightened ہے جتنا کہ آپ نے اپنے lecture میں کہا تو اسلام عورت کو اتنا کمتر کیوں گردانتا ہے؟

جواب: جس وقت اسلام آیا اس وقت اگر پس منظر میں عورت کے مقام کو دیکھیں تو کچھ خواتین بار بار رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اسلام نے ہمیں یہ حق نہیں دیا، ہمیں وہ نہیں حق دیا تو ایک دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں یاد ہے کہ جب تم زمانہ possibility کا شکار ہوتی تھیں یعنی جب تم یام میں ہوتی تھیں تو society کے مرد تمہیں بکریوں کے بازے میں بند کرتے تھے اور جہاں بیٹکیاں کس کر تم دن پورے کرتی تھیں یعنی human society تمہیں اتنا بھی قبول نہیں کرتی تھی۔ اس وقت تمہیں یام میں استدرامس سمجھا جاتا تھا اور پھر اللہ نے تمہیں یہ تجاویز مقام بخشا کہ جب ایک دفعہ خواتین نے شکایت کی کہ اسلام میں بنیادی طور پر قرآن مردوں کو مخاطب کرتا ہے اور ہمارا ذکر نہیں کرتا۔ کیا اللہ کے نزدیک ہم ایسی ہی گئی گزری حقوق ہیں تو خدا نے اپنی بندیوں کی سن لی اور قرآن میں آیات اُتریں اور ان آیات کے ذریعے اللہ نے بتایا..... جیسے آپ ان کو پڑھتے ہو ”وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتِ“ تو سب سے آخر میں اللہ نے وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کا ذکر کیا کہ اللہ کو یاد کرنے والے اور اللہ کو یاد کرنے والیاں.....

اسلام over all عورت کے بارے میں exhibition (نمائش) کو پسند نہیں کرتا اور protective ہے۔ اب دیکھئے یورپ میں کتنے بڑے culture differences ہیں کہ خواتین تیز خوشبو لگائیں اور مرد آہستہ اور اسلام میں یہ ہے کہ عورتیں ہلکی خوشبو لگائیں اور مرد تیز..... تو یہ ایک basic ریحان کی نشاندہی کرتا ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ تھوڑا محفوظ رکھتا ہے کہ جب وہ نمایاں ہوئی اور اپنے آپ کو اس طرح منظر عام پر لائے گی تو اسکی سادہ لوحی کا فائدہ اس طرح بھی اٹھایا جائے گا کہ جیسے آج دنیا میں تمام کا تمام media عورت کے سر پر چلتا ہے۔ تمام advertisements اس کے سر پر چلتی ہیں اور اس درجہ exhibit کیا جاتا ہے خواتین کو کہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کچھ تھوڑی سی خواتین اس exhibition کو پسند کرتی ہیں مگر کیا، تمام

خواتین اسی attitude (رویے) کو اسی exhibition کو پسند کرتی ہیں؟ Islamic attitude (اسلامی رویے) بنیادی طور پر protective ہے بچوں کیلئے، ماؤں کیلئے، relationships (تعلقات) کیلئے مگر جو بہت بڑی آزادیاں ہیں وہ اللہ نے عورت کو بخش دی ہیں اور اتنی سختی سے بخشی ہیں کہ جنس مخالف بھی اس آزادی میں مداخلت نہ کر سکے کہ جب ایک لڑکی کا نکاح ہوا، اس وقت وہ بالغ تھی اور والدین نے اس کا نکاح کر دیا۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو وہ بالغ ہو چکی تھی اور اس نے اس شادی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ معاملے کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا اور حضور ﷺ نے لڑکی کو تجویز کیا کہ ”بہتر ہے کہ تو نکاح کر لے“۔ اس نے کہا: ”میں نہیں کرنا چاہتی“۔ جب دوسری مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کہا تو اس لڑکی نے کہا: ”میں نہیں کرنا چاہتی“۔ جب تیسری مرتبہ کہا تو لڑکی نے پھر انکار کیا کہ ”میں یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی“۔ تو رسول گرامی مرتبہ ﷺ نے نکاح کو صحیح قرار دیا اور اس liberty (آزادی) کو اور اس اختیار کو ہمیشہ ہمیشہ عورت کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ اس قسم کی آزادی اور اس قسم کا اختیار اگر آپ کے مسلم معاشرے میں چھینا گیا ہے یا موجود نہیں ہے تو اس کی وجہ قطعاً اسلام نہیں ہے۔

اسلام نے عورت پر تشدد کی مذمت کی ہے کہ western معاشرے میں مرد اور عورت کا تشدد day to day (روزانہ) کی روغن میں شامل ہے مگر رسول گرامی مرتبہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بیویوں پر جبر و زور کرتے ہو، ان سے مار پیٹ کرتے ہو، تم کیسے لوگ ہو کہ جن عورتوں کے ساتھ تم حج کو مار پیٹ اور جبر و زیادتی کرتے ہو پھر انہیں کو اپنے بستر پر اکٹھا کرتے ہو؟ یعنی naturally he pointed out کہ اگر عورتوں پر تم جبر و زیادتی کرو گے تو انکی ماراضکی اور انکی منکوری کے بغیر ان کے ساتھ reproduction کرنا چاہو گے تو تمہارے گھروں میں بنیادی طور پر کسی قسم کی خوشی کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔ جہاں تک professional choices (پیشوں کے چناؤ) کی بات ہے کام سیکھنے کی بات ہے اسلام کا ابتدائی تمام ماحول میں عورتیں اتنی ہی active تھیں جتنے مرد تھے اور Florence Nightingale (فلورنس نائٹ انگیل) سے بہت پہلے مسلمان عورتوں نے ابتداء کر دی تھی مرہم پٹی کی، زخموں کی نگہداشت کی، ان کو پانی پلانے کی اور تمام extra military services (زائد فوجی خدمات) ان کے سپرد تھیں ”یرموک“ اور ”جنادین“ کی جنگیں عورتوں کی آزادی اور ان کی professional liberties (پیشہ وارانہ آزادی) کا بہت بڑا ثبوت تھیں کہ تین مرتبہ

برموک میں مسلمان افواج شکست کھا کے پیچھے پٹیس اور تینوں مرتبان کو واپس پلٹنے والی، غیرت دلانے والی، جنگ پر آمادہ کرنے والی، ماکی بہادری ابھارنے والی مسلمان عورتیں تھیں، جنہوں نے خیموں کی چوبیس اکھاڑ لیں اور ان سے کہا کہ تم عہد جاہلیت میں اتنے بہادر تھے، اب اسلام میں اتنی بزدلی دکھاؤ گے تو ہم اپنے خیموں کی چوبیسوں سے تمہاری گردنیں اور تمہارے پیٹ کو پھاڑ دیں گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار برموک کی جنگ مسلمان جیت گئے اور یہ بڑی خوفناک جنگ تھی۔ اسی طرح ”اجنادین“ کی جنگ میں ”خولہ بنت ازور“ ایک عورت نہیں بلکہ ایک institution ہے جس نے سبھی تباہ کن کے دشمنوں کے ایک پورے گروہ پر حملہ کیا، اپنے بھائی حمزہ ابن ازور کو چھڑایا اور وہ اتنی خوفناک جنگ تھی کہ خالدؓ نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں نے آج تک کسی ایسے جنگجو کو نہیں دیکھا جو اس خطاب پوش کی طرح لڑ رہا ہے۔ یہ ہے کون؟ اور بعد میں ”خولہ بنت ازور“ نے تعارف کر لیا تو خواتین و حضرات! ایک بات تو اس سے پوری طرح ثابت ہے کہ اس زمانے میں آلات حرب کو سیکھنا، ان پر کمانڈ حاصل کرنا جیسے خولہ نے کیا جیسے ہندو جبہ ابوسفیان نے کیا، یہ قطعاً معمولی اور روٹین کی باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ اس لیے میرا خیال کہ اسلام میں عورت کو آزادی کا کوئی مسئلہ درپیش ہو، البتہ ظاہر ہے کہ society کے استحکام سنبھالنے کوئی بھی صاحبِ معاشرہ (جو تخلیق کر رہا ہے) ان اقدامات کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس سے اس کا خیال یہ ہے کہ عورت کے وجود کی توہین ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ relationship کے معاملے میں اللہ نے جو احتیاط عطا فرمائی ہے وہ اس معاشرے میں بھی ان liberties کی وجہ سے جو فسادات ہو رہے ہیں وہ بھی بڑے obvious ہیں۔

میں ایک عام سا سوال خواتین سے ضرور پوچھوں گا کہ جن معاشروں میں تعلقاتِ شہر ملاقات کی اتنی آزادی ہے کہ ہر وقت male اور female (مرد و عورت) اکٹھا ہو سکتے ہیں اور ہر وقت ان کی understanding ہوتی ہے اور ہر ممکن طریقے ان کے ملاپ کے موجود ہیں اور کوئی رکاوٹ ان میں موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد چار پانچ سال کی مکمل مفاہمت کے بعد اور financial co-operation (ساتھی تعاون) کے بعد اور co-operation (معاشرتی تعاون) کے بعد جب ان کی شادیاں ہوتی ہیں تو ان کی ملاقاتوں کی average (شرع) آپ سے کیوں زیادہ ہے؟ Why it is? کہ مغرب جو دعویٰ کرتا ہے کہ ہم مکمل آزادی دیتے ہیں اور مرد و عورت کے درمیان کسی قسم کی رکاوٹیں، کسی قسم کے barrier

موجود نہیں ہیں اور محبتوں کی ہی شادیاں ہوتی ہیں اس کے باوجود پھر مغرب میں طلاقیں کی اتنی بڑی average کیوں ہے کہ جو imagine کرنا ہی مشکل ہے؟ اس کے علاوہ عورتوں کے حقوق کے دعویدار culture جو موجود ہیں انہوں نے عورتوں پر کیا بڑی آفت لاد رکھی ہے کہ..... یہ قانون تو بنادیا کہ عورت کو مرد کی جائیداد میں سے آدھ حصہ ملے گا مگر اس کے عوض عورتوں کو کیا ملا؟ Unidentified relationships اور living together کا institution آگیا کیونکہ مردوں نے ان عورتوں کو آدھی جائیداد دینے سے انکار کیا یا آدھی جائیداد بچانے کیلئے وہ نکاح یا registration تک نہیں پہنچتے اور living together کا ایک نیا institution پیدا ہو گیا جس نے عورت کیلئے کوئی عزت و حرمت چھوڑی اور نہ اس کے بچوں کے لئے جو society میں protection مانگتے تھے اور مرنا اپنے مقاصد کے حصول کے بعد ان سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی انسانی قانون اٹھا چھایا ہوتا کہ عورتوں کو تنہا نکلتا دیتا تو میں یقین سے کہتا کہ میں اللہ کو کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے اسلام نے عورتوں کو کم حقوق دیئے ہیں یا ان کی کم حفاظت کی ہے But when we look at the conditions and the multiphasic problems جو عورت مغرب میں face کر رہی ہے اور وہ بے شمار بچے جو بغیر ماں باپ کی identity کے پیدا ہو رہے ہیں تو پھر ہم کیوں convince نہیں ہوتے کہ کوئی system اس وقت دنیا میں موجود نہیں جو عورتوں کو اسلام سے زیادہ عزت و احترام بخش رہا ہے۔

سوال: پروفیسر صاحب آج کل media پر ایک بڑی گرم بحث چل رہی ہے اور دوستوں اور احباب میں بھی بڑی گرم بحث ہے اور اس کے اوپر ایک پروگرام آیا تھا جس میں کہ علامہ اقبال کے بیٹے جاوید اقبال نے بھی اپنی رائے دی تھی اور دوست کہتے ہیں کہ ڈاکٹر امرا بھی اس مجلس میں موجود تھے اور انہوں نے اس کا خاطر خواہ اور clear جواب نہیں دیا تھا۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب نے یہ بات بڑی واضح طور پر GEO TV پر کہی تھی کہ قرآن میں شراب کو حرام قرار نہیں دیا گیا۔ آپ اسکا بڑا واضح جواب دیں۔

جواب: خواتین و حضرات! ”حرام“ تو ایک ایسا عنوان ہے کہ بہت ساری چیزیں جو آپ پر اس وقت حلال نہیں ہیں ان سب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن کچھ basic laws مرتب کرنا ہے اور پیغمبر کے ذریعے ہم اس کو پھر تحقیق کرتے ہیں یا اس کی تخصیص کرتے ہیں۔ قرآن کو اللہ کے

رسول ﷺ سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ کہا جائے کہ قرآن میں یہ چیز نہیں ہے تو پھر ہم جواباً ان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر بَعْیۃ قرآن کی interpretation ہو جو اس کے لفظوں میں لکھی ہوئی ہے تو پھر بڑی مشکل ہے کہ آپ بغیر شائع کے، بغیر محمد رسول اللہ ﷺ کے قرآن کی کسی وضاحت کو پاسکو کیونکہ ہر حال اگر قرآن کے موضوعات پر وضاحت تسلیم کرنی ہے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث چاہیے ہوتی ہے اور ان کے بغیر آیت کے دن باوجود بے پناہ پڑھے لکھے ہونے کے بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ میں قرآن کو قرآن سمجھ سکتا ہوں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب ہوں یا کوئی اور مفکر ہوں ہمیں کوئی ایسی دلیل مہیا نہیں کر سکتے کہ قرآن قرآن ہے اور اللہ کی کتاب ہے۔ مگر ایک ”شخص واحد“ ہے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی زبان سے دو اقوال نکلتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ وحی ہے، اللہ کی بات ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”یہ میری بات ہے، یہ حدیث ہے۔“ اس کے علاوہ کسی شخص کے پاس بھی قرآن کے قرآن ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ وہ ”شخص واحد“ جس کو یہ بات کہنے کیلئے چالیس برس تک ”صادق اور امین“ کہلویا گیا۔ لوگوں کیلئے نہیں کہلویا گیا۔ صادق اس لئے کہلویا گیا کہ یہ اللہ پر کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے اور جو بات کہیں گے اللہ کی طرف سے سچ کہیں گے اور امین اس لیے کہلویا کہ جو کچھ ہم انہیں دیں گے اس میں نہ ایک حرف زائد کریں گے، نہ ایک حرف کم کریں گے۔ چونکہ ہم قرآن ان کو دے رہے ہیں اور اس میں ایک لفظ کے تغیر کی گنجائش موجود ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ صادق اور امین نہیں ٹھہرتے اس لیے سب سے پہلے قول رسول ﷺ ہی نے ہمیں بتایا کہ یا اللہ کی کتاب ہے، اللہ کی وحی ہے اور وہی پھر فرق کرنے والے ہیں، اپنی باتوں میں اور اللہ کی باتوں میں۔ اس لئے جب بھی قرآن سمجھا جائے گا، پڑھا جائیگا اس کی authenticity اور اس کی explanation کا تواسر دباؤ رسول اللہ ﷺ پر ہوگا اور ان کی امانیت سے ہوگا۔ بغیر حدیث قرآن بھی establish نہیں ہوتا۔

اب سوال شراب کا ہے۔ ابتداء میں پوچھا گیا کہ ”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ“ (تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں) کہ جوئے، شراب اور پانسوں کے بارے میں قرآن (اللہ) کیا کہتا ہے؟

”قُلْ فِيهِمَا أَثَمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ“

کہہ دو کہ اس میں..... اِثْمٌ كَبِيرٌ (بہت بڑے نقصانات ہیں۔) وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (اور تحوزا سا

تمہارے اعمال کا رت چلے جائیں اور تم ایمان سے نکل جاؤ۔ اب دوبارہ اگر آپ اس آیت کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ پہلے اشارہ دیا گیا ہے کہ نہ کرو تو بہتر۔ دوسرے میں practical insinuate (عملی طور پر دل میں بخلا) آ گیا ہے کہ ان اوقات میں یا نمازوں کے اوقات میں تم شراب نہ پیو۔ واضح کلمہ آ گیا کہ شراب پی کر تم یہ کام نہ کرنا۔ اس کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن میں سے ایک واقعہ مشہور ہے۔ وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سادی کا ولیمہ ابھی نہیں ہوا تھا تو سید ابی بکر صدیقؓ نے انہیں دو اونٹیاں دی تھیں کیونکہ جناب علی کرم اللہ وجہہ کی مالی حالت اس وقت بہت درویشانہ سی تھی تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کو دو اونٹیاں پیش کیں کہ آپ یہ اپنے ویسے پر لگائیں۔ وہ اونٹیاں کھڑی تھیں اور عرب کے پرانے دستور کے مطابق ”ریز“ پڑھے جا رہے تھے اور رقاہ موجود تھی، حضرت حمزہؓ بھی وہاں موجود تھے، اس رقاہ نے شعر پڑھا کہ اسے حمزہؓ غیر عرب اتو ویسی ہے کہ اپنے ایک ہاتھ سے دس دس اونٹنیوں کی کوٹھیں کاٹ دیتا تھا۔ چونکہ حمزہؓ بہت نشے میں تھا اور پورے پورے alcoholic تھا اور ماشاء اللہ دلاور ان عرب میں سے تھے۔ جب یہ شعر سنا تو اُٹھے اور ایک ہی ہاتھ مارا اور دونوں اونٹنیوں کی کوٹھیں کاٹ دیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ویسے بیٹے رکھی ہوئی تھیں۔ اسنا شدید صدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوا۔ اب چچا کو تو کچھ کہ نہیں سکتے تھے۔ وہ تو اس وقت کسی اور سی عالم میں تھے۔ بھاگتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور فرمایا ”یا رسول اللہ! غضب ہو گیا، حمزہؓ نے یہ کیا ہے۔“ محدثین کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس چادر تھی، انہوں نے پوری طرح چادر بھی نہیں لی اور تھمتی ہوئی چادر کے ساتھ مجلس میں آ کر کہا ”چچا تو نے یہ کیا کیا؟“ اور حضرت حمزہؓ چونکہ بالکل ہی گئے ہوئے تھے۔ حالت ہی کوئی اور تھی۔ تو آنکھ اٹھا کر کہا کہ تم سب میرے باپ عبدالمطلب کے غلام ہو۔ حضور ﷺ نے جب یہ بات سنی تو چادر سحی اور کہا کہ چچا کو تو ہوش ہی نہیں ہے، وہ پتہ نہیں کس عالم میں ہے، اب ان سے کیا بات کروں۔ یہ واقعہ پیش آیا اور اس قسم کے کچھ اور واقعات پیش آئے تو قرآن نے آیت اتاری کہ اے لوگو! کیا تم خدا کا ساتھ دینا نہیں پسند کرو گے؟ کیا تم شیطان کا ساتھ دینا پسند کرو گے؟ یہ شراب جو تمہیں پلاتا ہے، تمہیں آپس میں لڑواتا ہے، تمہارے اعمال ضائع کرواتا ہے، تمہیں قتل و غارت پر آمادہ کرتا ہے تو اب فیصلہ کرو کہ تم خدا کا ساتھ دو گے کہ شیطان کا ساتھ دو گے۔؟ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ حرام نہیں ہوا۔۔۔۔۔ حرام تو بڑی چھوٹی سی چیز ہے۔ حرام کے بعد بھی خدا کی بندگی یا ساتھ سے

مسلمان نہیں بنتا۔ یہاں تو اللہ بڑی سخت بات کہہ رہا ہے کہ فیصلہ کر لو کہ تم اللہ کا ساتھ دینا چاہتے ہو یا شیطان کا ساتھ۔ اب کون ڈاکٹر صاحب کو سمجھائے کہ یہ حرام سے سخت آیت ہے اور یہ بہت واضح آیت تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت کو سمجھا کیسے گیا۔؟ لوگوں نے کیسے سمجھا۔؟ اصحابؓ نے کیسے سمجھا۔؟ محمد رسول اللہ ﷺ نے اسے کیسے سمجھا۔؟ اس کے بعد کئی ممانعت کا اعلان ہونے کی وجہ سے مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح پھینکی گئی کہ گلیوں میں، مایوں میں پانی کی بجائے شراب بھرتی تھی۔ اب بتائیں کہ کیا ”ڈاکٹر صاحب“ زیادہ صاحب فہم ہیں اس معاملے میں۔؟ مدینہ کے اصحابؓ نے اور مدینہ کے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا غلطاء طلب سمجھا تھا کہ اس سے مکمل ممانعت منظور ہے اور شراب اب کوئی بھی نہیں چے گا اور جو بچے گا وہ قابل سزا ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ قابل سزا ہونے کا جواز موجود ہے کہ نہیں؟ حدیث اس پر وارد ہے کہ ایک وفد منع کرو، نہ منع ہو تو دوسری مرتبہ منع کرو، نہ منع ہو تو تیسری مرتبہ اسے بند کر دو پھر بھی اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دو۔ یہ شراب کی سزا کے چار steps تھے جو پہلے عرصے میں نافذ ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی سزا پالیس کوڑے رکھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی سزا اسی کوڑے رکھی، اور through out عالم اسلام میں کسی کو شہ نہیں ہوا سوائے ”ڈاکٹر صاحب“ کے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس آیت کو غلط سمجھا ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ جو ہمیں suit کرتا ہے، وہی ہم مانتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو بتاؤں کہ ”کادسیہ“ کی جنگ میں ”ابو معین سقھی“ پابند سلاسل تھا اور اس کی وجہ شراب تھی یعنی practically تاریخ اس واقعے کی گواہ ہے۔ پتہ نہیں ”ڈاکٹر صاحب“ نے پڑھی یا نہیں کہ کادسیہ کی جنگ میں ابو معین سقھی کو ایک خیمے میں اس لیے قید کیا گیا کہ وہ شراب پینے ہوئے تھا۔ پھر جنگ جب تیز ہوئی تو اس نے رجز پڑھا اور اس نے کہا: ”کیا بد بختی ہے میری کہ میں جو عرب کا اتنا بڑا جنگجو ہوں۔۔۔۔۔ میں صرف ایک نفٹ کی وجہ سے اللہ کی خاطر لڑنے سے محروم ہوں۔۔۔۔۔ تو حضرت سلمیٰ، جو حضرت سعدؓ کی بیوی تھیں، ان کو انکار عا بر الکا اور خیال کیا کہ میں اسے کھول دوں کہ یہ اللہ کی راہ میں لڑے اور پھر معین سقھی جیسے لڑے وہ تاریخ میں ریکارڈ بنا اور واپس جب آئے تو حضرت سعدؓ نے ان کا حال پوچھا اور پھر ان کو اس معذرت پر کہ میں آئندہ نہیں بیٹوں گا۔۔۔۔۔ ان کی سزا معاف کی اور ان کو بخش دیا۔

اب مسئلہ جو بڑا سادہ سا ہے کہ اس کی سزا، اس کی فہمائش، اس کی بندش سب موجود ہیں، دین میں موجود ہیں، رسول اللہ کے طرز عمل میں موجود ہیں، اصحاب رسول ﷺ کے طرز عمل میں

موجود ہیں اور کسی بھی گورنمنٹ کے اس طرز عمل میں موجود ہیں کہ شراب و قہم کے effect تحقیق کرتی ہے۔ ایک depressant (بے حسی) اور دوسرا exuberant (فراواں) اور aggressive (جارجانہ) اور اگر شراب پی کر وہ چھوٹے میں خراب کاری کرے گا، دنیا مشتے کرے گا، رولا ڈالے گا، ظلمت کے آرام کو نقصان پہنچائے گا تو اسلام ہی کیا آج کا قانون بھی، Western قانون بھی اسے سزا دے گا۔ اس لئے مجھے نہیں پتہ کہ ”ڈاکٹر صاحب“ نے یہ جواز جو دیا ہے تو کیا انہوں نے صرف لفظ ”حرام“ ہی کو حرام قرار دینا ہے یا کچھ اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت بھی کرنی ہے یا قرآن کو طے کی گئی ہے پڑھنا ہے اور بغیر کسی شارع کی مدد کے پڑھنا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن نہیں پڑھا۔ اس وجہ سے وہ یہ باتیں کرتے ہیں۔

سوال: دوست پوچھ رہے ہیں sir کہ اسلام سے لوگ آخر اتنے خوف زدہ کیوں ہیں؟
 جواب: یہ اسلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے یا اللہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگ خوف زدہ ہیں۔ ہم پر ہندوؤں نے اثرات بڑے گہرے مسلط ہیں۔ برصغیر میں جب Arians (آریا) کی آپس میں struggle شروع ہوئی تو شروع میں چونکہ برہمن جو priest (پجاری) تھا وہ rule کرتا تھا اور راجپوت اس کی متابعت کرتے تھے مگر جب آپس کی باہمی کشمکش ہوئی تو راجپوت چونکہ صاف ستھرا جنگجو تھا وہ جنگ جیت گیا اور برہمن defensive (مدافعانہ) ہو گیا۔ جب برہمن defence پر گیا تو اس نے راجپوت کو دوبارہ trap (گاپو) کرنے کیلئے مذہب میں دو چیزیں introduce (متعارف) کیں، ایک ”allurement“ (لبھاؤ) تھی اور دوسرا ”خوف“ تھا۔ خوف کیلئے اس نے کافی، درگا، سرسوتی، کھنڈ، گھنٹھیں اور خوفناک شکلوں والے دیوتا پیدا کر دیئے اور ننگ و تاریک حجروں میں ان کو تسکین کیا۔ جب پریشان حال راجپوت جو بچا رہا سیدھا سادھا سپاہی تھا۔۔۔۔۔ مندروں میں کھتا اور ان دیوی دیوتاؤں کو دیکھتا اور ان کے ساتھ وابستہ داستانیں سنتا تو اس کا دل خوف سے بیٹھ جاتا تھا اور پھر وہ برہمن کے اقتدار میں آ جاتا تھا۔ اس کا دوسرا حصہ دیو دیویاں، ماتا اور قہم و سرور تھے جو مذہب کے کام پر ہوتے تھے۔

اتفاق یہ دیکھئے کہ جب اسلام آیا تو اس میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی، اسلام انس تھا، محبت تھا، اخلاص تھا، اسکے علاوہ اسلام میں کوئی شے نہیں تھی۔ مذہب priority (ترجیح) نہیں تھی، اللہ priority تھا، اللہ سے محبت priority تھی، انس priority تھی۔ مذہب رستہ تھا، منزل اللہ

تھا اور اللہ تک پہنچنے کا عرف ایک رستہ تھا اور وہ محبت تھی، اُنس تھا۔

”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“

(تم کبھی اللہ کو نہیں پا سکتے جب تک اس کی محبت کیلئے تم اپنی محبتیں قربان نہ کرو)

تو It was a match of love کہ خدا کیلئے تم کیا دیتے.....؟ کیونکہ بار بار اللہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اُنس اور محبت سے یاد کرو۔

”كَذَكِّرُوا اللَّهَ كَذَكَّرَكُمْ اَبَانَكُمْ“

(پھر یاد کرو اللہ کو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو)

مجھے ایسے یاد کرو جیسے belongings کو کرتے ہو۔ اَوْ اَشْذُ ذِكْرًا (ذرا زیادہ کرو) تاکہ مجھے محسوس ہو کہ تم دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر مجھ سے محبت رکھتے ہو۔ مولوی نے اسے اُتار دیا..... مولوی اسے اس priority سے دور لے گیا جو اللہ نے مذہب کے ذریعے suggest کی تھی کہ اپنے ذہن کی استعداد کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ خدا کی معرفت کی کوشش کرنا..... جب شیطان نے یہ کہا کہ اے اللہ! میں تیرے بندوں کے اوپر سے آؤں گا، میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا تو اللہ نے کہا: ”تَوْبَتِيَا“ کہے گا مگر تو میرے ایک قسم کے بندوں کو کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا۔“ اَلْاَعْبَادُ اللّٰهُ الْمُخْلِصِينَ جو میرے لیے اپنے دل میں اخلاص رکھیں گے، محبت رکھیں گے، اُنس رکھیں گے تو انہیں کبھی نہیں گمراہ کر سکے گا، جو اپنی محبتیں میرے لیے قربان کریں گے، جو مجھے اپنے آباؤ اجداد سے بھی زیادہ یاد دلائیں گے۔ میں ان کو اپنا دوست سمجھتا ہوں اور جگہ جگہ آپ کو نظر آئے گا: ”سُبْحِ اسْمُ رَبِّكَ الْاَعْلٰی، سُبْحِ اسْمُ رَبِّكَ الْعَظِيمِ“ اور ہر جگہ دیکھئے کہ خدا ذکر پر اور محبت پر زور دے رہا ہے اور اتفاق یہ دیکھئے کہ علماء نے اس کا بالکل ہی الٹ کر دیا، اللہ کو خوف و وحشت کی علامت بنا دیا،..... شاید اقبال سی لیے لکھ کر رہا ہے کہ

..... بخا کے عرش پر رکھا ہے تو نے اسے واعظ

خدا ہی کیا ہے جو بندوں سے اجراز کرے

سب سے زیادہ محبت کا رشتہ اللہ اور بندے کا ہے سب سے بہترین دوست زمین پر انسان کا صرف اور صرف اللہ ہے مگر جیسا اللہ خود کہتا ہے

”اَمِّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرُّ اِذَا دَعَا“

(کون ہے جو مضطرب میں مضطرب کی دعا سنتا ہے؟)

وَيَكْشِفُ السُّوءَ (کون ہے جو تمہاری برائی کی گریں کھولتا ہے؟) تمہاری نختیوں کی گریں کھولتا ہے؟ تمہارے غم و آلام کو دور کرتا ہے؟ وَيَجْعَلْكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ اور کون تمہیں زمین پر عزت و برکت عطا کرتا ہے؟ اللہ ہی تو ہے قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ مگر تم اسے یاد دہانہ کرتے ہو۔
سوال: جو مولوی ہیں یہ تو اس علم کو سمجھتے ہی نہیں، نہ دے سکتے ہیں تو اگر کوئی شخص روحانیت حاصل کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: روحانیت تو progress ہے لیکن ایسے ہی جیسے آپ کسی جگہ داخل ہوئے، آپ نے ایف اے - بی، اے کیا، ایم اے کیا اور پی ایچ ڈی کیا۔ روحانیت کوئی دلچسپ شے نہیں ہے۔ This is a kind of specialization of emotions and feelings. دیکھئے کہ بریوندری میں داخلے کے بعد آپ علم میں درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہیں۔ اسلام میں مسلمانوں کا عجیب عالم ہے کہ آپ داخل ہوئے، نماز روزہ شروع کیا اور اسی حال میں آپ ستر سال کی عمر میں فوت ہو گئے، کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ کوئی استعداد نہیں بڑھی۔ کوئی خدا کا سراغ نہیں ملا۔ کوئی محبت اور انس میں اضافہ نہیں ہوا۔ تو یہ اللہ کی طرف ایک غیر منطقی اپروچ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ انسان اگر غلو سے اللہ کو چاہے، محبت سے، انس سے اس کو طلب کرے تو وہ ہر ایک ایسے مقام معرفت تک پہنچے گا، شناخت تک پہنچے گا۔ مگر ہر طرف۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ سارے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بن جائیں گے یا سیدنا علی عثمان چھوڑی بن جائیں گے یا خواجہ معین الدین چشتی بن جائیں گے مگر

بلوہ بدر طرف نظر دیکھتے رہے

کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے

ہر انسان میں یہ صلاحیت موجود ہے ہر انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے، اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔

اللہ کو جو آپ سے چاہیے وہ صرف ایک سادہ سی بات ہے۔ emotion اخلاص کا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اخلاص طلب کرتا ہے You be sincere to him اور باقی چیزیں وہ خود دیتا ہے۔ There is no barrier. بندگی کوئی barrier (رکاوٹ) نہیں ہے۔ اللہ نے آپ کو اپنے لئے پیدا کیا ہے۔ اس نے کسی اور چیز کیلئے پیدا نہیں کیا۔ sky scrapers (بلند و بالا عمارات) کیلئے نہیں پیدا کیا، اس نے آپ کو مارشل فتوحات کیلئے نہیں

پیدا کیا۔ چاند اور سورج کی تسخیر کیلئے نہیں بلکہ اس نے اپنے لئے پیدا کیا۔ کیا وہ وعدہ خلاف ہے؟ کیا وہ اپنے خلاف خود دجائے گا، جب اس نے انسان کو پیدا ہی اپنی شناخت کیلئے کیا، اپنی محبت کیلئے کیا تو کیا کوئی ایسا ہے جس کو وہ اپنا سراغ نہ دے گا۔ مگر سادہ سی بات ہے آپ اپنی منافقتوں سے، اپنے ذہن کے اس attitude (رویے) سے، scepticism (تفہیک) سے اس راستے کو کھودیتے ہو۔ آپ کو ظلم سے اس شراب کو ڈھونڈنا ہے، خدا کو پہچاننا ہے، خدا کو جاننا ہے۔ اللہ آپ کو راستہ دکھائے گا، اپنی دوستی اور محبت عطا کرے گا اور ہر ایک کو عطا کرے گا اگرچہ اس کے انداز اور اس کے مقامات جدا جدا ہوں گے۔

سوال: ایک تو آج کے زمانے میں علم بڑا کم ہے اور آپ کی تقریر سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دین کی understanding بغیر علم کے ممکن نہیں ہے۔ دوسرا رزق کمانے سے ہی فرصت نہیں ملتی، رزق کمانے سے فرصت نہیں ہے تو ایک عام آدمی کیلئے بتائیں کہ اس کیلئے دین آخر ضروری ہے ہی کیوں؟

جواب: دین ضروری کیوں ہے؟ بہت ضروری ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ آپ کر رہے ہو تو سب سے پہلے اس کا بڑا مختصر سا جواب یہ ہے کہ خدا کے بغیر You are a bad businessman. اگر آپ اس زمین پر گزر جاتے ہو تو نہ آپ ایک بہتر مفکر ہو خدا کے بغیر، نہ آپ بہتر businessman ہو کیونکہ آپ کو ایک بات کا پتہ نہیں ہے کہ یہ بڑی مختصر سی دنیا بجاوڑا گے trillion and trillion years of galaxial life ہے جس کا سودا ستر اور ساٹھ سال سے آپ کر رہے ہو۔ اگر آپ نے جہنم کو مستقل بخشی ہی لیا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، نہ مجھے شوق ہے کہ آپ خدا کو ضرور پہچانیں۔ But as a human being اگر آپ تاجر پیشہ ہو، دانشور ہو، پڑھے لکھے ہو تو سب سے بڑی بات جو آپ کو جاننا ہے کہ trillion years of galaxial life کیلئے میں اتنی مختصر زندگی کا سودا کیسے کر سکتا ہوں اس لئے مجھے خدا کی ضرورت ہے تو اگلے سارے زمانوں میں، سارے جہتوں میں اور اس زمانے میں، مختصر زندگی میں بھی، میری زندگی پر، ہر چیز کی ضرورت کیلئے خدا کا وہی ہے۔ ہمارا یہ تصور کہ ہم اس دنیا میں اپنی زندگی آپ گزارتے ہیں کسی حتمی کا تصور تو ہو سکتا ہے کسی ناقص کا نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ خواہمیں و حضرات! یہ ہے کہ انسان شروع سے ہی بے بسی کی زندگی لے کے آتا ہے۔ زمین پر نہ اس کا باپ اس کے اختیار میں ہے نہ ماں اختیار میں ہے، نہ رشتے ماتے، نہ

pattern of life، کوئی اندازہ زندگی اس کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ بارہ، چودہ سال تک وہ محض ایک جبر اور مجبوری کی زندگی گزارتا ہے۔ نہ وہ کمانے کے قابل ہے، نہ کھانے کے۔ نتیجہ کیا ہوا کہ جب آخری عمر آئی تو پھر وہی عرصہ پلٹ آیا۔ بوزہا ہو گیا، ناسٹھے کے قابل، نہ بیٹنے کے قابل۔ کیا تھوڑے سے، چھوٹے سے وقفے بیٹنے میں کچھوں کو انسان صاحب اختیار ہو گیا اور اپنی زندگی خود گزار گیا یا گزار رہا ہے جو بیٹھا ہے۔ انسان کا کوئی بندوبست اللہ نے انسان کے سپرد نہیں کیا۔ اسکی facilities ضرور بتائیں، protocole دیا، ماں باپ دیئے، گھر دیئے، پیدائش کا وقت دیا، پیدائش کے مقام دیئے، تعلیم کی سہولتیں دیں، مزدوری دی، پیسے دیئے اور آخر میں صرف ایک کام بیٹنے سب کچھ دیا۔ کہ جب وہ قبر کے سر ہانے پہنچے تو میں تجھ سے پوچھوں گا۔ ”مَنْ رَبُّكَ“ (تیرا رب کون ہے؟) کہ من سے گزرائے، ہمیشہ کرائے، بال بچے پالائے، زندگی گزارائے، jobs کرائے، مختص کر لیں، اب مجھے بتاؤ کہ خدا کون ہے؟ کیا بچہ نئے ہو تمہارا رب کون ہے؟ and if you can't answer you are failed اور اسی وقت اللہ میاں judgement سنانے کا قبر کے قریب اور سرے پر۔ قبر کو آپ نے کیا سمجھا ہوا ہے؟ It's a gate way to galaxies. Qabar is a gate way to galaxies آپ کا یہ سوال نہیں ہے، یہ تو داخل ہونے کا ایک paper ہے۔ اگر صحیح جواب دو گے تو اور جنت کی کیلکسی کھلی ہے۔ اور جہنم کی galaxy بھی کھلی ہے۔ قبر وہ دروازہ ہے جہاں آ کے آپ کو فیصلہ سنایا جاتا ہے کہ کن galaxies کو آپ نے مڑا ہے۔ Man is never dead، انسان مرنا نہیں ہے۔ ہاں، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ نے قرآن میں کہا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وقت ہمیں زندہ رکھتا ہے اور وقت ہمیں مارتا ہے، بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑے گی۔ تو خدا کہتا ہے کہ یہ ایسی بات اس لئے کہتے ہیں کہ کم علم ہیں اور جانتے نہیں ہیں، جو اللہ کو جانتا ہے اس کو اللہ کی ضرورت پیش رفتی ہے۔

سوال: Pope Jhon Pall کا انتقال ہوا اور تقریباً پانچ لاکھ سے زیادہ لوگ بہتر کھنے بارش میں کھڑے رہا اور دنیا کے تمام میڈیا نے گیارہ دن تک ان کے ایک ایک سانس کو کسی کسی کے سنایا۔ Pope کے مرنے کے بعد کیا یہ بات واضح نہیں کہ اس دنیا میں اس وقت seculars جو communist کا religion کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے اس وقت واضح طور پر جنگ جو catholic اور اسلام کے درمیان میں ہے۔

جواب: بات یہ ہے کہ یہ اسلام کی جنگ نہیں ہے۔ اسلام کی catholic یا christian سے کوئی لڑائی نہ کبھی رہی ہے نہ ہے۔

عسلیبی جنگوں کے دور سے لے کر آج تک ایک خوف پوری عیسائی دنیا کے دل میں شروع سے موجود رہا۔ دوسرے یورپ آتما اور Easterns کے ہاتھ سے آتما اور مجموعی طور پر "Attila the Hund" نے اور بعد میں Muslims نے Italian Empire کو زمین بوس کیا، تو اس وجہ سے بہت سے گہرے صدے Christian چرچ کی سوچوں کا حصہ ہیں اور ان میں اظاکیر "حمص" "بلبعک" تمام عسلیبی جنگیں اور منسورہ کے معر کے وغیرہ ہیں جس کے بعد یورپ کو ہمیشہ خوف رہا کہ ہم جو کچھ بنائیں گے..... کوئی نہ کوئی Eastern آ کے وہ جین لے گا اور ہمیں برباد کر دے گا۔ پہلے بھی جس وقت انگلینڈ ابھی وجود ہی نہیں رکھتا تھا، نداس قدر important تھا کہ اس کو کسی بڑے ملک کی حیثیت میں شمار کیا جاتا۔ اس وقت فرانس اور روم دو بڑی سلطنتیں تھیں..... چھ مینی امیر خیر الدین باربروس کے شاگرد نے اٹلی پر land کئے بغیر اس پر قبضہ کئے رکھا۔ ان کے پاس لوگ کم تھا اور انہوں نے اپنے جہازوں سے پورا محاصرہ کیا ہوا تھا اور Italians ان کو قرض دیتے تھا اور اسی طرح یورپ کے heart میں جا کر دو سو سال تک مسلسل سسلیا اور کار سنا پر مسلمانوں نے عکرائی کی..... اسی طرح Othoman Empire (سلطنت عثمانیہ) کے مسلمان عکرائوں خاص طور پر "سلطان سلیمان ذیشان" وغیرہ نے Balqan states کو ہمیشہ دو بچے رکھا۔ اگر "جنگ تولون میں عبدالرحمن الافقی" نہ رکستے تو آج..... (بڑا مشهور قول ہے historians کا) فرانس کے کیساؤں میں Mass اور vespers کے بجائے افانوں کی صدا سنیں سنائی دیتی تھیں۔ اس لئے درحقیقت اگر دیکھا جائے تو ایک خوف سا پوری Western society پر مسلط ہے کہ مسلمان یا East اگر powerful ہو جائے گا تو پھر ہمیں تباہ کر دے گا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ عثمانیہ سلطنت کے ابتدائی دور میں جب "امیر تیمور بلاس" کے حملے کا اندیشہ پیدا ہوا..... تو انگلینڈ میں ماکن بچوں کو سلانے کیلئے ڈراتی تھیں: "Hush! the Turks are coming" انہیں اتنا خوف تھا۔ اب چونکہ حالات بدلے ہیں اور انہوں نے progress حاصل کرتی ہے They don't want to loose this height, Eastern power نے ترقی حاصل کر لی تو ہم دوبارہ اسی طرح غربت اور ناداری

کولٹ جائیں گے اور Easterns ہمیں تباہ کر دیں گے۔ اس خوف و وحشت کی ایک علامت
 انکی یہ حرکات ہیں جو اب جاری ہیں کہ شرق میں سے کسی ملک کو خاص طور پر کسی مسلم ریاست کو سر
 نہ اٹھانے دو ورنہ جب cultures کا مقابلہ ہوتا ہے تو "لین پول" اور دوسرے، مؤرخین بھی
 لکھتے ہیں کہ جب عیسائی حکمرانوں کرک اور بالڈرن نے یروٹلم پر قبضہ کیا تھا تو "مسجد عمر" میں اسی
 ہزار مسلمانوں کو قتل کیا گیا حتیٰ کہ ان کا خون ان کے گھوڑوں کے سونے تک آیا اور ان کے گھوڑوں
 کے سم مسلمانوں کے خون میں ڈوبے ہوئے تھے جیسے کچھڑ میں ڈوبتے تھے اور جب "سلطان
 صلاح الدین" کو اس کی اطلاع ہوئی تو "صلاح الدین" نے قسم کھائی کہ جب ہم یروٹلم فتح کریں
 گے تو ہم بھی اسی طرح قتل عام کریں گے۔ مگر جب فتح پائی تو کیا کیا؟ "لین پول" لکھتا
 ہے کہ تاریخ عالم میں کسی بادشاہ نے اتنی عالی ظرفی، اتنی ہمت، اتنے اخلاق کا مظاہرہ نہیں کیا اور
 اس سے بڑا شاہ دنیا میں کوئی بادشاہ نہیں تھا جو "صلاح الدین" فتح یروٹلم کے زمانے میں تھا کہ
 جب ایک عورت نے کہا: "مجھے قتل کر دے"۔ صلاح الدین نے کہا: "کیوں؟" تو اس نے کہا:
 "میرا بیٹا تھہرا ہے پاس قید ہے اور میرے پاس تو پیسے نہیں اسے چھڑانے کیلئے، مجھے مار دو۔ میں
 بیٹے کے بغیر کیسے زندہ رہوں گی؟" یہ سن کر صلاح الدین روپڑا اور اس نے اسے کہا: "میں کانوں
 نہیں بدل سکتا مگر اس کا خون بہا میں خود دوں گا"۔ صلاح الدین نے اپنے پلے سے اسے
 ransom (خون بہا) دے کر چھڑا لیا۔ جب لشکر نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کی مرضی یہ ہے تو تمام
 امراء نے اپنے اپنے قیدی اپنے پلے سے ransom دے کر چھڑائے اور اس وقت یہودی
 چھٹے کا سینا تھا کہ جب ان سے درخواست کی گئی کہ یہ غریب لوگ ہیں، انکا ransom دے کر
 ان کو چھڑا لو تو ان میں سے ایک شخص نے ایک سونے کی مہر بھی اس عوض میں نہ دی اور لوگ صلاح
 الدین کی تعریف کرتے ہیں۔

جب کلچر مقابل آتے ہیں تو آپ دیکھو گے کہ ہمیشہ مسلمانوں نے انتہائی فرائخ دلی اور
 عظمت کردار کا مظاہرہ کیا مگر Western cultures میں آپ دیکھو کہ Zulu tribes
 کی تاریخ کبھی ان سے اوچل نہ ہوئی کہ ایک Major Jankin کے کان کی ٹوائیوں نے
 کاٹ لی تھی اور اس کے عوض میں برطانوی forces نے ان سے Zulu tribes کا پورے کا
 پورا قتل عام کیا جو آج بھی "Zulu massacre" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

باقی یہ جو آپ نے pope والی بات کی ہے، تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ اس

وقت بھی اگر کوئی christian مذہب تھوڑا سا intact (کائنم) ہے تو وہ Roman Catholics کی وجہ سے ہے اور pope چونکہ بنیادی طور پر Roman Catholic مذہب کا سربراہ ہے تو آپ کہہ سکتے ہو کہ جیسے ہمارے ہاں بریلوی سمجھے جاتے ہیں تو سارے کا سارا ان کا جو انس بجای طرح کا ہے جیسے ہمارے بریلویوں کا پیر فقیر سے ہے۔ اب بھی ہمارے پاس کوئی پیر فقیر آجائے اور بریلوی حضرات کو پتہ چلے تو وہ اتنی ہی محبت اور عقیدت سے کام لیں گے۔ مجموعی طور پر جو یورپ میں enlightenment آئی ہے اس میں جو Protestant اور Calvinist ہیں وہ شروع میں ”رومن کیتھولک ازم“ کے شدید مخالف تھے خاص طور پر Calvinist تو بہت ہی سخت ہیں مگر اب انہوں نے ان کو value recognize کر لیا ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ جو Christianity میں اپنے مذہبی سرداروں پر اتفاق آیا ہے وہ ہمارے ہاں نہیں آیا مگر ہمارے ہاں بھی ایک صورت میں آ گیا ہے کہ مخالف اور متحارب اسلامی جماعتیں سیاست کیلئے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو گئی ہیں۔

سوال: یہ ایک والد نے سوال کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں یہ سوال آپ سے ایک باپ کی حیثیت سے کر رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ حکمران کا یہ فیصلہ ہے کہ سڑک پر ٹکریں پہن کے بھاگنے پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ جو نہیں agree کرتے وہ آنکھیں اور ٹی وی بند رکھیں اور دوسری طرف میں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کے Geo اور ARY جیسے چینلوں بھی شاید نہیں دیکھ سکتا اور آپ کا لکچر سننے کیلئے بھی ہزار ہا روسولگ آتے یہاں صبح چھٹی والے دن آئے ہوئے ہیں۔ یہ قوم کی بے حسی ہے مقدار ہے کیا کسی آنے والے وقت کی نشاندہی ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ تو بات انہوں نے بڑی مناسب کی مگر ہمیں کچھ adjust بھی کرنا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ بیٹھے بیٹھے حضور ﷺ کے آنسو نکل آئے اور اصحابؓ پریشان ہو گئے کہ شاید ہم سے کچھ گستاخی ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم سے گستاخی ہوئی؟ فرمایا: ”نہیں، میں تو ان مسلمانوں کا سوچنے کے روپڑا ہوں جو میرے بہت بعد میں آئیں گے اور وہ تمہاری طرح ہی مجھے مانیں گے اور مجھ پر یقین رکھیں گے تو مجھے ان پر جو اتنی محبت آئی تو میں روپڑا ہوں۔“ اصحابؓ نے پوچھا: ”کیا وہ ہماری طرح ہو گئے؟“ فرمایا: ”نہیں، ان کی کچھ عادتیں تمہاری طرح ہو گئی اور کچھ ان کی اپنی ہو گئی۔“ تو اب اگر غور کیجئے تو یہ میڈیا، یہ فساد، یہ نئی نئی رویتیں..... ظاہر ہے کہ اصحاب رسول ﷺ کی عادتیں ایسی تو

نہیں تھیں۔ ہماری مادہ میں ان سے develop ہو رہی ہیں تو media basically is in the hands of money seekers کافی سارے میڈیا کے proposals جو مجھے آئے ہیں کہ آپ آئیں اور وہاں تقریر کریں، تو میں نے ان سے کہا، یار! پہلے جو علماء، میڈیا پر گئے تھے، ان کا تو اللہ کی طرف سے بڑا ہی حشر ہوا ہے۔ مجھے بھی خوار کر دیتے ہو۔ میں نے ان سے کہا کہ جی آپ میڈیا پر کرتے کیا ہو۔؟ بڑی deliberately تم ایک نعت کے فوراً بعد ایک تیز طراز ڈانس کا گانا گاتے ہو، اگر کوئی نعت سے متاثر بھی ہوتا، گئے ڈانس سے وہاں ختم ہو جائے۔ تو very cleverly media plays the tricks. بنیادی طور پر انہوں نے کسی قسم کا کوئی institution of information نہیں دینا ہوتا بلکہ وہ معاشرے کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ دس فیصد کو ڈرامہ اچھا لگتا ہے، دس فیصد کو گانے اچھے آتے ہیں۔ اور کچھ بڑے بوڑھے، مفسر و قسم کے لوگوں کو اسلام اچھا لگتا ہے، مذہبی پروگرام اچھے آتے ہیں مگر جو مذہبی پروگرام ہیں جیسے ایک قطر والا ٹی وی ہے، اس کو دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں سوائے توالی کے اور کوئی شے نہیں ہے اور کوئی کام نہیں مسلمانوں نے کیا۔ اگر انہوں نے اللہ کے قریب ہونا ہے تو انہوں نے صرف توالیاں سنی ہیں، باہر کرنی بجا اور بس۔ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشے جائیں گے۔ No religious institution or no religious media exists at this time (کوئی مذہبی میڈیا اس وقت موجود نہیں ہے) البتہ ایک deliberate effort (ایک شعوری کوشش) کی جاتی ہے میڈیا کی طرف سے کہ ایک انتہائی مالائقی مولوی کو ایک انتہائی تیز طراز، خوبصورت خاتون کے سامنے بٹھادیا جائے اور ساتھ ہی ایک جدید ترین مفکر بیٹھ جاتے ہیں ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے۔ اس کے بعد سوال و جواب شروع ہوتے ہیں۔ سوال جواب میں پتہ چلتا ہے کہ مولوی کو تو آسانی کچھ نہیں اور پتہ یہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب تو بڑی معقول باتیں کر رہے ہیں اور وہ خاتون تو بہت ہی شاندار باتیں کر رہی ہے۔ اب جو impression gather ہو گا، جو آگے جائے گا، وہ یہ کہ مذہب ست اور دنیا نوی چیز ہے۔ جو اصل cleverness ہے میڈیا کی وہ یہ ہے کہ Perhaps, religion suffers from decadence, it has no better exponency اور مجموعی طور پر پتہ یہ چلتا ہے کہ ایک زوال پذیر کیفیت کا ایک جدید، متحرک اور فعال چیزوں کے ساتھ مقابلہ ہو رہا ہے۔ اب دیکھئے میں بڑا حیران ہوتا ہوں کہ میڈیا جان

بوجھ کر ایسا حتمی طور پر عمل اجماعاً ہے جیسے وہاں سیکرٹری والا institution ہے۔ ادھر سے سوال آ رہا ہے وہ میرا خیال ہے مشین میں جا رہا ہے، وہاں سے جواب نکلتا ہے کہ ان پر جادو ہوا ہوا ہے۔ بڑی مشکل سے کوئی ایسا جواب آتا ہے جس میں آئی ب اور عملیات کا سایہ نہ ہو۔ میرا خیال ہے مشین جواب ہی یہی دیتی ہے، اس کو feed ہی یہی کیا گیا ہے کہ ساری دنیا پر جادو ہوا ہے۔ عملیات ہوئے پڑے ہیں۔ آپ فلاں جگہ یہ کام کریں، فلاں جگہ یہ کام کریں، پیسے بھجوا دیں، آپ کو تعویذ بھجوا دیا جائے گا۔ کیا آپ اسلام سے سمجھتے ہیں؟

گر بھی کتب و بھی فلاں
کار فلاں تمام

یہ مذہب نہیں ہے۔ مذہب کوئی اور شے ہے۔ کائنات کا سب سے بڑا metaphysical order (مابعد الطبیعات) اگر ہے تو اللہ سے ہے اور مذہب سے ہے۔ مابعد الطبیعات کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے تمام فلسفہ، مشرق و مغرب، مابعد الطبیعات میں random (بے ترتیبی) اور abstraction (خیال پرستی) پر چلتے ہیں۔ وہ خدا کو نہیں ڈھونڈ رہے ہوتے، values کو ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے Justice is God (انصاف خدا ہے) کوئی کہتا ہے Thinking is God. (اچھی سوچ خدا ہے) کوئی کہتا ہے Matter is God. (مادیات خدا ہے) صرف اسلام ایسا ہے جس کی مابعد الطبیعات ایک specific, definite pronounced direction (واضح، مخصوص اور متعین سمت) کو جاتی ہے اور وہ "اللہ" ہے اور جو لوگ اس میں آتے ہیں اور جو اللہ کو تلاش کرتے ہیں، وہ اللہ کو پا لیتے ہیں۔ مگر پچھلے دنوں یہ institution بھی "بابوں" کی نذر ہو گیا۔ ہر author اٹھ کے بابوں کی ایک تفصیل دے رہا ہے۔ یہ "بابے" ادھر بیٹھے ہیں، وہ "بابے" ادھر بیٹھے ہیں۔ But this is not religion, this is not mysticism. تصوف یہ نہیں ہے، تصوف جستجوئے خداوند ہے، بہترین عقل و شعور کے ساتھ، بہترین عمر میں ترجیحاً اول کا انتخاب تصوف ہے۔

سوال: عام طور پر آج کل کے زمانے میں یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ مذہب tolerance نہیں رکھتا۔ religion میں tolerance کیوں نہیں ہے؟

جواب: کس religion کی بات کر رہے ہیں آپ؟ مجھے یہ بتا دو۔ میں تو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ miss knower کہاں سے آیا ہے؟ میں نے تو پہلے تقریر ہی اسی پر کی ہے کہ

اسلامی کلچر اور مذہب دونوں جو سب سے بڑی نمایاں quality رکھتے ہیں وہ tolerance ہے۔ میں نے تو آپ سے کہا کہ اسلام اپنے اوپر attack برداشت کرتا ہے اور اپنی existence کو questionable بنانے کے باوجود بھی یہ کہتا ہے: ”لَا اِكْرَاهُ فِى الدِّينِ“ کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اگر آپ غور کیجئے تو تمام مذاہب اپنے لئے لڑتے ہیں، مذہب کا جھگڑا اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ مذہب کو تسلیم نہیں کرتے ہو اور اسلام وہ واحد مذہب ہے جو اپنے تسلیم نہ کرنے والوں کو ”نہ تسلیم کرنا“ allow کرتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل غیر موزوں ہے۔۔۔۔۔ I don't think this۔ یہ کسی عام آدمی کا خیال تو ہو سکتا ہے مگر مذہب جیسی tolerance کسی میں نہیں ہے۔ اب بھی آپ دیکھئے socialism tolerate نہیں کرتا۔۔۔۔۔ secularism مذہب کو tolerate نہیں کرتا۔۔۔۔۔ مذہب ان سب نظریات کو قبول کرتا ہے صرف ایک فرق رکھتا ہے کہ وہ ان کے moral decisions قبول نہیں کرتا۔ بس۔۔۔۔۔!

سوال: پروفیسر صاحب! رسول کریم ﷺ کی ایک دعا ہے جس میں کہ آپ ﷺ نے اللہ سے اشیاء کی حقیقت کا علم مانگا۔ یہ حقیقت اشیاء کیا چیز ہے؟

جواب: رسل نے جب یہ کہا تھا کہ We only know the relationship of things, we do not know the nature of things. اشیاء کے تعلق کا علم ہیں۔ جب تک حقیقت پوری نہ ہوگی آپ اشیاء کی نوعیت کو نہیں جانیں گے، آپ صرف انکے تعلق کو جانیں گے۔ How do things react? ان کے formulae کیا ہیں؟ وہ کس سے ملیں تو انکا کیا عمل ہے؟ یہ آپ جانتے ہیں مگر ان کی nature نہیں جانتے تو حضور گرامی مرتبت ﷺ کی جو دعا ہے وہ بڑی different ہے اور حضور ﷺ نے یہ مانا لگی تھی کہ ”اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لِّىْ بِحَقِيْقَةِ الْاَشْيَاءِ“ کہ اے پروردگار! مجھے حقیقتِ اشیاء کا علم دے اور تھوڑا سا میں آپ کو واضح کروں کہ I am suppose, I am dreaming اور میں اپنے خواب میں بہت دور دراز محکوم رہا ہوں، میں انگلی بند جا رہا ہوں، میں ملازم میں کر رہا ہوں، میں بلڈ ٹمیں بنا رہا ہوں اور میں گاڑیاں لے رہا ہوں اور This is all what I am doing اور میں اس میں مخلص ہوں، میں سوچ رہا ہوں، میرے خیال میں یہ سب کچھ جاری ہے مگر یہ حقیقت نہیں ہوگی کیونکہ جو فی میں یہ I dream دیکھتا ہوں کہ تو یہ

سارے محلات، یہ سارے ملک، یہ ساری گازیاں ایک جھٹکے سے ختم ہو جائیں گی۔ جب میں خواب سے باہر آؤں گا تو finished it will always be حقیقت وہ ہے جو اسے (خواب کو) دیکھ رہا ہے اور اس کا ذہن جو غریب تصور تخلیق کرے گا اسے اس کو ہم حقیقت نہیں کہتے تو اس حدیث کا اصل مطلب یہ ہے کہ Prophet looks at the true nature of things and the nature of things. اگر میں یہ کہوں کہ اللہ نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ صرف تصور میں اس نے، ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہم اس کے تصور میں حرکت کر رہے ہیں۔ He has only planned us, thought us, and we are working in his imagination. کوئی وقت آئے گا، خدا کہے گا۔۔۔۔۔ دفع کرو۔ کیا فضول چیزوں کے بارے میں میں نے ان کو باری کیا ہوا ہے۔ I am no more ready to think about these things وہ اٹھ کھڑا ہو گا اور کہے گا: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ"۔۔۔۔۔ finished!۔۔۔۔۔ تو حقیقت تو وہ ہوئی ما جو اللہ کہے گا، جو اسے سوچ رہا ہے، جو اسے فنا کر رہا ہے اور ہم ایک ایسے relationship کے شکار ہو گئے جس میں کوئی حقیقت نہ ہوگی۔ ایسے مغروروں کے شکار ہو گئے، ہماری زندگی محض تصور ہوگی، ہمارا عمل محض تصور ہوگا۔

We all will be fancying a thing which is not real.

سوال: Generally مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جب کہ ہماری حکومتیں یا حکمران زیادہ تر امریکہ سے ڈرتے ہیں اور ایک ڈاکٹر صاحب قصور سے آئے ہوئے ہیں وہ پوچھ رہے ہیں کہ یہ اتنا بڑا gap ہے آپ کیا فرماتے ہیں اس وقت کیسے نظام حکومت ہونا چاہیے۔

جواب: دیکھئے کلچر اور civilization کے درمیان ایک transition ہوتی ہے۔ ایک period جتنا جلدی آپ change کرو گے اتنے بھونڈے اور احمق نکلے گے، اگلے اور اگلے کے process میں بائیں نہیں ہوتا۔ آپ ٹھوگے اور اٹھو گے، یہ ایک procedure ہے۔ کوئی بھی کلچر قبول کرتے ہوئے سب سے بڑی احتیاطانہ عادات کے اختیار کرنے میں ہوتی ہے کہ ہم اپنا basic تہذیب کا ڈھانچہ برباد نہ کریں اور یہ بڑی مشہور definition ہے کلچر کی کہ کلچر کبھی exclusive (بلا شرکت) نہیں ہوتا، اسی تہذیب کی ایک اعلیٰ form ہوتی ہے آپ اس society سے ملجھ رہے ہو کہ کوئی کلچر نہیں نکال سکتے۔

جو چیز وہ (مغرب) ہمیں پیش کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کسی بھی تہذیبی منزل کا جزو

نہیں ہے، نیکریں چین آئیں یا یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے — You will take about half a century to reach there. آپ کو اس سے پہلے بہت سارے اصول غارت کرنے ہونگے، بہت سارے قوانین آپ کو ختم کرنے ہونگے، بہت سارے مذہب سے چھٹکارا پانا ہوگا، ہمارے بہت سے جو interpretations ہیں انکو صفر کرنا ہوگا، تب کہیں جا کر آپ اس stage پر پہنچے گے۔ ایک عجیب آدمی ہے جو ایک دم سے اچھی بجلی تہذیب، مضبوط تہذیب کے اندر ایک حادثہ create کرنا چاہتا ہے۔ ایک سانحو کا ایک دم سے ”روح محمد“ علیہ السلام اس کے بدن سے نکال دو۔۔۔ دین نکال دو۔۔۔ شرقی اقدار نکال دو۔۔۔ Indian اخلاق لے آؤ۔ آپ دیکھئے کتنا جھوٹ ہوتا ہے انڈین فی وی پر Indian culture دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ یہ America سے بھی آ کے نکل گئے ہیں، اتنے آزاد ہو گئے ہیں مگر جب وہ Miss world competition ہو رہا تھا تو جہاں ہو رہا تھا وہاں لوگ خود کش حملوں کی اور خود سوزی کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ Back home they are as wicked and stupid as so far تو ہمیں کہا جا رہا ہے کہ ہم بہت جلدی بدل جائیں، دیکھتے دیکھتے نیکریں پھیں، سڑکوں پر نکل جائیں۔۔۔ یورپیوں کی طرح برگرز میں ڈائیس اور چٹنیں چلائیں، باہو، کریں مائیکل جیکسن سنا جا رہا ہو اور کانوں میں ہم نے دو انگلیوں کے بجائے ”وہ“ (ہیڈ فون) ٹھونس رکھی ہوں۔ It takes time to develop a taste for۔ Michael Jekson, It takes time. ابھی کل تو ہم استاد سلامت علی خان سے فارغ ہوئے ہیں۔ اب اتنی جلدی مائیکل جیکسن تک کیسے پہنچی جائیں، تو اتنی سرعت کیسے۔۔۔ یہ عجلت پذیر Intellectuals جب حکومت میں شامل ہو جائیں تو بڑی بربادی آ جاتی ہے۔ پھر وہی ہوا اور جواب دیجئے والوں نے اسکا جواب وہی دیا۔ مولوی نے مذہب کی وجہ سے react نہیں کیا، بالکل نہیں، یہ غلط ہے مذہب کی وجہ سے نہیں react کیا، انہوں نے تو اپنے انداز سے react کیا۔ اگر انہیں ان تمام چیزوں کی اجازت دی جاتی تو پھر انہیں پتہ ہے کہ ہم بچاروں کی حیثیت اور شخصیت ختم ہو جائے گی۔ ابھی تو Major bulq of civilization (تہذیب کا ایک بڑا حصہ) نے اسکا کوئی reaction show نہیں کیا۔ ہمیشہ civilization اس قسم کی احمقانہ cultural حرکات پر مسکراتی ہے غور و فکر کرتی ہے۔ پھر واپس چلتی ہے۔ ابھی civilization نے تو ان باتوں کا جواب ہی نہیں دیا، مگر مولویوں نے عجلت کر دی مار پیٹ کر

شیخ نے فرمایا:-

”میرے شیخ ابوالفضلؒ جان دے رہے تھے اور ان کا سر میرے زانوؤں پر تھا، میرے دل میں ایک بھائی کی طرف سے کچھ آزدی تھی تو شیخ نے کہا: ”علی بن عثمان! اگر تو ایک بات جان لے تو تیرے دل کی یہ کیفیت چلی جائے گی کہ سب لوگ وہی کرتے ہیں جس کام پر اللہ نے انہیں لگا دیا ہے اور یہ تمام کیفیتیں تجھے بری نہ لگیں، تو محسوس نہ کر، تجھے اللہ نے کسی بہتر کام پر لگا دیا ہے۔“

یعنی لوگوں کے طرز عمل ان کی تعلیم کے مطابق ہیں اس لیے جب کبھی آپکو ضرورت پڑے اور جب کبھی نفع پیدا ہو تو ان کو اس ”تعلیم“ اور ”کم تعلیمی“ کا advantage ضرور دیا کریں اور ایک آخری بات جو شیخ نے فرمائی:

”میرے دل پر اضطراب تھا تو میں اپنے شیخ کے پاس گیا اور کہا کہ سماع کا بندوبست کرائیے تو حضرت نے سماع کا بندوبست کیا، جب کچھ قلب قرار میں آیا تو میں اٹھ کے چلا تو میرے شیخ نے آواز دی ”اے علی بن عثمان! ایک وقت آئے گا کہ تجھے سماع میں اور کوئے کی آواز میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔“

تو شیخ فرماتے ہیں کہ یہ out growth کا مسئلہ ہے جب تم اضطراب کے لیے چھوئے، چھوئے آسے ڈھونڈو گے تو پھر ان آسروں میں کھو جاؤ گے، تم کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکو گے۔ اس لئے خدا کے رستے میں اسباب کے آسروں کو متقطع کرو۔ خالص دل، خالص شعور کے ساتھ اس سے معاونت طلب کرو کیونکہ میرے شیخ نے کہا کہ:

”جب ہم زندہ تھے تو تین سو بیسھ اویا اللہ و قلی علی العزیز صرف خراسان کی گھانٹوں میں تھے مگر ایک وقت آئے گا کہ آپ اللہ کے بندے ڈھونڈو گے اور وہ نہیں ملیں گے تو پھر اتنا یاد رکھنا کہ جس اللہ نے پچھلوں کو دیا ہے وہ ہاں لوگوں کو بھی دے گا۔“

وَقُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

شب معراج

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّىْ مِنْ

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

الَّذِى اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى

بِاللّٰهِ شَهِيدًا

خواتین و حضرات! زمان و مکاں کا جو تصور شرق و مغرب میں ہے اس میں بہت

اختلاف ہے Quranic concept of time and space is absolute

different from the concept of western philosophers.

آسمان کا فرق اس لئے ہے کہ جہاں مغرب کے فلاسفہ، سائنسدان، میت دان اور

cosmologists کو infinite (لامحدود) سمجھتے ہیں۔ اسلام اور قرآن وقت کو محدود

infinite (لامحدود) نہیں ہے۔ قرآن حکیم کے نزدیک وقت infinite

(لا محدود) نہیں ہے بلکہ محدود ہے۔

یہ بڑی اہم بات ہے کہ جب خدا زمین و آسمان اور افلاک کا ذکر کرتا ہے۔

”وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِہٖ“

جب یہ ذکر کرتا ہے کہ ہم نے کائنات میں ہر چیز صخرہ کی بہ ترتیب دی ہے، ہر چیز مسلسل چل رہی ہے۔ ”كُلُّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى“ ہر چیز وقت مقررہ تک چل رہی ہے۔ پروردگار عالم نے یہ نہیں کہا کہ infinite time کے لئے یا شاید چل رہی ہیں بلکہ کائنات کی ہر شے ضرور متحرک ہے۔ کائنات میں ہر متحرک چیز کا تصور سب سے پہلے نہ Ptolemy نے دیا نہ Copernicus نے دیا بلکہ قرآن حکیم نے دیا جس نے یہ کہا کہ کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ ”كُلُّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى“ ہر چیز چل رہی ہے ایک وقت مقررہ تک۔ اللہ کے نزدیک کائنات کو گھرنے والا، چلانے والا، زمان و مکاں سے مختلف ہے، یہ finite ہے، یہ infinite نہیں ہے۔ خواتین و حضرات! زمان و مکاں کے بارے میں قرآن کا تصور یہ ہے کہ یہ تین رفتاروں سے چلتا ہے۔ اس کی dimensions تین ہیں۔ ایک تو وہ رفتار ہے جس میں ہم و آپ اسیر ہیں اور وہ ایک مارل اندازے کے ساتھ چل رہا ہے جس کا انسان کو بھی اندازہ ہے کہ اس زمان و مکاں میں ہم قید ہیں، اس میں وقت ہیں، ساتتیں ہیں، گھنٹیاں ہیں اور یہ ایک مارل life کا اندازہ ہے، ایک squeezed atmosphere (بھجھتی ہوئی فضا) کا اندازہ ہے۔ زمین تو ایک مصنوعی کائنات کے سچ میں ایک مصنوعی مستقر ہے جسکی کوئی permanent حیثیت نہیں۔ یہ خصوصی طور پر بنایا گیا ہے اور اس کے لئے بھی وقت مقرر کیا گیا ہے، وہ بھی خصوصی ہے، محدود ہے اور اس زمین پر بھی اللہ نے اپنی حکمت الہیہ سے اوقات کی تین جہتیں روشن کی ہیں جو بڑی important ہیں۔ یہ حضرت عزیز کے واقعہ میں اللہ نے منسوب کی ہیں کہ جب عزیز نے یہ کہا: ”اے مالک و کریم و مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ اور زندہ کو مردہ کیسے کرتا ہے؟“ تو ”قَالَ مَا تَدْعُ اللّٰهَ“ (تو اللہ نے اے مار دیا)۔ ”لَمْ يَخَفْ“ (پھر اسے زندہ کیا)۔ (پھر پوچھا: ”ہم لبت“ (کتنی دیر آپ سوئے رہے؟) ”لَا يَلَا“۔ ”لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ“ ”ایک دن یا آدھا دن سویا رہا تو کہا: ”فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ“ ”تمہیں میں نے سو سال کیلئے سلا یا تھا۔ ذرا کھانے اور پینے کو دیا نہ دے جو کہ تو ساتھ لایا تھا“ ”لَمْ يَتَسَنَّهْ“ ”ایسے محسوس ہوا کہ اسے کسی نے چھوا تک نہیں، جیسے تازہ دہلائے تھوئے ہی پڑا رہا۔“ ”وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ“ ”ذرا اپنے

گدھے کو دیکھ جوتیرے ساتھ آیا تھا، جس پر ٹوسواری کرنا تھا۔ اسکی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔

خواتین و حضرات! کہنے کو معمولی سی آیت ہے مگر زمان و مکاں میں کوئی فلسفی اس کی توجیح نہیں کر سکتا۔ ایک چھوٹے سے مقام پر، ایک چھوٹی سی جگہ پر اللہ نے زمانے کی تین ساعتیں گزاردی ہیں۔ can you imagine the wonder۔ ایک سی جگہ پر، ایک محدود جگہ پر وہ شاید دس گز کی جگہ بھی نہ ہو۔۔۔۔۔ ایک ساعت میں اللہ نے سو سال کا وقت گزاردیا۔۔۔۔۔ مارل وقت گزاردیا۔۔۔۔۔ گدھے پر وقت گزاردیا، اسکی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ سو سال میں گدھے حاکم کے فنا ہو چکا تھا۔ پوچھا: ”تو کتنی دیر سویا رہا ہے عزیز۔“ کہا: ”ایک آدھ دن۔۔۔۔۔ بس مجھے تو یہی لگتا ہے آدھ دن یا ایک دن۔۔۔۔۔“ کہا: ”نہیں۔۔۔۔۔ ٹوسو سال سویا رہا۔۔۔۔۔ ذرا کھانے کو دیکھ۔۔۔۔۔ اس پر ایک ساعت بھی نہیں گزری۔“

خواتین و حضرات! چونکہ شب معرات میں بھی ہمیں اس زمان و مکاں سے واسطہ پڑا ہے اس لیے ہم نے یہ دیکھا ہے کہ فلسفہ قدرت خداوند کیا ہے؟ اور خدا کی قدرت یہ ہے کہ اس نے ایک جگہ وقت کو squeeze (با) کر کے دن و رات میں قید کر دیا۔ ایک جگہ میں اس نے اس پورے وقت میں سو برس گزاردیئے اور ایک جگہ پر اسی زمان و مکاں کو اس نے مطلقاً گزرنے نہیں دیا۔ اس نے اس کو پابند کر دیا۔ خواتین و حضرات! Unimaginable complications (نامقابل فہم پیچیدگیاں) ذہن میں پیدا ہوتی ہیں کہ یہ کس قسم کی قدرت ہے اور یہ کس قسم کا زمانہ ہے۔۔۔۔۔؟ جس زمانے کو ہم infinite (لامحدود) کہتے ہیں اور جس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ سرے سے ماپائیدار ہے اس کا گزر ہی روکا نہیں جاسکتا۔ زمانے نے آج تک کسی کا لٹا نہیں کیا۔

۔ جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا یہی ہے اک حرفہ عمرانہ

قریب تر ہے نمود جس کی اس کا مشتاق ہے زمانہ

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شب معرات میں کیا واقعہ پیش آیا۔۔۔۔۔؟ کیا زمانہ روک دیا گیا۔۔۔۔۔؟ کیا انسان اور پوری کی پوری کائنات پر ماحولِ نوم طاری کر دی گئی۔۔۔۔۔؟ آیا زمانے کو squeeze کر دیا گیا؟ ایک بہت بڑا سوال جو شب معرات کے وقت بہت سے علماء میں باعث بحث رہتا ہے وہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کیا حضور ﷺ جسمانی طور پر معرات کو گئے یا حضور ﷺ روحانی طور پر معرات کو گئے؟ خواتین و حضرات مجھ سے بھی ایک agnostic (مادیت پرست) نے یہ سوال

پوچھا تھا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کیا تصور کرتے ہو کہ خدا کے رسول ﷺ کیسے گئے کائناتِ بالا میں، جسمانی طور پر یا روحانی طور پر۔۔۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا میں نے انہیں بھیجا تھا؟ مجھے اس بات کا جواب دو؟ کیا میں نے بھیجا تھا رسول ﷺ کو کائناتِ بالا میں؟ اگر میں نے بھیجا ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔۔۔ یا مجھے بتاؤ کہ کسی دنیاوی بادشاہ نے بھیجا تھا جسکی قوتیں limited (محدود) ہوتی ہیں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو خدا نے بھیجا ہے تو مجھے اپنے concepts اللہ کے بارے میں پہلے واضح کرو کہ اگر اللہ کسی کو چاہے تو زمین سے اٹھا کر عرش پر بدنام پٹپٹا دے تو کیا اُس میں طاقت ہے؟ کیا اُس میں قوت ہے؟ کیا تم اس کو omnipresent (ہر جگہ موجود) omnipotent (قادر مطلق) omniscient (قادر مطلق) خدا مانتے ہو۔ اسی کو مطلق رب اور مطلق خدا مانتے ہو کہ جو اگر چاہے تو ایک بندے کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کے آسمان کی رفعتوں پر بدنام نہیں پہنچا سکتا تو پھر وہ خدا کا ہے کا ہے۔۔۔؟ مگر اگر آپ اسکا کوئی valid reason (مضبوط وجہ) چاہے ہو تو پھر ہمیں اتنے گہرے زمان و مکاں کے مسئلوں سے گزرنا ہو گا کہ شاید ہماری عقل و فہم عاجز آ جائے۔ آئیے جائزہ لیں۔۔۔! میرت کی سب سے پہلی کتابوں میں ”سیرت ابن ہشام“ کی روایت میں آپ کو سنار بابہوں۔ آپ مانتا اللہ پڑھنے لکھنے والے سمجھ دار لوگ ہو، بعد میں آپ سے ایک سادہ سا سوال پوچھوں گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

”میں حطیم میں سویا ہوا تھا کہ جبرائیل آئے۔ انہوں نے میرا پاؤں بلایا، میں اٹھا، میں نے دیکھا۔۔۔ ادھر ادھر تو کوئی بھی نہیں تھا تو میں گھوم پھر کے دوبارہ آ کر اپنی آرام کی جگہ سو گیا۔ پھر جبرائیل آئے، پھر انہوں نے میرا پاؤں بلایا، میں دوبارہ اٹھا، پھر ادھر ادھر دیکھا، کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر دوبارہ اپنی آرام کی جگہ آ کے سو گیا۔ تیسری مرتبہ میرا پاؤں بلا، میں اٹھا تو وہ جبرائیل تھا ورنہ انہوں نے مجھے ساتھ لیا۔“

یہ آغاز سفر ہے۔ خواتین و حضرات! ایک سادہ سا سوال میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ سوئے ہوئے تھے جبرائیل نے پاؤں بلایا، آپ اٹھے، جیسے عام طور پر ہم بھی لوگ اٹھتے ہیں تو انھوں نے دیکھا اور ڈھونڈا۔۔۔ کوئی صاحب نظر نہیں آئے۔ پھر واپس آئے اور فرمایا کہ میں اپنی آرام کی جگہ چلتا اور دوبارہ سوئے لگا تو پھر میرا پاؤں بلایا گیا۔ خواتین و حضرات آپ خود

سوچیں کہ یہ معراج خواب میں ہوئی یا بدن میں ہوئی۔ اگر ایک آدمی کو سوتے ہوئے جگایا جائے اور وہ اٹھ جائے اور اٹھنے کے بعد دیکھے کہ کوئی آدمی بھی نہیں جا اور وہ پھر آرام سے سو جائے۔۔۔۔۔ اور یہ واقعہ ایک مرتبہ نہیں تین مرتبہ پیش آ رہا ہے تو آپکا کیا خیال ہے کہ وہ خواب دیکھ رہے تھے۔؟ کیا سرکار رسالت مآب ﷺ خواب دیکھ رہے تھے۔؟ جب وہ یہ بیان بھی کر رہے ہیں کہ میں خواب سے اٹھا، میں نیند سے اٹھا، میں نے ادھر ادھر دیکھا، کوئی بندہ مجھے نظر نہیں آیا تو میں پھر سو گیا، پھر اٹھ لیا گیا تو یہ تیسری مرتبہ ہوا۔ بڑی وضاحت سے آغاز میں ہی یہ حدیث اور یہ روایت ہمیں بتا رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ خواب میں نہیں تھے۔ ان کو جگایا گیا۔ انہوں نے جاگ کر چپک کیا۔ انہوں نے ادھر ادھر گھوم کر دیکھا۔۔۔۔۔ جیسے بڑا انچل ہے۔ جب کوئی نظر نہیں آیا تو اپنا وہم و گمان کچھ کر پھر سونے لگے، پھر اٹھائے گئے۔ پھر سوتے، پھر اٹھائے گئے۔ جب تیسری مرتبہ اٹھائے گئے تو خواتین و حضرات یہاں ایک بڑا خوبصورت واقعہ پیش آیا۔ یہ ایک عجیب و غریب واقعہ تھا۔ فرمایا کہ: ”پھر میرا سینہ چاک کیا گیا، پھر میرا دل نکالا گیا پھر اسکو دھویا گیا۔“ اسے ”شق صدر“ کہتے ہیں۔ یہ جو آپریشن اس وقت ملائکہ نے سرکار رسالت مآب ﷺ کا سر انجام دیا یہ ایک مرتبہ نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ پیدائش کے وقت، علیحدہ یہ کے کمر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ یہ مفروضہ نہیں تھا۔ یہ خواب نہیں تھا۔ حضور گرامی مرتبہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو پہلا آپریشن ہوا تھا، ابھی اس آپریشن کی وہ ایک باریک سی دھند میرے پورے بدن پر اپنی جگہ سلامت ہے۔ At a time رسول اللہ ﷺ کی دو دفعہ ”اوپن ہارٹ سرجری“ ہوئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے کمال کی سرجری تھی جس تک پہنچنے میں شاید میڈیکل سائنسز کو پچاس، ساٹھ سال لگ جائیں گے۔ اس سرجری کے end میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بہت ٹھنڈک اور بخ بستگی محسوس ہوئی۔

میں بہت عرصہ سوچا کرتا تھا کہ جو anaesthesia استعمال کر رہے ہیں وہ پتہ نہیں سکس میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے یا نہیں مگر دو سوال میرے ذہن میں ضرور آئے کہ کوئی ایسا طریقہ سکس میں ضرور موجود ہوگا کہ یہ ٹیکس سے آپس میں جڑی ہوئی جیسا ایک بند کھولنے سے zip کی طرح سارے بند کھل جاتے ہیں اور وہ ملائکہ کے علم میں ہوگا۔ اسی cellular combination کو انہوں نے علیحدہ کیا ہوگا تو باقی سکس بغیر کوئی خون نکلے کھل گئی ہوگی۔ انہوں نے سکس کھولی اور انہوں نے operate کیا، دل باہر نکالا بالکل جس طرح آپ کے

ہاں آپ ریشتر میں نکالتے ہیں تو اُس میں سے کوئی چیز نکالی اور کوئی چیز بھردی۔ رسول کرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”میرے دل کو ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ میرے دل سے کوئی چیز نکالی گئی اور پھر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔“

خواتین و حضرات میں اس قسم کی توجیع پیش کر رہا ہوں کہ سرکار ﷺ کو بہت بڑا سفر وریش تھا، جو Physical conditions (جسمانی حالات) اُس وقت اُن کی تھیں، جو heart conditions تھیں، جو خون کے دباؤ تھے، جو مارل دل کی condition تھی وہ شاید اتنے بڑے الہیاتی اور cosmic (کائناتی) سفر کو برداشت نہیں کر سکتی تھی تو لانگھنے نے یہ کیا کہ دل میں کچھ آلات ڈالے، ایمان و حکمت کے آلات ڈالے، وہ کشادگی جو اتنے بڑے کائناتی سفر سے گزرتے ہوئے آدمی کو مارل رکھی، وہ آلات اُس میں ڈالے گئے۔ یہ پہلے بھی ہوا اور یہ خصوصاً معمرات کے سفر کے آغاز کے وقت ہوا۔ وہ نکالے گئے جس سے جسم adjust کر گیا اس لئے حضور گرامی مرتبت کو نہ ”اسری“ کے وقت تکلیف ہوئی، نہ معمرات کے وقت تکلیف ہوئی۔ ”اسری“ اور ”معمرات“ دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ ”اسری“ اس سفر کو کہتے ہیں جس کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے:

”سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي هُوَ لِنُزُولِهِ مِنَّا“ (بنی اسرائیل ۷۵: ۱)

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس تک جس کے راہِ گزیر ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ دکھائیں اس کو اتنی قدرت کے کچھ نمونے۔) یہ وہ سفر ہے جو حضور گرامی مرتبت نے مکہ سے بیت المقدس تک کیا۔ ”معمرات“ وہ سفر ہے جو کائناتِ بالا سے ہوا۔ جب زمین کی حدود سے نکلے اور کائناتِ بالا میں داخل ہوئے تو اُس سفر کو ”معمرات“ کہتے ہیں۔

یاد رکھیں، معمرات ”سیر جمعی“ کو کہتے ہیں۔ ”اسری“ زمین سے انتقال کو کہتے ہیں اور ”معمرات“ کائناتِ بالا کی طرف سفر کرنے کو کہتے ہیں۔ خواتین و حضرات! یہاں ایک اور بڑی دلچسپ بات ہوئی۔ حضور فرماتے ہیں کہ جبرائیل مجھ کو لے کر ”براق“ کے پاس آئے۔ ”براق“ کی کچھ تھوڑی سی تفصیل انہوں نے دی کہ براق کیا تھا؟ ذرا آپ بھی غور کیجئے گا کہ براق کیا ہے؟

دو ظامیر ہمارے پاس براق کی موجود ہیں۔ ایک میں حضور ﷺ نے فرمایا:

”مجھے جبرائیل براق کے پاس لے کر آئے جسکے اوپر کا حصہ روشن تھا اور درخت کی طرح تھا اور اس کے پاؤں تلے سے آگ نکلتی تھی، پھر وہ مجھے لے کر آئے اور اس میں دو بیضے کی جگہیں تھیں۔ ایک پر جبرائیل بیٹھے اور ایک پر انہوں نے مجھے بٹھایا اور پھر انگلی سے اشارہ کیا۔ براق پہنٹا اور اسکے پاؤں سے آگ نکلی اور پلک جھپکنے ہی وہ آسمان کی وسعتوں میں گم ہو گیا۔“

خواتین و حضرات! براق کو نکال دو۔ اگر آپ اس کی جگہ cosmic helicopter (کائناتی ہیلی کاپٹر) کہہ دو تو کیسا رہے گا۔ وہ آئے۔ آگے cosmic ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ اس کی energy (توانائی) کا فشار نیچے سے تھا۔ اوپر گول سی درخت کی طرح چھاؤں بنی ہوئی تھی۔ اس میں دو بیٹیں بنی ہوئی تھیں۔ ایک سین پر حضرت جبرائیل نے حضور ﷺ کو بٹھایا۔ ایک سین پر خود بیٹھے اور انگلی سے اشارہ کیا۔ اتنا sophisticated (فیس) سسٹم تھا کہ touch (چھونے) کی نوبت نہیں آئی۔ اشارہ کیا اور وہ کوہک بیلی کاپٹر کی شکل سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے آسمانوں کو بلند ہوا۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں صرف ایک جملہ ارشاد فرمایا:

”اس کا دوسرا سیم آنکھ کی حدود پر پڑتا تھا۔“

آنکھ کے افق پر پڑتا تھا۔ وہ اتنا برق رفتار تھا کہ اگر ایک سیم اوجھ پڑتا تھا تو دوسرا آفاق میں پڑتا تھا۔ It was so fast. (ظاہر ہے کہ یہ کوئی بہت ہی زیادہ برق سے بھی زیادہ تیز رفتار کوئی سواری ہو سکتی ہے جس پر حضور ﷺ بیٹھے تھے۔ اسی کے بارے میں ایک خوبصورت بات حضور ﷺ نے فرمائی۔ اگر میرے پاس ڈائیکرام ہوئی تو آپ کو بٹھا کر دکھاتا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”پھر مجھے براق کے پاس لایا گیا اور اس کے دو پر اس کے زانوؤں سے نکلتے تھے جن سے وہ اپنے پاؤں کھرچتا تھا۔“

خواتین و حضرات! اگر ہر کسی بھی قسم کے ہوں، ہمارے پاس جتنا بھی بیروں کا تصور ہے وہ upper blades کا ہے یعنی پرندوں کے پروں جیسا مگر یہاں سرکار رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ اس کے دو پر اس کے زانوؤں سے نکلتے تھے جن سے وہ اپنے پاؤں کھرچتا تھا۔ اب اگر آپ تھوڑا

ساغور فرمائیں تو وہ پرنسپل کپسول قیاس کے نیچے اس کو ڈھانپنے والی دو sides تھیں۔ وہ اس کے نیچے جا کر اس کے foot work کو لگتی تھیں۔ اس طرح وہ اوپر نیچے پھرتا تھا۔ اگر آپ نے کوئی modern capsule دیکھی ہو تو ان میں یہ طرز نام پائی جاتی ہے۔

یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ سائنس ہمیں خدا کی ودیعت کردہ ہے۔ اللہ کی سائنسز are obviously far more superior and sophisticated. (ظاہر

ہے کہ کئی گنا زیادہ بہتر اور نہیں ہیں) وہ ہکمران جس نے اتنی meticulous (جزئیات میں جا کر) دنیا design کی ہے جس نے لوہے محفوظ میں پوری کائنات کا ایک پورا master plan رکھا ہے۔ زمین کا master plan رکھا ہے وہ خود کتنا بڑا سائنس دان ہوگا۔ ابھی کل ”شبِ برات“ گزری ہے جس پر آپ نے بڑی wastage کی ہوئی، بڑے چرائے جائے ہو گئے، آپ نے بڑے دھماکے کئے ہو گئے۔ مگر خواتین و حضرات! اگر آپ غور کریں تو اول تو

بہت سارے علماء اس کے ذکر سے ہی انکادی ہیں۔ اس کا ذکر بڑی sophistication سے آیا ہے۔ صرف سادہ ہی بات ہے کہ شبِ برات وہ رات ہے کہ جب لوہے محفوظ سے پوری دنیا کی مدت کا تعین کیا جاتا ہے اور آسمان چارم پر ایک ہزار سال کی سکیم طاری ہوتی ہے۔ ایک ہزار سال کی سکیم آسمان چارم کے ملائکہ کو دی جاتی ہے In next one thousand years the earth will have these people, these incidents, these emotions, these patterns, these deaths, these lives.

پورے کا پورا ایک ہزار سال کا plan طاری ہوتا ہے۔ جب شبِ برات ہوتی ہے تو آسمان اول کے ملائکہ کو ہماری زمین کے ملائکہ کو ایک سال کا plan دیا جاتا ہے۔ اسی لیے حدیث مبارکہ ہے کہ کوئی شادی کی تیاری کر رہا ہوگا اور اس کی موت کا وقت آ گیا ہوگا۔ کوئی خرید و فروخت کر رہا ہوگا اور ادبی نیند سو جائے گا۔ کوئی بھوکا مر رہا ہوگا اور اسے دولت مل جائے گی کہ یا ایک سال کے بجٹ کی، خدا کے بجٹ کی رات ہے جو پوری زمین پر طاری ہوتی ہے۔

شبِ برات اور شبِ معراج میں بنیادی فرق ہے۔ یہ تین بڑی راتیں ہیں جن کو آپ کو علیحدہ علیحدہ دیکھنا ہوگا۔ This is not a night of wastage. یہ رات ضائع کرنے کیلئے نہیں ہے۔ آپ کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ یہ رات تقویٰ و عبادت کی ہے۔ بہت پہلے میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ دُعا واحد ایک چیز ہے جو تقدیر میں exception

(استثناء) کرتی ہے۔ جسکو اپنی تقدیر بدلنی ہو وہ دُعا کا ضرور آسرا لے مگر جب اس رات آپ wastage کا شکار ہو جاتے ہو تو ظاہر ہے کہ آپ کی دعاؤں میں کیا اثر ہوگا؟

خواتین و حضرات! اس کے بعد حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

”مجھے بیت المقدس پہنچایا گیا، وہاں ملائکہ نے مجھے خبر ان قدس سے ملایا۔ میں نے ان کی امانت کروائی۔ پھر مجھے دو چالے پیش کئے گئے (بلکہ بعض روایات میں ہے کہ تمین یا لے پیش کئے گئے) پانی کا شراب کا اور دودھ کا..... مجھے آواز دیئے والا کہتا تھا کہ پانی بے کار ہے اس سے تیری اُمت کو کوئی فائدہ نہیں۔ میں نے اہتساب کیا۔ جب میں نے شراب کو دیکھا تو مجھے دیکھنے والے نے آواز دی کہ اے رسول ﷺ تیری اُمت برباد ہو جائے گی، بے کار ہو جائے گی۔ (تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا تو natural choice ہی دودھ تھا) پھر میں نے دودھ کے چالے کو ہاتھ میں لیا تو مجھے جبرئیل نے آواز دی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فطرت کو پنا اور آپ ﷺ کی اُمت بھی فطرت پر قائم رہے گی، آپ ﷺ کی اُمت ہمیشہ اہل معاملہ میں شرک نہیں کرے گی، فطرت پر قائم رہے گی۔ نیکی کی خصلت پر قائم رہے گی۔“

خواتین و حضرات اس انتخاب کے بعد ایک بڑی important بات ہوئی۔ اس important بات کی reference (حوالہ) مجھے بہت خوب یاد ہے اس لئے آپ کیلئے بیان کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”پھر میرے لئے ایک میز می لائی گئی۔ (معراج اس کو اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات اُن کیلئے میز می لائی گئی اور حضور ﷺ نے فرمایا) وہ میز می اتنی خوبصورت تھی کہ زندگی میں میں نے اس کے بعد ایسی خوبصورت میز می نہیں دیکھی۔“

خواتین و حضرات! بڑی مدت کے بعد 1997ء میں امریکہ میں آسٹن یونیورسٹی کے Head of the department سے میری بات ہو رہی تھی تو اس نے مجھ سے پوچھا "How do you perceive God?" کہ آپ کیسے سمجھتے ہو کہ خدا کو آپ پالیتے ہو یا

اُس سے آپ کا ربط کیسے ہوتا ہے تو میں نے اُسے کہا، مجھے ایک اردو کا شعر یاد آ گیا کہ
 دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
 جب ذرا آنکھیں جھکائیں دیکھ لی

میں نے اُسے کہا کہ I feel there are corridors in the universe (میرا خیال ہے کہ کائنات میں کچھ کوریڈورز ہیں۔)

”جب آپ ایک special emotional frequency (خاص جذباتی فیکوئنسی) پر جاتے ہو تو آپ اُس corridor (راہداری) میں داخل ہو جاتے ہو جہاں آگے آپ کا خدا ہوتا ہے۔“

اس کے علاوہ اُس کا براہ راست contact نہیں ہے۔ اُس نے مجھے کہا: Corridors? I don't think so, we call it stairs. (ہم ان کو سیز حیاں کہتے ہیں) میں نے کہا: Who call it stairs? (کون ان کو سیز حیاں کہتا ہے۔) کیا یہ تمہارا ذاتی تجربہ ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ ہم جو cosmology (علم ہینٹ) کے جاننے والے ہیں ہمارے علم میں یہ آیا ہے کہ کائنات میں ایسی stairs (سیز حیاں) موجود ہیں کہ جو پوری کائنات کو منتقل کر دیتی ہیں۔ اُن stairs پر چل کر ہم شاید کائنات کیلئے بے پناہ جگہ ملے شتم کر دیتے ہیں۔ جب میں نے stairs کا لفظ سنا تو مجھے معرات کا مطلب یاد آ گیا کہ معرات کا تو مطلب ہی ”سیز حیا“ ہے۔ حضور ﷺ نے وہ معرات میں جو ہمیں علامات دی تھیں، اُس میں یہ فرمایا تھا کہ ”پھر سیز حیا میرے پاس لائی گئی اور پھر جبرئیل اور میں اس پر سوار ہوئے اور پھر آگیا آسمانِ اول پر پہنچ گئے۔“

اس پر ویسفر نے مجھ سے کہا کہ There are certain special trajectories between Earth and Saturn (راہداری) یذلل وزمین کے درمیان ہیں۔ اگر ہم اُن trajectories کو کور کریں تو ہم آٹھ منٹ میں زمین سے زحل پر پہنچ جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اُس پر آپ کسی جہاز یا کسی کپسول یا کسی ذریعے سے پہنچ سکتے ہو تو اُس نے مجھے کہا کہ We will believe that there are stairs. کہ وہ جگہ ملے کہ اتنا short کر دیتی ہیں۔ خواتین و حضرات! یہ معرات بھی انھی stairs کے متعلق ہے اور رسولِ کرم ﷺ نے انھی stairs کی بات کی۔ ذرا آپ اور آگے بڑھتے ہوئے دیکھئے گا کہ وہاں کیا واقعہ پیش آیا۔

بدستی سے واقعہ معراج کا mention, proper (مناسب بیان) کبھی بھی نہیں ہوتا۔ مساجد اللہ میں بھی، علمائے کرام بھی عام طور پر آچکے وہ باتیں بتاتے ہیں جو ان کی side (طرف) کی باتیں ہیں But what is exactly is only told by the Prophet himself (حقیقت وی ہے جو خبر ﷺ نے خود بتایا) حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

پھر جبریل مجھے لے کر آسمان اول کے دروازے پر آئے۔ آسمان اول کے تمہان نے پوچھا: ”کون ہے؟“ کہا: ”میں جبریل“۔ کہا: ”ساتھ کون ہے؟“ کہا: ”محمد ﷺ ہیں“۔ کہا: ”خود آئے ہیں یا بلائے گئے ہیں؟“ کہا: ”بلائے گئے ہیں“۔ کہا: ”مرحبا! گزر رہا ہے؟“۔

اس انگوٹھی سے absolutely (بالکل) ایسے لگتا ہے کہ جیسے آپ کسی بڑی محفوظ، بڑی protective، بڑی Well guarded ایسی جگہ بارہے ہوں جہاں آپ سے ID (آئی ڈی) کی طلب کی جاتی ہو اور ساتھ والے کی آئی ڈی بھی طلب کی جاتی ہو۔ اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ بخاری میں، مسلم میں، ابی داؤد میں exactly (بالکل) یہی واقعہ mention (درج) ہے۔

خواتین و حضرات! Can you imagine that movement is happening in a highly prtected atmosphere (آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ایک ایسی ترین محفوظ جگہ پر ایک سسٹم چل رہا ہے) اور وہاں ویسی precautions (ہدایات) لی جاتی ہیں کہ غالباً جن کی ایک کاپی آپ زمین پر استعمال کرتے ہو کہ جب بھی آپ کسی protective atomosphere (محفوظ جگہ) میں جاتے ہو وہ آپ سے ID (آئی ڈی) کی طلب کرتے ہیں، پھر یہ پوچھتے ہیں کہ کس سے ملتا ہے۔ کسی نے اندر سے بلایا ہے کہ خود ہی منے آ گئے ہو۔ یا اندر سے پوچھتے ہیں کہ صاحب آپ نے اُسے بلایا ہے تو بھیج دیں ورنہ ہم اُسے واپس کر دیں۔ یہ تمام سفر جو ہے اس میں بہت سے واقعات پیش آئے جیسے آسمانوں پر حضور ﷺ کی بہت ساری باتیں، انبیاء سے ملنا، نمازوں کا درس۔ مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہاں بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں جیسے شروع میں اختلاف ہے کہ کیا حضور ربانی مرتبت طبعاً آئے یا نہ آئے۔

میں آپ کو ایک بات بیان کرنا چلوں کہ بہت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ قرآن کو explain (وضاحت) کرنے والا قرآن ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ قرآن کو explain کرنے والا قرآن، لفظوں کو explain کرنا ہے مگر وضاحت وہ کرنا ہے جسکو قرآن کا فہم عطا ہوا۔ یہ بات صحیحی طرح یاد رکھیں۔ اگر فرض کیجئے کہ عالم یہ کہتا ہے کہ قرآن کا ایک لفظ ایک term (معنی) میں یہاں استعمال ہوا اور دوسری term (معنی) میں وہاں استعمال ہوا ہے۔ ایک بڑے عالم اور حافظ تھے، بڑے سخت اور کمزور تھے تو ایک دفعہ خواجہ میر علی کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے کہ ”میر علی! تم قرآن میں تاویل کرتے ہو، انہوں نے کہا: ”ہاں کرتا ہوں،..... میں آیات کو بدلتا نہیں ہوں مگر فہم کے مطابق جو سمجھ میں آئے تاویل کرتا ہوں“۔ کہا: ”کیا تمہیں نہیں پتا، اسکی کتنی سزا ہے اور یہ کتنی غلط بات ہے تم کو تاویل نہیں کرنی چاہیے.....“ تو انہوں نے کہا: ”دیکھو! اگر میں تاویل نہیں کروں گا تو تمہارا تو بڑا ہی غرق ہو جائے گا“۔ تو انہوں نے کہا: ”کیسے؟“ کہا کہ تم نے قرآن میں پڑھا نہیں کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا..... تو بہر حال اُس سے آپ تفسیر نہیں کر سکتے اور خاص طور پر جب ”روایہ“ کی ہم تعریف کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ قرآن کے کتنے بڑے عالموں نے اس کی وضاحت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو دعائی تھی کہ قرآن کی تاویل میں یہ بچہ منفرد ہوگا۔ عبد اللہ ابن عباسؓ بڑے ہوئے، اس تاویل کے حامل ہوئے، اللہ نے انہیں بہت بڑی برکت بخشی۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ ”روایہ“ کا مطلب کیا ہے، کیا اس کا مطلب ”خواب“ ہے فرمایا:

”روایہ کا لفظ بیداری میں مشابہ ہے۔ جیسے بھی استعمال ہوتا ہے۔“

اس کے بارے میں تھوڑی سی میں آپ کو وضاحت دیتا ہوں۔ بعض اوقات یہ سمجھنے کے باوجود کہ انسان بدنی طور پر سلامت اور زندہ ہے، اس کے باوجود ہم visual effects (بصری اثرات) کے تحت اور mental effects (یعنی اثرات) کے تحت کچھ باتیں ایسی دیکھتے اور سوچتے ہیں جو شاید ہمارے ساتھ والا نہ دیکھ رہا ہو، نہ سوچ رہا ہو،..... مثلاً یہ تمام آئیٹم کی باتیں، تمام محرکی باتیں وغیرہ..... حالانکہ آپ بالکل سلامت و بیداری میں ہوتے ہیں اور آپ ان سب کو غلط دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کو ان پر یقین ہوتا ہے۔ جیسے خواتین میں آپ نے دیکھا کہ ”خون کے چھینٹے پڑتے“ کی باتیں یا ”آئیٹم پڑتے“ کی باتیں یا ”کپڑے جلنے“

کی باتیں اگر ایک خاتون دیکھتی ہے تو ساری دنیا دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ ایک عورت خون کا چھینٹا دیکھتی ہے تو ساری دیکھنا شروع کر دیتی ہیں۔ بیداری میں اپنے ذہن کی توجہات کی وجہ سے آپ کی visionary power (بصری طاقت) اسی طرح تبدیل ہو جاتی ہے۔ پھر معراج پر کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اسی لیے پروردگار نے اس کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم میں فرمایا:

”مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى“ (النجم ۵۳: ۱۷)

(نہیں کچی کی نظر نے اور نہ حد سے بڑھی)

کہ اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو ان کے کسی میز سے پن کا نتیجہ ہو یا ان کی کسی غلطی کا نتیجہ ہو بلکہ جو کچھ ہم نے پایا کہ وہ دیکھیں انہوں نے بالکل اسی طرح دیکھا۔

خواتین و حضرات! بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جبرئیل کو دیکھا۔ اصل میں جبرئیل خفیروں کا بڑا پرانا ساتھی ہے۔ جس خفیہ نے نبوت میں آنکھ کھولی اسے صبح و شام جبرئیل نظر آئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا بڑا کمال کیا ہو گیا کہ رسول اللہ کو اتنی دور لے جایا گیا۔ اتنی دور لے جا کے بھی کیا جبرئیل دکھاتا تھا؟ جبرئیل تو صبح و شام ان کے پاس آتے تھے۔ چلو اگر اصل میں نہیں تو کسی دوسرے (لباس) انداز میں۔ کبھی ”وجہ بکلی“ کی شکل میں آگئے۔ کبھی کسی اور شکل میں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! تمہیں پتہ ہے یہ ایمان کس نے کون آئے تھے؟“ اصحاب نے کہا ”یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں تو کچھ نہیں پتہ“۔ کہا: ”یہ جبرئیل تھے“۔ یعنی حضور ﷺ تو جبرئیل کو ہر رنگ میں پہچانتے تھے۔

۱۔ یہ ہر رنگ کی خواہی جامہ پر پوش

من انداز کردہ رای شام

آخر خفیہ جبرئیل کا شناسا نہ ہو گا تو اور کون ہو گا؟ مگر کیا عجیب بات ہے کہ شب معراج کی تعبیر صرف جبرئیل ہو۔ یہ بڑا عجیب سا لگتا ہے اور اگر انہوں نے خواب میں معراج دیکھی ہو تو میں بھی آج دعویٰ کر سکتا ہوں کہ خواب میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ وہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے جت کو دیکھا۔ تو آپ کو اس میں کیا چیز عجیب لگے گی؟ آپ کہو گے۔ خواب ہی ہے۔ اگر وہ خواب ہی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ نے خواب ہی دیکھا تھا تو کیا ضرورت تھی ابو جہل کو جا کر صدیق اکبرؓ کو یہ کہنے کی کہ ”دیکھا آج پکڑے گئے ہو۔ اگر کوئی

شخص یہ کہے کہ میں رات کی رات بیت المقدس پہنچا، آسمانوں کی سیر کی اور چلتا تو کیا تم سمجھو گے کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔“ ابوبکرؓ نے کہا: ”نہیں۔“ اس نے کہا: ”اچھا پھر تمہارا دوست یہ کہہ رہا ہے۔“ فرمایا: ”اگر وہ کہہ رہا ہے تو پھر حج کہہ رہا ہے۔“ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

”ہر امت کا ایک صدیق ہوتا ہے اور میری امت کا صدیق نبی کریم ﷺ بن قافہ ہے۔“

خواتین و حضرات! یہ شعور ذات جب آگے بڑھتا ہے، جب حضور گرامی مرتبت ”سدرہ“ تک پہنچے ہیں تو خداوند کریم ”سدرہ“ کا بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے اور یہ کہ ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ معراج میں حضور ﷺ نے کس کو دیکھا۔ فرمایا: ”اللہ کو دو مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا۔“ ایک صحابی نے کہا کہ اللہ تو کہتا ہے کہ مجھے کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تو یہ آپ کیسے کہتے ہو۔ (یہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا قول تھا۔) فرمایا عقل کے اندھے۔ اللہ نے نور نہیں دکھایا، اُن کو ہال نہیں دکھایا، اللہ نے اُن پر آگ نہیں بھیجی۔“ یعنی اگر اللہ اپنی جلالت مآب میں اُن کو نور دکھاتا تو شاید آنکھ نہ دیکھ سکتی۔ اللہ نے اُن کو جس طرح چاہا، جس طرح اپنے بندے پر اپنے آپ کو آشکار کرنا چاہا ویسے دکھایا۔ اب میں مختصراً آپ سے پوچھوں کہ کیوں دکھایا گیا؟ خدا کا خود کو آشکار کرنا کیوں ضروری تھا؟

A very very solid reason (ایک بے حد مضبوط وجہ ہے) کہ جب سے زمین بنی ہے، جب سے انسان بنا ہے اللہ کی اس زمین پر کوئی شہادت موجود نہیں۔ کسی بندے نے یہ شہادت نہیں دی کہ میں نے اللہ کو دیکھا ہے۔ شہادت کے بغیر اللہ کی موجودگی تو قائم تھی، دیگر بڑے ذرائع اللہ نے دے رکھے تھے مگر شہادت کے بغیر خدا پر دلیل مکمل نہیں ہو سکتی تھی تو رفتہ رفتہ جن غیر ان قدس کو اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی جلوہ نمائی ہوتی گئی، معجزات دکھائے گئے۔ جب معجزات دکھائے گئے تو لوگوں نے کہا کہ جادوگر بھی ایسا کر لیتے ہیں۔۔۔۔۔ آگے بڑھتے ہوئے حضرت موسیٰ کی خاطر اللہ نے اتنے بڑے بڑے کام کئے۔ ”طور“ اٹھا کر قوم پر کفر کر دیا۔ ”نیل“ کو چیرا۔

”وَوَهَبْنَا لَكُمْ الْغَمَامَ وَآتَيْنَا عَلَيْكُمْ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی“

میں چالیس برس بادلوں نے سایہ رکھا۔۔۔۔۔ یعنی اللہ نے ہر خیر کو اپنے ساتھ خصوصی تعلق کی ایک معرفت دی۔ اپنے تعلق سے آگے بڑھایا۔ پھر جب حضرت عیسیٰ آئے ”وَكَلَّمْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ جبرئیل سے مدد ملی، صبح و شام ملی، چلے پھرتے ملی۔۔۔۔۔ مگر ایک آخری مرحلہ رہتا تھا کہ کسی کی اللہ پر شہادت موجود نہیں تھی۔

صدیوں سے جو روایت مذہب چلی آ رہی تھی وہ ”روایت“ کی شہادت سے خالی تھی۔
 اللہ کو اپنی یہ دلیل مکمل کرنا تھی کہ کم از کم زمین و آسمان میں ایک بندہ تو ایسا ہو جو یہ کہہ سکے کہ ”اے
 بندگانِ خدا! اللہ کے وجود پر کوئی شک نہیں۔“ جو صادق ہو، امین ہو، سچا ہو، اسکی
 judgement پر کوئی شبہ نہ ہو جیسے اس قرآن کی آیت میں آپکو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اسکی
 judgement پر قطعاً کوئی شک نہیں۔

”مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى“ (النجم ۵۳: ۱۱)

(نہیں جھوٹ بولا دلنے کچھ دیکھا)

اُس کی آنکھ نے کوئی غلطی نہیں کی، کوئی judgement خراب نہیں ہوئی بلکہ جو کچھ اس کو دکھایا
 گیا، جو اس کو بتایا گیا ہماری طرف سے بتایا گیا اور اُس نے اپنے رب کی شہادت کو مکمل کیا۔ اسی
 لئے پیغمبر ﷺ کو شاہد اور مذہر کہا گیا ہے۔ یہ معرات کی سب سے بڑی reason تھی کہ حضور
 گرامی مرتبت کے ذریعے پروردگار عالم نے اپنے وجود عالی پر شہادت دلوائی جیسے اُس نے
 چاہا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اُس نے اُسے کیسے دکھایا۔ اگر اُس نے ”بصارتِ ظاہرہ“ سے نہیں
 دیکھا تو کم از کم بار بار قرآن دو چیزوں پر بہت زور دیتا ہے کہ آپ کسی قیمت پر یہ نہ سمجھو کہ یہ کوئی
 آسب تھا، و سورتھیا گمان تھا، خیال تھا۔ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔

”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى“ (النجم ۵۳: ۲)

(نہ ہلک گیا صاحب تمہارا، نہ راہ سے پھر گیا)

غور فرمائیے کہ سورۃ کے شروع ہوتے ہی خدا کہتا ہے کہ رسول ﷺ کے مشاہدے میں کوئی غلطی
 نہیں تھی، یہ کوئی آسب زدگی نہیں تھی۔ نہ وہ بھولا، نہ وہ بھٹکا بلکہ جس چیز پر اُس نے شہادت دی
 ہے مکمل اور محکم شہادت دی ہے۔

”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ“ (النجم ۵۳: ۳)

(اور وہ نہیں بولتا اپنی خواہش سے)

وہ اپنی مرضی سے بھی بات نہیں کرتا۔ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ اُس نے من گھڑت بات سنا دی ہے
 کوئی ”اساطیر الاولین“ میں اضافہ کر دیا ہے تو ایسا بھی نہیں ہے۔ اُس نے اپنی طرف سے کوئی
 بات نہیں کی۔

”إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (النجم ۵۳: ۴)

کچھ زیادہ لگتی ہیں۔ انہوں نے دس کم کر دیں۔ آپ چالیس لے کر آئے۔ پھر موسیٰ کے پاس سے گزرے۔ موسیٰ نے کہا: ”نہیں بھائی! مجھے زیادہ تجربہ ہے۔ تیری امت مصیبت میں پڑ جائے گی۔ کسی نے چالیس نمازیں نہیں پڑھنی ہیں۔ آپ جاؤ پھر تخفیف کرواؤ۔“ ہوتے ہوئے یہ نمازیں آدمی ہو گئیں۔ ویسے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو مزہ آ رہا تھا۔ بار بار دینا نصیب ہو رہا تھا تو اس بہانے نمازوں کی تخفیف کروانے کے بہانے بار بار ”جلوہ روئے زرداں“ ہو رہا تھا۔ بار بار سرکار کے قریب جا رہے تھے۔ اس لیے خود بھی جان بوجھ کر نمازوں کی تخفیف میں لگے ہوئے تھے۔ جب پانچ رو گئیں تو ہمارا اور آپ کا مسئلہ الگ تھا۔ ”کیا تو کہا کہ اب نہیں۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب اس سے کیا تھوڑی کرواؤں۔ اللہ نے کہا: ”اے میرے محبوب نبی! میں نے پانچ کم نہیں کی ہیں۔ پچاس نمازوں میں کوئی کمی نہیں کی لیکن یہ جو پانچ دی ہیں، ان کا ثواب پچاس کے برابر ہے۔ صلی تیری امت کو وہی ملے گا جو پچاس نمازوں کا ہے۔“

خواتین و حضرات! ایک عجیب سا تاثر پیش کرنا ہوں۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ یہاں رسول ﷺ رک گئے۔ رک کر کہا کہ اب میں دعا رہ نہیں جاؤں گا۔ مجھے شرم آتی ہے۔ اللہ سے جواب آتا ہے۔ کہیں گے کہ کیا بار نمازیں معاف کر رہے ہو مگر قیامت کا دن بھی آئے گا جب رسول کریم ﷺ سے کہا جائے گا کہ امت کی شفاعت کرو۔ آپ جائیں گے، اللہ کی تعریف کریں گے۔ اللہ کہے گا: ”اے محمد ﷺ! ہم نے وعدہ کیا تھا، ہم کسی صورت بھی آپ کو ناراض نہیں رکھ سکتے۔ جاؤ آپ کے جو لوگ جہنم میں ہیں ان کو نکال لو۔“ پھر یہ ان کو نکالنے جائیں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر پریشانی ہوگی، یاد آئے گا کہ ابھی کچھ اور باقی ہیں۔ پھر حضور ﷺ حضور زرداں پہنچیں گے کہ اے مالک و کرم! ابھی تو کچھ اور لوگ جہنم میں باقی ہیں۔ کہا جائے گا: ”اچھا جاؤ! ہم تمہیں ناراض نہیں رہنے دیں گے اور لوگ بھی لے آؤ۔“ جب ہوتے ہوئے چوتھی مرتبہ آنگی تو نماز کے وقت تو رک گئے تھے مگر یہاں نہیں رکیں گے۔ اپنی امت سے محبت کا یہ عالم ہے کہ پانچویں مرتبہ پھر پہنچیں گے اور کہیں گے: ”پروردگارا! مجھ سے آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میری امت میں سے کوئی بندہ آپ جہنم میں نہیں رکھیں گے۔“ اللہ کہے گا: ”اے محمد ﷺ! ہم اپنا کا وعدہ پورا کریں گے۔ ہم کسی قیمت پر تمہیں ناراض نہیں دیکھنا چاہتے مگر یہ جو لوگ تم دیکھ رہے ہو جہنم میں یہ تمہارے جیسے ضرور ہیں، یہ مسلمان تھے ہیں مگر مسلمان نہیں ہیں، (یہ سیکولر ہیں۔ ان کا دل سے تمہارے مذہب کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تو ”جذال چوکڑی“ ہے۔) ہم ان کے مسلمانوں جیسے ہیں، باقی ساری

کی ساری ان کی عادات کافروں والی ہیں، ساری سوچیں کافروں والی ہیں (تو اے محمد ﷺ غم نہ کر، اب صرف ان لوگوں کو جہنم میں روک رکھا ہے کہ جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے، چکا کتاب پر یقین نہیں، قرآن پر یقین نہیں، چکا تیری رسالت پر یقین نہیں، چکا میری خدائی پر بھی یقین نہیں۔ اس لیے غم زدہ نہ ہو۔ یہ تیری امت کے لوگ نہیں ہیں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

سوال و جواب

سوال: سائنسی نظریات کے تحت قرآن کو ملا تو درست ہے لیکن قرآن کی کوئی توجیح یا تفسیر کا کوئی واقعہ آج سائنس اگر ثابت کر دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے لیکن کیا سائنس کی اتھارٹی کو لے کر ان کے کسی واقعہ کو اتھارٹی دینا درست ہے کیونکہ نظریہ یا اتھارٹی کل کو reject بھی ہو سکتی ہے۔

جواب: آپ نے درست فرمایا مگر دیکھیں قرآن تو سائنس سے بہت آگے ہے تاکہ آگے ہے کہ ابھی سائنسی تحقیق تو نصف میدان میں بھی نہیں ہے مثلاً قرآن کہ کریم میں اللہ فرماتے ہیں کہ
 ”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ“

(اللہ وہ ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کی ہیں اور ان سات کائناتوں میں سات مٹیوں کی جتنی ہیں)
 ”يُنَزِّلُ الْأَمْزُ مِثْلَهُنَّ“

(ان ساری زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے)

یعنی یہ تو بہت پرانی بات ہے کہ سائنسز کتاب تحقیق ہیں مگر قرآن کتاب تحقیق ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کو خدا سے بہتر کون جانتا ہے؟ اور کون سمجھتا ہے کہ کوئی چیز اسے کیسے پیدا کی۔ اب سائنس کی جو باتیں آ کر قرآن کی تصدیق پر آمادہ ہوتی ہیں تو وہی سائنس کی تحقیق ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً جب خدا نے یہ کہا:

”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ“

(اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا ہے۔)

اب سائنسز بھی یہاں آ کر رک گئیں۔ اب کوئی بھی thesis یا نہیں آئے گا جس میں سائنس دان اٹھ کر یہ کہے کہ نہیں، زندگی پانی سے نہیں بلکہ بجلی سے پیدا کی گئی ہے تو جو سائنسی تحقیقات قرآن کے ان بنیادی اصولوں سے آ کر مل جائیں وہ قابل تسلیم ہوں گی۔ جیسے قرآن کہ حکیم میں اللہ نے کہا کہ کیا تمہیں پتہ ہے؟

”أَوَلَمْ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا“

(تم کیسے میرے ٹکار کر سکتے ہو)

”أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا“

(کیا تمہیں پتہ نہیں کہ بنیادی طور پر کائنات ایک وجود تھی پھر ہم نے اسے پھار کے جدا کر دیا۔۔۔۔۔) اب جب سائنسی تحقیق چلے چلے قرآن کی اس آیت سے آکر مل جائے تو تصدیق شدہ ہوئی اور باقی کی سائنس میں شک و شبہ ہو گا اور ضروری نہیں کہ وہ acceptable ہو۔ ابھی اس گردش میں ہم سائنس سے مدد نہیں لے رہے۔ سائنس خدا کی حریف نہیں ہے بلکہ انسانوں کو خدا کا دیا ہوا ایک عطیہ ہے۔ مثلاً اگر میرے پاس سرور و کام ہے اور سائنس دان نے اُس کی دوا اسپرین کی ٹکیہ میں دی ہے تو مجھے یقین ہے کہ اللہ اس دم میں اثر نہیں دے گا۔ وہ یہ کہے گا کہ اے انسان کیا میں نے تجھے حکمت نہیں دے دی، اگر میں نے تجھے حکمت دے دی جتو تو خواہ تو اس قسم کے سہارے کیوں لے رہا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ ”يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ“ انگریزی میں آپ سائنس کہتے ہو مگر بنیادی طور پر حکمت ہی کا لفظ ہے جو ادھر چل رہا ہے کہ جسے پابنا ہوں حکمت عطا کرتا ہے۔ ”وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا“ جسے حکمت عطا کی اسے خیر کثیر عطا کی۔ اسی لیے ہم سائنس کو final نہیں مانتے۔

جب خدا یہ فرماتا ہے ”إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ . وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ“ کہ وہ وقت آئے گا جب سورج تاندا پڑ جائے گا، ستارے گند لے پڑ جائیں گے یعنی وہ وقت ابھی آیا نہیں ہے۔ اگر آپ غور کریں تو روزخ کا وقت ابھی آیا نہیں ہے۔ جنت کا وقت ابھی آیا نہیں ہے۔ ارواح کو دوبارہ زندہ کرنے کا وقت ابھی نہیں آیا اور یہ جو خدا نے کہا کہ ہم صور پھونکیں گے تو سارے اٹھ کھڑے ہونگے، قبروں سے حواس باخ ہوں گے، یہ وقت ابھی نہیں آیا مگر کچھ ایسی باتیں جو اللہ نے زمین اور آسمان کے بارے میں کہ دی ہیں وہ ضرور واقع پذیر ہوں گی اور سائنس دان اُس کے بارے میں estimate (اندازہ) لگا رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں ساری کائنات کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لوں گا اور بائیں ہاتھ میں اپنی زمین کو رکھوں گا۔ وہ قیامت کے دن کی خبر دیتا ہے:

”وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورٍ زَهْرَآ“

(اور جب زمین اپنے رب کے نور سے جھلک جائے گی۔)

کہ جب زمین کو کسی اور زمین سے بدل دیں گے اور زمین تمہارے رب کے نور سے چمک جائے گی تو یہ ساری باتیں بہت آگے کی ہیں اور ہمارے علم میں ابھی کچھ بھی نہیں جاسی لے ہم سائنس کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بہت بڑے سمندر میں ایک چھوٹی سی کشتی پر ایک ٹوٹی ہوئی چوار ہے جس

کے ذریعے ہم ایک بہت بڑے بحرِ بے کراں کو عبور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اندھیرا بڑا مطلق ہے کہیں کہیں روشنی کی ایک چمک پڑتی ہے اور ہم تھوڑا سا راستہ دیکھ لیتے ہیں اور آگے قدم بڑھا لیتے ہیں۔ جس وقت قرآن اتر آتا اس وقت سائنسز موجود تھیں، اس سے پہلے بھی سائنسز موجود تھیں مگر قرآن چاہتا اور اس وقت سائنسز غلط تھیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ ہمارے مسلمان لوگوں نے قرآن کو کیوں نہ چا سمجھا۔ جب Ptolemy کہہ رہا تھا کہ زمین ساکت ہے اور باقی ستارے اس کے گرد حرکت کر رہے ہیں اور تین ہزار سال قبل مسیح میں Copernicus نے یہ کہا تھا کہ نہیں، سورج ساکت ہے اور ستارے اس کے ارد گرد حرکت کر رہے ہیں، اس وقت کوئی اٹھتا اور قرآن دیکھتا ہے تو یہ کہہ سکتا تھا۔ قرآن دونوں کے خلاف ہے قرآن تو کہہ رہا ہے ”کُلُّ یَجْعَرِی الٰہِیْ اَجْبَلِ مُسْمٰی“ کہ کوئی بھی ساکت نہیں ہے۔ وقت مقرر تک سب چل رہے ہیں۔ اب آکر سائنسز نے اس قرآنی آیت کی تصدیق کی ہے۔ اب ہم سائنس کو اسی لیے attach کرتے ہیں کہ جب ہمیں وضاحت دینی ہوتی ہے، ہم کہتے ہیں کہ اب matter of fact سائنسز ہیں۔ reality objective (ظاہری حقیقت) اس subjective بیان (داخل یا بیرونی گواہی) کے پاس آگئی ہے جو خدا نے ہمیں دی تھی اور جس کی judgement ہمارے پاس نہیں تھی۔ اگر آپ غور کیجئے تو بے شمار ایسی آیات ہیں کہ خدا کہتا ہے کہ میں زمین کو کناروں سے گھٹا رہا ہوں اب اس آیت کی وضاحت سائنس کی specialist کا کوئی geology چاہیے ہوگا، کوئی ٹیم ہوگی، جو زمین کی پیمائش کرے گی، وہ آپ کو بتائے گی کہ زمین کناروں سے گھٹ رہی ہے یا نہیں گھٹ رہی ہے۔ ان دونوں کا سمبندھ ہے حکمت اور علم کا ایک اشتراک ہے۔ اللہ علم ہے اور صاحبِ علم ہے اور حکمت یا سائنس اس کی explanation (وضاحت) ہے کہ ہم explanation کے ذریعے ہی علم کی کسی حقیقت کو پاسکتے ہیں۔ خدا نے جب اپنے پسندیدہ بندوں کا ذکر کیا، محبوب بندوں کا ذکر کیا تو اس میں نہ نماز کا ذکر ہے نہ روزے کا ذکر ہے بلکہ دو باتوں کا ذکر ہے۔

”الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ وَ لَقِیْنَا فُتُوْا وَّ عَلٰی جُنُوْہِہِمۡ“

(کہ بہترین بندے وہ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، کھڑے، کھڑے کے مل مجھایا کرتے ہیں)

”وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“

(اور وہ زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں)

اب آپ بتائیے کہ غور و فکر سائنس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔
سوال: اُس وقت مسجد اقصیٰ تو تھی نہیں؟ وضاحت کریں۔

جواب: میرا خیال کہتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے ہمارے مولوی حضرات سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ مسلمانوں کی مسجد ہے۔ مسجد سے مراد وہ تمام جگہ گاہیں ہیں جو اللہ کی طرف سے وقف ہیں۔ مسجد اللہ کی ہوتی ہے صرف ہم لوگ اپنے ماحول میں امام الگ رکھ لیتے ہیں۔ وہاں ”بیکل“ کہتے تھے جیسے بیکل سلمان۔ قوموں میں امام مختلف ہو سکتے ہیں۔ مسجد کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے کہ وہاں مسلمانوں جیسی اذانیں ہوتی تھیں۔ یہ بہت بعد میں واقعہ پیش آیا۔ پیام اُس کا بڑا پرانا تھا اور مسجد سے مراد یہ ہے کہ وہاں عبادت گاہ موجود تھی جو مسلمانوں کی نہ تھی کسی اور قوم کی بھی ہو سکتی تھی۔ ہم ”بیکل سلمان“ کو بھی مساجد کے لحاظ سے انتہائی معزز سمجھتے ہیں جیسے ہماری اپنی مسجد ہے اور یہ ساری مساجد وہاں موجود تھیں۔

سوال: جب عرش پر (ID) آئی ڈی چیک کی گئی تھی تو اُس وقت کیا دربان کو پتہ نہیں تھا کہ کون آ رہا ہے؟ کیا وہاں کسی اور کا بھی آنا جانا تھا؟

جواب: میں مختصری آپ کا اُس سسٹم system کی بات بتا رہا ہوں، ان کو پتہ تھا جی تو انہوں نے کہا کہ ”مرحبا آئیے، گزر جائیے“۔ یہ جملہ استعمال ہوا۔ اگر ان کو پہلے سے خبر نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خبر نہ دی ہوتی کہ محمد ﷺ آ رہے ہیں تو وہ کہتے، کون ہے؟ روک دو۔ ID کا یہی مطلب ہوتا ہے، کہ پہلے پیچھے سے information آپکی ہوتی ہے کہ فلاں فلاں معزز صاحب تشریف لارہے ہیں۔ میں GHQ جاتا رہا تو وہ کہتے کہ کیا پیچھے کسی جنرل صاحب کو خبر ہے کہ آپ آ رہے ہیں۔ تو وہ اسٹوپ دیکھ کر کہتے کہ جی ہاں آپ کا نام ہے، تشریف لے جائیے تو پہلے سے نام گرامی ”محمد ﷺ“ ملاقات کی لسٹوں پر کندہ تھا۔

سوال: حضور ﷺ کو کیا اپنی امت کا اندازہ نہیں تھا کہ وہ نماز پڑھ سکتے ہیں پھر وہ چار یا پانچ مرتبہ نماز معاف کروانے کیوں گئے؟

جواب: یہاں حضور ﷺ کے سامنے بڑے شرف و عزت کو ان کی کمزوری کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ آپ پچاس پڑھ لیتے۔ وہ تو بڑے خوش تھے۔ اگر حضور ﷺ اپنی استطاعت کو گمان کرتے تو ان کو تو اللہ نے کہا تھا کہ اسے مدثر! آپ ﷺ ذرا راتوں کو سونا کم ہی کر دیا کرو، راتوں کو اٹھا کرو، سارا دن عبادت، ساری رات نماز، آپ ﷺ کو دنیا کے اور کام بہت ہیں تو آپ ﷺ تھوڑی کم

کیا کرو عبادت۔ آپ ﷺ عبادت میں تقویٰ اور ریاضت میں ہم سب سے بہت آگے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کی غار حرا کی زندگی دیکھیں تو آپ لوگ ایسے نہیں گزار سکتے مگر رسول ﷺ کو اپنی امت پر بار بار شفقت آرہی تھی اور یہ جو موسیٰ تھے یہ تو آپ کے بڑے ہمدرد نکلے اور اٹنا آپ ان کو طعنہ دیتے ہو کہ ان کو پتہ نہیں تھا۔ ان کو سب باتوں کا پتہ تھا مگر ان کو اس وقت ملاقات کی اتنی خوشی تھی کہ اور باتوں کا خیال نہیں تھا۔ حضور ﷺ تو پچاس کو بھی تھک بکھر رہے تھے۔ دعا دو موسیٰ کو جنہیں آپ کا پتہ تھا کیونکہ موسیٰ کو اپنی قوم کا بڑا تجربہ تھا کہ جب اللہ نے کہا: ”اے موسیٰ قوم کو لے جا، داخل ہو جا بیت المقدس میں“۔ اور آپ نے کہا ہے کہ اے قوم! مجھے اللہ نے کہا ہے اسی اللہ نے جس نے نسل چڑھا، اسی اللہ نے کہا کہ داخل ہو جاؤ، تم فتح حاصل کر لو گے۔ قوم موسیٰ نے کہا: ”ہمیں کیوں مروانا ہے موسیٰ! ہمیں گامزد موسیٰ کھانے دے، بابا اللہ کو لے جا۔“ کیا ہی فتح کر لے۔“ حضرت موسیٰ نے ٹک آ کے کہا کہ۔

”اغوذبا اللہ ان انکون من العجلین“

(اے مالک و کریم! میں اپنی قوم سے بڑا ٹک ہوں)

اسی قسم کی بات آپ نے بھی کی ہے۔ پیغمبروں کی فراست تو اپنی جگہ ہوتی ہے۔ پیغمبر ﷺ اس درجہ ملاقات پر پہنچ کر اتنے سرشار تھے، اتنے سرشار تھے۔ اگر دیکھو کہ جب ان کو یہ بتایا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت یہ بوجھ نہیں اٹھا سکے گی تو سرشاری کے اور خدا کی محبت کے ان اثرات کے باوجود وہ پھر بھاگے بھاگے آپ لوگوں کیلئے گئے۔ اس کو آپ نقصان سمجھتے ہو؟ یہ تو بہت مروت کی بات ہے بڑے کرم کی بات ہے۔

سوال: آپ کہتے ہیں کہ حواسِ خسہ سے آگے بڑھیں گے تو خدا ملے گا۔ یہ حواسِ خسہ سے آگے نکلنے سے کیا مراد ہے اور کس طرح حواسِ خسہ سے آگے نکلا جاسکتا ہے؟

جواب: آپ کے علم، آپ کی معلومات اور آپ کی مشاہدِ عقل کو اگر چار درجوں میں بانٹا جائے۔۔۔۔۔

مغربی سائنس کا لو جٹ اور دانش ور عقل کو تین درجوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ میں چار حصوں میں تقسیم کرنا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ Intelligence is very common with animal or with man جب آپ پڑھتے لکھتے ہو، دانشور بنے ہو تو آپ intelligent بن جاتے ہو۔ ایک تعلیمی ”مارت عقل“ ہے۔ جب آپ اس سے آگے بڑھتے

ہو، آپ کی عقل آپ کی intelligence (ذہانت) کسی موضوع پر concentrate (مجموع) کرتی ہے تو آپ intuitive (وجدانی) ہو جاتے ہو، آپ کو intuition (وجدان) نصیب ہوتی ہے۔ آپ کو دماغی کی خصوصی فطرت نصیب ہوتی ہے۔ یہاں تک ہم اور مغرب common (مشترک) ہیں۔ ان میں بھی intuitive لوگ ہیں اور ہم میں بھی intuitive لوگ ہیں۔ قرآن حکیم نے اسکو کرمج عقل قرار دیا ہے اور فرمایا:

”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ“

اس میں تخصیص نہیں چھوڑی۔ نیوٹن کو بھی intuition نصیب ہو سکتی ہے مگر ایک عقل اس سے آگے بڑھتی ہے ہر چیز کو اللہ کے reference سے ملے کرتی ہے خدائی احکام کے reference سے بات کرتی ہے۔ اس عقل کو اللہ تعالیٰ انتہائی refine (مصلحاً) کر دیتا ہے اور اس کو ”الہام“ کہتے ہیں، ادراک کہتے ہیں۔ یہ غیر مسلم کے پاس نہیں ہو سکتی، یہ صرف مسلمان کے پاس ہو سکتی ہے۔

سوال: شب معراج کے دوران آپ نے انبیاء کی امامت کروائی وہاں انبیاء خود موجود تھے یا پھر ان کی ارواح نے نماز پڑھی؟

جواب: میرا آپ سے سوال ہے اور سوال یہ ہے کہ جیسے آپ کا شہید زندہ ہو اور آپ کو پتہ نہیں۔ جیسے وہ رزق لینا ہو اور آپ کو پتہ نہیں۔ انبیاء برزخی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں اور ان کے وجود بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں جیسے شہید کا بدن ضائع نہیں ہوتا اسی طرح انبیاء کے بدن بھی ضائع نہیں ہوتے۔ وجدانی سلامتی کیساتھ برزخی زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

سوال: براق چونکہ برق کی جمع ہے اور برق روشنی کو کہتے ہیں۔ سائنس آج بھی Multiple of life پر ریسرچ کر رہی ہے تو آپ کا اس کے بارے میں کیا concept ہے؟

جواب: جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ جنت کتنی وسیع ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک گھر سے دوسرے گھر کا فاصلہ پانچ سو برس کا ہے۔ میں ایک دفعہ امریکہ کی ریاست Texas (ٹیکساس) میں تھا، وہاں گھریزی بڑی دور تھے یعنی کار کے بغیر آپ ایک گھر سے دوسرے گھر نہیں جاسکتے تھے تو میں نے اس وقت کم از کم زمین کی وسعت کا اندازہ لگایا کہ ان کے پاس اتنی بے تحاشا زمین ہے کہ ایک گھر سے دوسرے گھر جانے کے لیے آپکو سواری چاہیے، کم از کم آپ پیدل نہیں جاسکتے تو پھر مجھے اس حدیث کا خیال آیا کہ جنت اتنی بڑی ہے اتنی وسیع ہے

کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عَرَضَهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ“ زمین و آسمانوں کی لمبائی سے زیادہ جت کی چوڑائی ہے اور اُس میں جو گھر بنے ہوئے ہیں وہ گھر کیا ہیں۔۔۔ ایک ایک ستارہ ہے۔ بڑی دیر پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی نے جب ”چیل کاف“ لکھا تو اُس میں انکا آخری جملہ یہ تھا کہ ”یَا كَوْكَبًا كُنْتَ تَحْكِي كَوْكَبَ الْفَلَكَ“ (کہ ستارہ دلِ مَن کہ مشابہ ہستی ستارہ آسمان وا) تو شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے وجدان میں دیکھا تھا کہ جس طرح ہر انسان کا دل ہے اُس طرح ایک ستارہ اُسے عطا کیا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ”سُبْحَنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَنَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ“ پڑھو کہ توجت میں ایک درخت لگاؤ گھاؤ اور جب آپ اپنے ستارے تک بہت ساری تسبیح کے بعد پہنچے گے تو وہ سرسبز اور براہو گھاؤ اور بغیر تسبیح کے پہنچے گے تو خاصی خجور اور ویران جگہ ہوئی جس کو آپ کو آباد کرنا پڑے گا تو ایک مکان سے دوسرے مکان کا فاصلہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ 500 برس ہے۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ! جانیں گے کیسے؟“ فرمایا: ”براق سے“ (روشنی کی رفتار سے)۔ اگر آپ غور کرو، اگر تھوڑی سی فہم ہو تو ایک براق ایک لاکھ پچیس ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک گھر سے دوسرے گھر تک پہنچے گا اور پانچ سو light years لے گا۔ آپ اس Heaven galaxy (جست) کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے مگر چونکہ وہاں زندگی کوئی نہیں، وہاں وقت کوئی نہیں ہوگا۔۔۔ بس ایک ٹیکراں وسعت ہوئی، آپ کو آگے جا کر محسوس نہیں ہوگا۔

سوال: آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ عالم بالا میں درجاتِ علم کے مطابق ہیں اور قرآن میں آیا ہے کہ تمام درجاتِ اعمال سے ہیں نہ کہ علم سے ہیں۔ وضاحت کریں۔

جواب: عمل تو علم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اعمال نتیجہ ہیں علم کا۔۔۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ وضاحت کیلئے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانا پڑتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”خالی اعمال ایسے ہیں جیسے کوبلو کا تیل“۔۔۔ چلا رہے گا۔ اُس میں نہ شناخت ہے، نہ علم ہے نہ commitment ہے علم ہی اعمال کو رنگ دیتا ہے۔ ”صِبْغَةَ اللّٰهِ“ (اللہ کا رنگ) ”وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً“ (اللہ کے رنگ سے کونسا رنگ بہتر ہے) ”وَنُحْنُ لَئِیْ عِبْدُونَ“ ہر عبادت کرنے والا اُس وقت محبوبِ واقعی کو چاہتا ہے جب اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے اور یہ رنگ علم سے ہے، commitment (سپردگی) سے ہے، شناخت سے ہے اس بے چارگی کا کیا فائدہ جس میں آپ کو اسلام بڑا مظلوم نہ رہے۔ بھائی! اللہ کو آپ کے اسلام کی کوئی ضرورت

نہیں۔ اللہ پر آپ احسان نہ کرو مسلمان ہو کر۔ آپ جاؤ امریکہ، سو، یسائی ہو جاؤ، یہودی ہو جاؤ، خدا کیلئے خدا پر احسان نہ کرو۔ وہ مظلوم نہیں ہے۔ وہ تو اتنا جاہر و قاہر و مطلق ہے، غلط سے اتنا بے نیاز ہے کہ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ مسلمان ہو کر اس نے اللہ پر احسان کیا جتو یہ سب سے بڑی حماقت ہے۔ اللہ دنیا کو قائم رکھتا ہے چاہے اپنے مطلب کا ایک بھی شخص مل جائے اور یہ حدیث رسول ہے:

پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟“ فرمایا: ”جب زمین پر ایک بھی شخص اللہ اللہ کہنے والا نہیں ہوگا۔“

اگر ایک رب میں سے ایک آدمی بھی اللہ کیا و کر رہا ہے تو وہ قیامت پر پانچ نہیں کرے گا۔ وہ کثرت و قلت پر نہیں جاتا۔ اس نے جو آپ کو دیا ہے، وہ آپ کی زندگی آسان کر رہا ہے۔ ”مَا أَسْزَلَنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِنَشْفِي“ (ہم نے آپ پر مشقت کیلئے قرآن نہیں اتارا) آپ کی آسانی کے لیے بتایا ہے۔ آپ کی زندگی اور سہولت کیلئے بتایا ہے۔ آپکو آخرت میں فلاح دینے کیلئے بتایا ہے۔ وہ کونسا مسلمان ہے جو اللہ پر احسان کرتا ہے اس لیے کہ قرآن میں تو دوسری بات ہے۔ جب تک آپ علمی طور پر اپنے رب کو پانچ نہیں لیتے، جب تک آپ کی commitment صحیح نہیں ہوتی جب تک آپ کا مذہب ناقص رہتا ہے۔ خدا نے فرمایا ”وَنُفِخُ فَنُفِثَ مَن نَّشَاءُ“ اگر آپ غور کریں تو یہاں درجات کا ذکر ہے کہ جب اللہ نے چاہا، جس کے چاہے درجے بلند کئے اور کن لوگوں کے کئے۔ ”وَنُفِثَ كُلِّي فِی عِلْمٍ عَلِيمٍ“ (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے) اعمال بھی علم کے ذریعے ہی ہو گئے اگر ان کے ساتھ نیات موجود ہوں اور نیات علم سے مرتب ہوتی ہیں اور اعمال آپ کے علم سے مرتب ہوتے ہیں۔ عمل کو نیت سے جدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ یہ بڑا غلط خیال ہے کہ قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ قول و فعل میں تضاد نہ بھی ہو تو آپ ”منافق“ ہو سکتے ہیں۔ ایک تیسری چیز بھی چاہیے، وہ یہ کہ ”قول و فعل اور فکر“ میں تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ایک آدمی سارا دن اللہ کی باتیں کرتا رہے سارا دن نمازیں پڑھتا رہے سارا دن سجدہ ریز رہے تو پھر بھی ”منافق“ ہو سکتا ہے مگر جب اس کی فکر، ”قول و فعل“ کو مرتب کرے گی تو بھروسہ و ایمان کے درجے پر پہنچے گا۔

سوال: Theory of relativity کے مطابق کوئی چیز جب speed of light سے چلتی ہے تو delay time ہو جاتا ہے اور باقی چیزوں پر relative وقت ویسے ہی گزرتا ہے

مگر معراج کے واقعہ میں الٹ ہوا۔ کیا آپ ﷺ پر وقت گزر گیا اور باقی ساتیں رکی رہیں؟
 جواب: Relativity اب کافی غلط ثابت ہو چکی ہے۔ اُس کے اوپر special
 relativity آگئی ہے۔ اب یہ ایک بنیادی سی theory ہے۔ اب یہ بھی عجیب و غریب لگتی
 ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ اللہ ہی چاہے کہ۔

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“

(اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا)

جیسے اللہ تعالیٰ یہ کائنات پھیلا رہا ہے تو اوصاف مرکز سے جدا ہوتی ہوئی چیز کو وسط میں جا کر
 slow ہو جانا چاہیے تھا لیکن ابھی جدید ترین مطالعہ میں آیا ہے کہ کائنات محدود نہیں ہو رہی،
 slow نہیں ہو رہی بلکہ یہ مزید تیز ہو رہی ہے اور اگر یہ مزید تیز ہو رہی ہے تو صاف پتہ چلتا ہے
 کہ Ultimately all matter will be converted into energy (آخر
 کار تمام مادہ توانائی میں بدل جائے گا) اور جب ساری ہی کائنات energy میں بدل جائے گی
 جیسے اللہ کہتا ہے کہ تمام زمین و آسمان صرف میرا نور ہیں تو وہ نور آسانی سے اللہ اپنی طرف سیٹ
 لے گا اور وجود انسان بھی ختم ہو جائے گا۔ اس نیکراں کائنات میں کسی شعاع میں جب کوئی زندگی کا
 ایک primary سا واقعہ ہو گا تو یہ ساری چیزیں جو اللہ کے ”تصور بے پناہ“ سے گزر رہی ہیں، میں
 اور آپ بھی گزر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ کو مجھ میں یا آپ میں کوئی خوبی نظر آ جائے تو اس
 بے پناہ ”سیلابی زندگی“ سے وہ آپ کو دوبارہ زندگی دے کر کوئی نمایاں حیثیت اسلئے دے دے کہ
 ان لوگوں نے اپنی زندگی سے گزرتے ہوئے صحیح سوچا، بہتر عقل برتی اور مجھے تسلیم کیا۔ ”إِنَّا هَدَيْنَاهُ
 السَّبِيلَ إِنَّمَا نَسْأَلُكَ إِنَّمَا تَخْشَوْنَ“ مجھے ماننا چاہا اور میں نے اُن کو نجات دی اور ایک ”بے
 حاصل ترتیب“ سے نکال کر ان کو ایک ”کائناتی فراز“ میں ڈال دیا۔

سوال: عام طور پر واقعہ معراج میں جو سفر ہے وہ ہم نے براق کے ذریعے سنا ہے لیکن آپ نے
 اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ سرنی اور معراج۔ اس میں یہ جو براق پر سفر تھا، وہ صرف سدرہ
 تک تھا یا آگے بھی تھا؟

جواب: یہ آگے بھی تھا مگر جب ”سدرۃ المعینی“ سے آگے پہنچے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کئی
 سواری لائی گئی جسے ”درف“ کہتے ہیں۔ اس سفر کی detail میں نے اس لئے بیان نہیں کی کہ عام
 طور پر میرا یہ خیال ہے کہ کچھ نہ کچھ واقعات پتہ چلتے ہی رجب میں مگران میں داستان سرائی اتنی

ہوتی ہے اور بے سروپائی اتنی ہوتی ہے کہ بڑی مشکل سے انسان 'original version' (اصل روایت) تک جاتا ہے گو کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے محبت اتنی شدید ہے کہ ہمیں خوف آتا ہے اس بات سے..... کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”اگر مجھ سے کسی نے غلط بات منسوب کی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“..... اس لیے خوف آتا ہے کچھ ایسی details بیان کرنے سے جو شاید اتنی confirmed نہ ہوں۔

سوال: نیوٹن نے research کی تھی کہ قیامت 2007 میں آئے گی۔ سیارے اور ستارے آپس میں ٹکرا جائیں گے اور دنیا ختم ہو جائے گی۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟
جواب: ”نیوٹن“ بے چارہ مفلس سا تھا۔ اتنا بڑا عالم تو کوئی بھی نہیں ہوتا، نہ میں، نہ وہ، نہ کوئی اور..... بات یہ ہے کہ جو کچھ اس کو ملتا تھا وہ بس ”کشش ثقل“ میں مل گیا۔ اب وہ theory بھی doubtful (شک و شبہ کا شکار) ہو گئی ہے اور کشش ثقل بھی division میں چلی گئی ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ اس بے چارے کی بے جا اور بڑی طویل مشقتوں کا صلہ اللہ نے اسے اس میں دے دیا تھا ورنہ قیامت کے بارے میں اس کا اندازہ کافی غلط ہو چکا ہے اور غلط ہوگا۔ اسی طرح بہت سے پرانے سائنس دانوں کی باتیں اب کافی مضحکہ خیز لگتی ہیں مگر ہم ان سائنسدانوں کو برا نہیں کہتے۔

They have their own whatever theoretical hypothesis are available to them. They worked very hard, they concentrated and they dedicated their lives to their jobs. اس کے بعد کچھ نہ کچھ لے کر وہ نکل آئے۔ تین ہزار سال قبل مسیح سے لیکر آج تک آپ دیکھیں تو اتنی ترقی نہیں ہوئی ہے چار پانچ اصولوں کے سوا آپ کو کچھ اور نہیں نظر آئے گا۔ مثلاً مارکونی نے جو ریڈیو ایجاد کیا تو وہ اس wave کی بنیاد پر تھا۔ یہ جو آج تک communication کی بے تحاشہ ترقی چلی آرہی ہے یہ اسکا after back (بعد میں آنے والا نتیجہ) گنا جائے گا لیکٹر وگس کی ٹیکنالوجی سمجھی جائے گی ورنہ پہلے تو وہی تھا جو ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں اس نے message (پیغام) دیا۔ اسی طرح نیوٹن نے جو ایک بڑی دریافت کی، بڑا کائناتی اصول دریافت کیا وہی اس کے کریڈٹ میں جائے گا۔ قیامت کا وقت اس کے کریڈٹ میں نہیں جائے گا۔ میرا نہیں خیال..... ویسے 2007 تو ہو ہی گیا ہے۔

حکم لگاتی ہے مگر جب اپنے وجود سے باہر کی کائنات پر اپنی تحویل کے دائرے سے باہر نکلتی جاوے جتنی بھی رائے قائم کرتی ہے وہ بڑی ہی ملاؤں ہوتی ہے اور بعض اوقات تعجب ہوتا ہے کہ ایسی بلندی اور ایسی پستی۔ تو سائنسدان بے چارہ کیا کر سکتا ہے؟ سائنسدان ایک چھوٹے سے تخلیقی جوہر کی دریافت میں کچھیں کچھیں برس لگا دیتا ہے اور وہ بھی چانس ہو سکتا ہے جیسے "Flemming" (فلمینگ) بچارہ کسی اور چیز پر تحقیق کر رہا تھا۔ تو اوپر سے اُسے "ہنسلین" عطا ہو گئی۔ "نیوٹن" کسی اور چیز کے چکر میں تھا اُسے "کشش ثقل" عطا ہو گئی۔ صدیوں کے لحاظ سے، زمانوں کے لحاظ سے پروردگار عالم کچھ تخلیقی لوگوں کو ان کی محنت کے عوضانے کے طور پر کچھ عطا کر دیتا ہے جیسے رزق کے طور پر پروفیشن دیتا ہے اسی طرح کچھ لوگوں کو ان کی محنت کے عوضانے کے طور پر کائناتی اصولوں کی دریافت کی مدد سے ان کو بڑی بڑی عزت اور بڑی بڑی شہرت عطا فرماتا ہے۔ اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ Scientists will ever be able to cope

these problems also.

سوال: Balance کا مطلب صرف دین سے ہے یا دین و دنیا دونوں کے چلانے سے ہے؟
جواب: balance کیا ہے؟ سچ پوچھتے تو اگر آپ مسلمان ہو، تو مسلمان کا تصور "اعتدال" کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آپ کے خلیفہ علیؑ کے بارے میں westerns میں سے کسی نے ایک جملہ لکھا تھا

"اگر یہ کہا جائے کہ ان میں یہ عادت تھی، تو نہیں تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ نہیں تھی، تو تھی۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے پینٹ بھر کر کھانا کھایا تو شاید کھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فاتح کیا تو کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کو کبھی چوٹ نہیں لگی تو ایسا ہوگا۔ مگر یہ کہا جائے کہ چوٹ لگی، تو لگی۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ کبھی نہیں سوتے تو یہ شاید سچ ہو۔ مگر اگر یہ کہا جائے کہ کیا وہ سوتے تھے تو ہاں، وہ سوتے تھے۔"

و جاتا معتدل خلیفہ ہے کہ زندگی کے ہر رستے میں اُس نے آپ ﷺ کے "اعتدال" کا ایک چراغ غور کیا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ "اعتدال" کو کس ہستی کے توسط سے دھونڈتے ہو۔ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جیسے اعتدال کو define (تعریف) کیا ہے کسی social scientist نے نہیں کیا ہے۔ بخاری اور مسلم میں رسول اللہ ﷺ کی آٹھ احادیث ہیں،

فرمایا:

”اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل اعتدال اختیار نہ کر سکو تو اس کے قریب ترین رہو۔“

اور خواتین و حضرات! میں دعویٰ کر سکتا ہوں کہ کسی سوشل فلاسفر نے اس بات کو point out (واضح) نہیں کیا کہ Balance is not a fixity رسول اکرم ﷺ آپ کو بتا رہے ہیں کہ اعتدال ایک دائرہ ہے۔ Balance یہ نہیں ہے کہ آپ ایک قدم جلو تو آپ اس دائرے سے آؤٹ ہو جاؤ گے۔ آدمی waver (ڈگڈگاتا) کرتا ہے اپنی limitations (حدود) سے ادھر ادھر ہوتا ہے مگر جب تک آپ حدود اللہ کو اس نہیں کرو گے آپ balance سے نہیں نکلے گے۔

”وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ“

جو حدود اللہ سے نکلے گا وہ ناجائزوں میں ہوگا۔ جو کسی ظالموں میں سے ہوگا۔ جو کسی غیر معتدل ہوگا۔ ہے۔

سوال: آپ نے خدا کے لئے اور فریقہ کی کا ذکر کیا ہے۔ تھوڑی سی وضاحت کریں؟

جواب: میں نے emotional (احساساتی) فریقہ کی کا ذکر کیا ہے۔ خواتین و حضرات اللہ تو بہت دور کی بات ہے، میرا خیال یہ ہے کہ میرا بھی ایک thesis لکھی ضرور پورا ہوگا، میرا خیال یہ ہے کہ Emotions are science feelings are science. They are sciences. (جذبات اور احساسات سائنس ہیں۔) فرق یہ ہے کہ آت کے سائنس دانوں کو ان کے اصولوں کا نہیں پتہ۔ سائنس کا ایک اصول ہے All the things are, as they are. These certain elements will be result into this... Avogadro's hypothesis (مغروضہ) ہو، چاہے دیگر سائنس کے laws (قوانین) ہوں، اگر باقی circumstances (حالات) کو ایسے رہیں گے تو جو چیزیں تو اتر کے ساتھ combine (جمع) کریں گی، ان کا رزلٹ وہی نکلے گا۔ اگر emotions (احساسات) کو دیکھیں تو وہ لوگ جو اپنی jealousies (حسدانہ جذبات محسوس) کرتے ہیں، اس کا اعتراف نہیں کرتے ہیں، وہ اپنے آپ کو inferior (کمتر) محسوس کر کے دوسروں کو زک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، جن لوگوں کو اپنے وجود کے استحکام کا علم نہیں ہوتا ان سب کے reactions یکساں ہوتے ہیں، ان سب کی محبتیں یکساں ہوتی ہیں،

ان کے انتظام یکساں ہوتے ہیں۔ اگر سارے انسانوں کے احساس کمتری اسی رزلٹ پر جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سائنٹفک رزلٹ ہے، یہ emotional نہیں ہے۔ اگر آپ emotions کی سائنسز کو پرکھو گے تو اس کے بھی اصول آپ بڑی جلدی discover (دریافت) کرو گے۔ بہت سے parapsychic institutions (مابعد الحسیاتی ضابطے) آج کل سائنس لوچی کا حصہ ہیں۔

یہ بات آپ کو یاد رہی تو within ten or fifteen years there will be the age of emotional studies. Emotions and feelings will turn in to sciences.

ابھی dinetics کی سائنس جو سائنس لوچی میں آرہی ہے اس میں بھی progress نہیں ہوئی مگر dinetics یہ clear کرتے ہیں کہ آپ کے بلڈ میں سے آپ کے سارے emotions اور feelings concentrations کو discover کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ابھی پروگریس نہیں ہوئی One of the specialist is here in Pakistan. ابھی یہ تجربے میں ہے اور ایک دن ضرور آئے گا کہ آپ انسان نہیں رہو گے۔۔۔۔۔ آپ کہو گے کہ:

”اما جلی جائے گی کہ میں سوچتا ہوں“ آپ کہو گے کہ ”اما ختم ہو جائے گی تو میں اپنی زندگی کا خود ذمہ دار ہوں۔“

آپ یقین جانو کہ اگر سو سال اور آگے انسان بڑھ گیا تو سو سال کے اندر اندر آپ اپنے آپ کو صرف ایک Biological unit (حیاتیاتی یونٹ) محسوس کرو گے۔ جس میں کوئی ”ذاتی رائے“ نہیں ہوگی، کوئی اپنی ”عقل“ نہیں ہوگی۔ آپ کی feelings ”متعین“ ہو جائیں گی، آپ کا ذہن ”متعین“ ہو جائے گا اور آپ کسی guess work (اندازہ) کے حامل نہیں رہو گے۔

This will be product which will be functional according to psychological, physical and technical abilities. (اس کا نتیجہ نفسیاتی، جسمانی اور ٹیکنیکی صلاحیتوں کا اشتراک عمل ہوگا۔)

سوال: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادَوْا وَالنَّصْرٰی وَالضَّٰلِیِّیْنَ صٰبِیْنَ كَسَبَتْ ہِیْ؟
جواب: ”صابی“ کہتے ہیں Change کرنا۔ جن لوگوں نے اپنے مذہب کو change

(تبدیل) کیا ان کو ہم ”صابین“ کہتے ہیں۔ اگر فرض کرو کہ ایک شخص یہودیت چھوڑ کر عیسائی ہوا۔ تو وہ بھی ”صابی“ کہلائے گا۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کے وقت میں صابی ان کو کہتے تھے جو یہودیت کو چھوڑ کر جس ابراہیم کی طرف چلے گئے تھے اور بہت سارے ”صابین“ اس وقت موجود تھے۔ یہ نزل لفظ ہے جو عرب میں اس بندے کے بارے میں بولا جاتا تھا جو اپنا مذہب بدلتا تھا جیسے ”ورق بن نوفل“ صابین میں سے کہلاتے تھے مگر تھے وہ کچن ”صابین“ نزل لفظ ہے جو change of religion کیلئے بولا جاتا ہے۔

تصوف عہدِ حاضر میں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِلَقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلٰى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اَللّٰهُمَّ ارْسَلْ رَسُوْلًا بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَةَ عَلٰى الدِّيْنِ كَلِمَةَ وَكُفٰى
بِاللّٰهِ شَهِيدًا

خواتین و حضرات! اس موضوع پر میں نے کچھ عرصہ پہلے ایک طویل بلکہ ایک نہیں دو
لیکچرز دیئے مگر آج آپ سے ذرا جدا سی بات کروں گا۔ 326 قبل مسیح Alexander the
Great (سکندر اعظم) ایک ایسی جگہ سے گزرا جہاں ایک فقیر بیٹھا ہوا تھا اس کو ”دیو جانس کلیبی“
کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ اس کا کتا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ فقیر اس کے استقبال کے لیے نہیں اٹھا
Alexander بہت بڑا فاتح عالم تھا تو اس نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ میں بادشاہ وقت
ہوں اور آپ ہمارے استقبال کے لیے بھی نہیں اٹھے، اس نے کہا: ”مے بادشاہ تو میرے غلام کا
غلام ہے، میں تیرا استقبال کیا کروں؟“ تو بادشاہ نے کہا: ”یہ کیسے ہوا؟ یہ جرات ہے، گستاخی ہے

آخر یہ کیسے ہوا؟“ تو اس نے کہا: ”اے بادشاہ! میرا نفس میرا غلام ہے اور تو اپنے نفس کا غلام ہے تو میرے غلاموں کا غلام ہے۔“ بادشاہ اس سے اتنا حائر ہوا کہ کہا: ”اے درویش! کوئی حاجت ہے تو بیان کر۔“ درویش نے کہا: ”اے بادشاہ! سرما کی مچ بجاور میں اللہ کی ایک نعمت سے فائدہ اٹھا رہا ہوں، تو میرے اور اس نعمت کے بیچ میں ہے ذرا دھوپ چھوڑ دے۔“ دیو جانس بگلی“ صوفی تھا۔ ایک بات اور سن لیجئے کہ زنانہ و مکان میں تصوف کے اصول کبھی نہیں بدلتے۔ آئیے آپکو کھوڑا اور آگے لے کے چلوں۔ بارون رشید حضرت خیر بن ایاز کے پاس حاضر ہوئے اور کہا ”کچھ حکم فرمائیے۔“ آپ نے فصیح فرمائی تو بارون رویا، چلتے ہوئے ایک تحصیل مال و اسباب کی شیخ کی نذر کی تو شیخ نے کہا: ”اے بادشاہ! میں تجھے آگ سے چھڑاتا ہوں، تو مجھے آگ پیش کرنا ہے۔ میں تجھے آگ سے پناہ کے لیے advice دے رہا ہوں، فصیح کر رہا ہوں اور تو مجھے اسی آگ میں دھکیلا ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔“ اگر بہت آگے بڑھائیے تو آپ دیکھتے ہیں کہ Platinus (افلاطون) نے ترجیحاً ایک بات کہی اور کہا کہ اگر قلوب پھر اکامردہ جسم پر ابھرتو اسے کون چاہے گا؟ یہ تب تک تھی جب تک اس میں زندگی تھی اور اس نے کہا کہ زندگی کی سب سے بڑی منفعت اخلاق ہے اور زندگی کو بہتر گزارنا عرفان ذات میں گزارنا اور عرفان حق میں گزارنا یہ حیات کا اعلیٰ ترین پیلو ہے۔ بہت عرصہ پہلے اشتقاق احمد حیات تھے۔ میں لاہور میں تقاطع انھوں نے مجھے کہا: پروفیسر صاحب کوئی ایک مختصر سی definition تصوف کی آفت کے دنوں میں بھی موجود ہے تو میں نے کہا: ”ہاں ہے“ مناسب وقت میں مناسب ذہن سے جس شخص نے اللہ کو ترجیح اول سمجھ لیا وہ صوفی ہے۔“ چاہے وہ چھوٹا ہے، بڑا ہے، طالب علم ہے جیسا بھی ہے مگر مسلم ہے مگر خواتین و حضرات! اس ملک میں تصوف کا کیا بنے گا جہاں تصوف حکومت کے ایمانوں سے شروع ہوا اور پست ملاجہ لدین جیسے لوگ mysticism society کے سیکرٹری ہوں؟ یہ ایک تनाव ہے کہ خدا کے احکامات کو حکومتیں اور مقتدر لوگ (برجیہ کو) غلامی پہنا دیتے ہیں۔ یہ تصوف کی ایک بد قسمتی رہی ہے، کہا تو جاتا ہے کہ لفظ تصوف کے چار مشتق ہیں، کسی نے کہا کہ یہ Greece کے sophist سے نکلا ہے۔ sophist سے لفظ sophistry نکلا ہے جس کا مطلب بلاغت میں اور فصاحت میں وہ مازک ترین عقل ہے جو معاملات کو سلجھانے کے قابل ہوتی ہے۔ وہ نفاست جو کسی انسان کے باطن کا حصہ بن جائے اسے ہم sophistic کہتے ہیں مگر اس میں جمل سازی بھی آتی ہے۔ بسا اوقات بہت ساری

گفتگو کے باوجود ایک بات واقع نہیں ہوتی جسے قرآن حکیم کہتا ہے ”لِمَا تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ“ (تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو) کہ بہت ساری خوبصورت گفتگو میں بھی تصوف نہیں ہوتا، بہت سارے لوگ صرف تصوف ہوتے ہیں۔ تصوف کی باتیں بہت، شاعری بہت..... جملے میں، نقطے میں، سننے میں اور کہنے میں ایسی بہت سی باتیں ہیں جو صوفیانہ کبھی جاتی ہیں اور آج کل خصوصاً کبھی جاتی ہیں مگر وہ تصوف نہیں ہوتا۔ تصوف ”science of the sciences“ ہے۔ جو چیز آج تک زمانے کو پتہ نہیں چلی، جب تک آج کا سائنسدان نہیں پہنچا وہ یہ ہے کہ emotions بھی sciences ہیں، feelings بھی sciences ہیں، جذبہ بھی سائنس ہے مگر چونکہ ابھی تک سائنسدان اس حقیقت کو نہیں پاسکے کہ ان جذبوں اور emotions کے اصول کیا ہیں اس لیے یہ ان کو non scientific سمجھتے ہیں۔

خواتین و حضرات! بہت سی باتیں پہلے parapsychic ہوتی تھیں جو researches کے ذریعے اب psychological ہو چکی ہیں، بہت سی باتیں پہلے metaphysical ہوتی تھیں، جو انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ اب physical ہو چکی ہیں بہت سے فہم و ادراک کے ایسے معاملات جو انسان کی سمجھ سے بالاتر اب انسان نے بڑی سرعت سے ان کو سمجھا اور سوچنا شروع کر دیا ہے۔ آخر میں صرف ایک metaphysics رہ جائے گی، ایک ہی metaphysical کیفیت رہ جائے گی اور وہ صرف اور صرف ”اللہ“ ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی چیز مابعد الطبیعات میں نہیں رہے گی، نہ مابعد انفسیات کا حصہ بنے گی۔ خواتین و حضرات! مسلمان میں اور غیر مسلم میں ایک فرق ہے۔ یہ جو ابھی میں آپ کو ایک جملہ بول رہا ہوں یہ بہت important ہے: Except of islam all

metaphysics is abstract (سوائے اسلام کے تمام مابعد الطبیعات تجربہ خیالی ہے) اس کی کوئی منزل نہیں، اس کی کوئی shape نہیں، رخ نہیں، اس کا کوئی رنگ نہیں جیسے فضا بے بیض میں ایک سیارہ، بنام و نشان کسی منزل کے تعین کے بغیر کھو جائے اور آخر اسی فضا میں گشت و گرد کرتے کرتے خاکستر ہو جائے۔ یہ وہ مابعد الطبیعات ہے جو اسلام کے باہر ہے مگر اسلام کے اندر مابعد الطبیعات کا ایک مرکز ہے، اور وہ اللہ ہے۔ اور جو شخص بھی اسے پانے کی آرزو کرتا ہے، جو شخص اس کے لیے جدوجہد کرتا ہے جو رب کریم کے تصور سے اپنے دل کو آباد کرتا ہے، وہ کسی تجربہ کو حرکت نہیں کر رہا ہوتا، وہ کسی بنام و نشان منزل کو نہیں جا رہا ہوتا، وہ کسی تصور

شدہ concept (خیال پرستی) کو نہیں جاراہوتا، وہ کسی abstraction کو نہیں جاراہوتا بلکہ وہ ایک حقیقی، محترم، مقدس رہ کر ہم کی طرف حرکت کر رہا ہوتا ہے اور
 ملے ملے ہیں جواب آخر
 ملے ملے ہیں جواب آخر

اگر خدا کا جواب نہ آئے مگر اللہ اپنے بندوں کی طرف رجوع نہ کرے تو قرآن کی وہ statement مغلط ہو جائے۔ ”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُون“ (پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر کرو اور انکار نہ کرو۔) کیا خدا آپکو وعدہ نہیں دے رہا؟ اگر آپ نے قرآن میں کچھ اور نہ آزمایا ہو تو کم از کم اس statement کو تو آزمایا جاسکتا ہے کہ میں اگر اللہ کو یاد کروں گا، تو اللہ کہتا ہے کہ ”میں بھی یاد کروں گا“۔ میری یاد کیا ہے؟ ناقص، کمزور، کم عقلا نہ، کم فہم نہ۔۔۔ اس میں کبھی concentration نہیں آئی، میری یاد اور میرے خیال و سواں کے شکار رجحان ہیں اور یہ سواں صرف مجھے ہی نہیں آتے، آپ کو بھی نہیں آتے، یہ تو اصحاب رسول کریم ﷺ کو بھی آتے تھے اور باب ”الایمان“ کھلتی اسی بات سے ہے۔ اصحاب نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! نماز میں سواں بہت آتے ہیں۔“ فرمایا: ”عین ایمان ہے۔“ شیطان نے کب آپکو تنگ کرنا ہے؟ باور پتی خانے میں؟ بازار میں؟ جھوٹ بولتے ہوئے؟ پرنس کے لین دین میں؟ مکر و ریا کاری میں؟ شیطان کیوں آپکو تنگ کرے گا؟ آپ تو ہمہ وقت اس کے ساتھ ہو مگر جب آپ نماز کا ارادہ کرتے ہو تو اسکا خیال یہ ہوتا ہے کہ اب کام خراب ہونا شروع ہو گیا ہے، اب بات بگڑ رہی ہے، اب یہ شخص اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اللہ کو یاد کر رہا ہے، یہ اللہ کی یاد کو بڑھ رہا ہے، اسے خطرہ محسوس ہوتا ہے اور وہ اپنا تمام وسوسہ آسیب کا لالہ و لشکر لے کر نماز میں آپ پر مسلط ہو جاتا ہے اور کسی نہ کسی بہانے آپکی توجہات کو توڑتا ہے۔ مگر خواتین و حضرات! کیوں توڑتا ہے؟ ایک وجہ سے ایسا ہوتا ہے، اسکو پتہ ہے کہ سواں کے باوجود آپکی نماز قبول ہے، اسکو پتہ ہے کہ جتنے وسوسے میں زیادہ دوں گا اسکو resist کرتے ہوئے نماز کو قائم رکھتا، اسکا پورا کما اس شخص کے لیے مزید ثواب کا باعث بنے گا۔ وہ آپکو صرف ایک دلیل دینا چاہتا ہے۔ بڑی ہی سمجھدارانہ دلیل۔۔۔ کہ ”ارے میاں! باقی کام تو اتنے شوق و ذوق سے، اتنی توجہ سے۔۔۔ اور جب بھی اللہ کو جاؤ اتنی پریشان خیالی سے اتنی درماندگی سے۔۔۔ اس حالت زار کے ساتھ نماز پڑھو گے؟ میاں! ایک سجدہ واجب جب موڈ ٹھیک ہو“۔ اس لیے وہ

قیام تر وانا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ آپ اس دلیل کو مانیں اور بہت سارے لوگ اس دلیل کو مانتے ہیں کہ ”جی فائدہ کیا ایسی نماز کا؟ بس ایک نماز ایسی پڑھ لو جس میں دل لگے، دماغ لگے۔“

وہ ایک بجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار بجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

کیسے کیسے خوبصورت شعر توازن میں لاتا ہے مگر انسان اس انتظار میں ہے کہ جب میرا موڈ، مزاج اور خیال ہوا تو میں اللہ کی یاد کے لیے نماز کو پڑھوں گا۔ وہ نماز ترک کر دیتا ہے اور یہی شیطان کو مقصود ہوتا ہے۔

خواتین و حضرات! تصوف اعتقادی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بہت پہلے کی بات ہے کہ آسمانوں پر رب کریم نے ایک فیصلہ کیا:

”سنا ہے عالم بالا میں کوئی کیسیا گر تھا

صفا تھی جس کی خاک پاکی بڑھ کر ساجر جم سے

وہ پروردگار عالم ”هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ“ اک نہیں بے گراں تھا، بڑی منت، نئی ایجادات میں مصروف، نئے نئے شاخسانہ تحقیق تھے، جہاں کن بات تھی کہ نہ تحقیق میں اس کی satisfaction ہوتی تھی، نہ وہ توازن ختم ہوتا تھا۔ ہر روز ایک نئی شان سے طلوع ہوتا تھا مگر اکیلا

تھا..... کیا کرنا.....؟ آپ اپنا سوچ لو کہ ایک جہاں تحقیق کرو اور اکیلے ہو، چیزیں بنا رہے ہو مگر اکیلے ہو، تنوع تحقیق کر رہے ہو اور زائل ہو، جنگلات بنا رہے ہو اور خالی ہو، چستیں تحقیق کر رہے ہو اور کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ ان تمام تر تخلیقات کا آخر اللہ کو کیا فائدہ ہوتا؟ وہ بہت بڑا

scientist ہے۔ سائنس اس کی تحقیق ہے۔ آپ سائنس کو اسکا حریف نہ سمجھو، سائنس اللہ کی تحقیق ہے اور بڑی ہی محترم تحقیق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واحد تحقیق ہے جس پر پروردگار نے (بین) ban ہی نہیں لگایا۔ اللہ کہتا ہے: چاہے مجھے مانو، چاہے نہ مانو۔ میں نے یہ

وصف حکمت اور علم کا ساری دنیا کو بخش دیا ہے ”وَلَقَدْ كُتِبَ مَنَاسِبِي آدَمَ“ میں نے فی آدم کو کرامت بخش دی ہے۔ یہاں کام کرو تو بھی، وہاں کام کرو تو بھی۔ ہاں، اگر اہل اسلام کام کرتے

تو ان کو یقیناً جلدی اور زیادہ بہتر صلہ ملا۔ اگر نہیں کرتے تو پھر وہ لوگ زیادہ حقدار ہیں جنہوں نے بچیس بچیس سال کشش ثقل پر غور کرتے ہوئے گزار دیئے۔ بارہ سال کسی نے ایک کلچر پر گزار دیئے، ایک اصول تحقیق دریافت کرنے میں زندگیاں برباد کر دیں، پھر اللہ نے ان کو بھی

عطا کیا۔ sciences اس کی محترم تحقیق ہیں۔ اس نے اپنے بڑے عزیز بندوں کا ذکر کیا، بڑے مبارک بندوں کا ذکر کیا: ”الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ“ (بہترین بندے وہ ہیں جو کھڑے بیٹھے کروٹوں کے بل مجھے یاد کرتے ہیں) ”وَيَسْتَغْفِرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ ہر وقت تخلیقات زندگی پر غور کرتے ہیں تخلیقات عالم پر غور کرتے ہیں۔ کوئی cosmologist ہے کوئی mathematician ہے، کوئی پانی اور ہوا کے اصول بانٹتا ہے۔ اب دیکھئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اسم اعظم کو دو سورتوں میں تلاش کرو، سورۃ بقرہ میں اور سورۃ ط میں۔ اور صرف آپ کی information کے لیے ایک اسم اعظم میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

وَالْحُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ - لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

خواتین و حضرات! غور کیجئے گا کہ یہ اسم اعظم وہ نہیں ہے جو کسی Assyrian اور Baboliyan کی رکاوٹ ”زیرہ“ کو آسمان پر پہنچا دے کہ اس اسم اعظم کے ذریعے وہ تو آسمان پر چلی گئی اور باروت اور اروت ”پاپو بائل“ میں قید کر دیئے گئے۔ یہ اسم اعظم اس لئے نہیں ہے۔ ان دونوں اسمائے اعظم کے پس منظر میں ”امور ثنائیہ“ ہیں۔ آٹھ آٹھ کام ہیں جو اللہ کسی بڑے اسم کے سائے میں دیتا ہے۔ ذرا آپ غور فرمائیے کہ اس اسم ”وَالْحُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ - لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ کے نیچے کیا کام ہیں۔

”إِن فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاحْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُغْشَرِيقِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَبْتَ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ“ (البقرہ ۲: ۱۶۳)

آپ ذرا غور کیجئے کہ اس اسم کے تلے جتنے کام ہیں وہ تحقیق کے ہیں۔ زمین و آسمان کی تحقیق ہے رات و دن اور سیارگان کی تحقیق ہے تہ تیغ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ”نہس“ میں کیا۔ اسکے بعد پیدا کر کا ذکر ہے اسکے بعد پھیلاؤ کا ذکر ہے اسکے بعد ”تصریف الریح“ ہے یعنی ہواؤں کو اس نے کیسے مٹا کر کیا۔ یہ تمام اصول اللہ تعالیٰ نے صرف اس اسم اعظم کے تحت رکھے ہیں۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ“ یہ ”اسم جبار و دوسرے اسم کو ذرا دیکھئے“ ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ یہ دوسرے اسم اعظم ہے اس میں کوئی تحقیقی process نہیں ہے۔ اس میں سارے کے

سارے تنظیمی process ہیں۔ ”اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ“ اس کو نہ کبھی نیند آتی ہے نہ اونگھ۔۔۔ اچھے گاڑی کی یہی علامت ہے، اچھے محافظ کی یہی علامت ہے۔ ”لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ“ زمین و آسمان پر نگرانی اسی کی ہے۔ ”مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ“ اس کی اجازت کے بغیر کسی شخص کا اختیار اور اقتدار نہیں۔ ”یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْمٰیہِمۡ وَمَا خَلْفَہُمۡ“ اس کی espionage اتنی مکمل، سراغ رسانی کا نظام تکمیل ہے کہ کیا خفیہ، کیا براہ، کیا چھوٹا، ہر حرکت اس کی نظر میں ہے۔ ”وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ“ پوری کائنات پر اسے اپنے علم کے ذریعے پورا پورا عبور حاصل ہے اور نہ صرف عبور حاصل ہے بلکہ ”وَلَا یَسْـُٔدُهٗ حِفْظُہُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ“ وہ اس کی حفاظت سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ یہ دونوں سائے اعظم مختلف مقاصد کو طے کرتے ہیں۔ ایک حقیقی صلاحیتوں کا حامل ہے اور ایک تنظیمی صلاحیتوں کا حامل ہے اور وہ لوگ جن کو خداوند کریم اپنا سمجھتا ہے انہیں ان کا علم عطا کرتا ہے۔ آپ تصوف سے مراد صرف ان لوگوں کو سمجھتے ہیں جو شاہد بقول محافظ

ہے قلبہ خدا کج گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

کہ زاعد خدا شد تاب جمال پری رنماں

(شاہد زاہدوں کو مقدسوں کو، زندگی سے بھاگ جانے والوں کو حسین لوگوں کی تاب نہیں رہی اس لیے

کج گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(علیحدہ کمروں میں چلے جاتے ہیں، جھروں میں قید ہو جاتے ہیں، عبادت کے کام پر اور پھر خدا کے خوف کا بہانہ بنتے ہیں)

خواتین و حضرات! تصوف کی زندگی میں کوئی خوف نہیں ہوتا صرف محبت ہوتی ہے۔ تصوف محبت پر بنیاد ہے۔ یہی وہ value ہے جس کو اللہ سب سے زیادہ appreciate کرتا ہے۔ جب میں نے آپ سے عرض کیا کہ جب وہ آسمان و کائنات میں تھا تھا اور اپنے تصرفات کو نمایاں کر رہا تھا۔ نہ نئے اشکال و افکار رفیع کر رہا تھا تو اس کی خواہش ہوئی: ”مَنْکُثٌ مِّنْزَ اَمْحَفِیَا“ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ آشکار ہو جاؤں ”فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ لَیَعْرِفُوْنِ“ میں نے حقوق کو اپنے تعارف کے لیے پیدا کیا۔ یہی process وہ قرآن میں دیتا ہے یہی بات وہ قرآن میں

کہتا ہے کہ آخر وجہ تخلیق انسان کیا تھا؟ اور انسانی تخلیق کا بنیادی مقصد کیا تھا؟ آپ تصوف کو عجیب سمجھتے ہو لیکن میں تصوف کو عادت انسان سمجھتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر آدمی اپنی ذات میں اس بحران کا فکار ضرور ہوتا ہے جسے ہم انگریزی لفظ nostalgia سے بیان کرتے ہیں۔ ایک ایسی بے گام و نشان داسی جس کا کل ہمیں زندگی میں کبھی نہیں ملتا، ایسی ویرانی جو بڑی بڑی آبادیوں میں بھی پوری نہیں ہوتی۔ اس وقت ہمیں اپنے دل کے ویرانے میں کسی چراغ کی آرزو ہوتی ہے جو اس تاریک گھر میں روشنی کر دے۔ اس وقت ہمیں کسی نہ کسی مابعد الطبیعات کی حقیقت محسوس ہوتی ہے اور آج کا انسان آج کا برباد و بھن آج کی اجڑی ہوئی family lives یہ سب ہمیں بتاتی ہیں کہ آج کا انسان nostalgic تو بہت ہے، nostalgic تو اتنا ہی ہے جتنا پر بلا انسان تھا مگر آج اسے تصوف کا رستہ نہیں مل رہا۔ آج سے وہ تکمیل آرزو نہیں ہو رہی جو پہلے انسانوں کو کسی نہ کسی ہدایت سے، کسی پیغمبر سے، کسی نہ کسی ولی سے، کہیں نہ کہیں سے کچھ ضرور مل جاتی تھی۔

آپ جس بات سے بہت ڈرتے ہو خدا نہیں ڈرا۔ آج کا انسان کمپیوٹر کو artificial intelligence دینے سے ڈرتا ہے۔ خدا نہیں ڈرا۔ اگر آج کے کمپیوٹر کو artificial intelligence دے دی جائے، وہ اپنے فیصلے کرنے کے قابل ہو جائے تو آج کا انسان کسی کمپیوٹر کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ نہ بش، نہ بلیر۔ تو خوف یہ ہے کہ کوئی کمپیوٹر اگر انصاف کی کوئی تھی سلجھانے کے قابل ہو گیا تو اس کا سب سے پہلا حملہ ہی انسانوں پر ہو گا۔ وہ اس انسان کو کیسے برداشت کرے گا، جو صفائے قلب سے خالی ہے، جو کسی بھی بہتری کے سلوک سے خالی ہے، جو رحم سے خالی ہے، جو ایک بے رحمانہ تسلسل سے اپنے survival کے لیے باقی انسانوں کے گلے کاٹ رہا ہے؟ کمپیوٹر پچارہ اس قابل نہیں ہو گا کہ اس خطا کو برداشت کرے۔ اسی لیے انسان اسے artificial intelligence دینے سے گھبرار رہے ہیں۔ اللہ نہیں گھبرایا۔ اس نے اس تازہ حقوق کو artificial intelligence دے دی۔ اس نے چاہا کہ یہ خدا کو جانے، سوچے، اور سمجھے۔ اس نے چاہا کہ اس پوری کائنات میں کوئی اپنے ذاتی تجسس سے اقرار کر کے کہے کہ اے میرے مالک و کریم میں تجھے ماننا ہوں، میں تجھے جانتا ہوں۔ ”هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ اللَّغْوِ لَمْ يَكُنْ شَيْءً مِّنْ حُورًا“ بلاشبہ مدتوں صدیوں ارب بار رب سال انسان پر ایک ایسا وقت تھا کہ یہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا پھر اللہ فرماتے ہیں کہ..... ”إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ“ میں نے اسے singular سے نکال کر double cellular حقوق بنا دیا

ان ڈیڑھ سو برسوں میں بنیادی instinct اتنی تیز ہو گئی ہے، بلاشبہ انسان اتنی برق رفتار ہو گئی کہ ڈیڑھ سو برسوں میں وہاں لیے انسان کی زندگی میں آئے ہیں جو چالیس ہزار برسوں میں نہیں آئے۔ ذہن تھا پچاڑا کہاں تک چیزوں کو یاد کرنا۔ ایک دم فضا زطومات آگیا، رات نیند نہیں آتی۔ صبح و شام information کا ایک سیلاب ہے جو ہمارے سروں پر آ رہا ہے۔ ہم نے بجائی و بلاکت کا ایسے ایسے آلات بنا دیئے کہ عقل مایید ہو گئی ہے۔ جیسا قبال نے فرمایا:

عشق مایید و خردی گردش صورت و مار

(عشق تو رہا نہیں اور عقل سانپ کی طرح پیچ کا بکھاری ہے)

عقل کو تابع فرمان نظر کرنے سنا

جس نے سورت کی شعاعوں کو گرفتار کیا

زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سنا

خواتین و حضرات! یہ کیا ہے؟ We call it a collective schizophrenia یہ وہ شیزوفرینیا تھا جو ایک آدمی کو ہو بھی جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس آدمی کو کوئی بیماری ہو گئی ہے، ہر وقت بولا رہتا ہے، ہر وقت سوچتا رہتا ہے، ہر وقت جاگتا رہتا ہے، حقائق کی sense کھو گیا ہے۔ جو شخص تیزی سے سوچتے ہوئے حقائق کی grandeur کھو جائے اسکو delusion پڑ جائے اور schizophrenia کا عقلی ترجمہ delusion of grunger ہے۔ آج کے پورے انسان کو delusion of grandeur پڑ گیا ہے اسلیے اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں رہا۔ اب یہ brain دھماکے سے پھٹے گا۔

آپ کو یاد ہے پہلے پاکٹوں کا کیا علاقہ ہوتا تھا؟ وہی کہ ایک پرانے حکیم نے مریض کو التالٹا کیا، مریضوں کی دھوٹی دی اوپر سے جوتیاں مارنی شروع کر دیں۔ جب مریض نے دیکھا کہ جان جا رہی ہے تو اس نے کہا: ”حضرت! جن چلا گیا“۔ اب جنات رخصت ہوئے..... آج کا ڈاکٹر بھی وہی کرتا ہے جیسے پہلے لوگ کرتے تھے کہ hysteric مریض کا سارے کا سارا شعور زندگی لرز جائے اور اس کو پتہ ہے کہ اتنی دیرات اور جرتیں جو smell ہے میں دوبارہ نہیں برداشت کر سکتا تو فوراً اس نے اقرار کیا کہ میرا سارا بحوت نکل گیا ہے۔ اگر پھر بھی نہ جائے تو دماغ میں دو ٹوک لگا دیئے، بکلی کے جھکے دیئے،..... سیروں کو برا کہنے والے ڈاکٹروں کو پتہ ہونا چاہیے کہ علاقہ تو اب بھی وہی ہے کہ پہلے جوتیاں اور مرجھیں تھیں اور اب بکلی کے shocks

(جھٹکے)۔۔۔۔۔ علانِ تواب بھی وہی ہے مگر یہ تو individual ہے۔۔۔۔۔ خواتین و حضرات اللہ کی طرف سے بھی ایک شاک (shock) آنے والا ہے۔ اتنی تیزی سے آگے بڑھتی ہوئی یہ دنیا آگے جا ہی نہیں سکتی، اصولاً نہیں جا سکتی۔ it has to burst down. اس کی کوئی منزل نہیں ہے۔ خدا کے بغیر ہم کہیں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اللہ نہ ہو تو کتنی آزادی ہوتی۔ نہ عام آدمی کو خدشہ ہوتا نہ کسی صوفی کو خدشہ ہوتا۔ میرے خیال میں صرف ایک مسئلہ جس کے لیے آپ کو تیار ہونا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایک خیال کو dismiss کیسے کر دیتے ہیں؟ جس خیال کو آپ dismiss کر سکتے ہو یا حقائقِ نسیان پر رکھ دیتے ہو generally جو آدمی اپنے خیال کو طاق نسیان پر رکھ دیتا ہے اس خیال کو صوفی کبھی نہیں بھلاتا It remains alive before proceeding on with my life. I have to make myself very clear کہ کیا میں تصورِ خدا کو طاقِ نسیان پر رکھ لوں؟ کیا میں پوری زندگی گزارنے کے بعد پھر واپس آؤں گا یہ سوچنے کے لیے کہ کوئی خدا ہے کہ نہیں ہے؟ خواتین و حضرات! یہ ہندو وہاں تصور ہے۔ یہ مسلمانوں کا تصور نہیں ہے۔ ہندو وہیں نے زندگی کو چار آشرم میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ بچپن برس تک، نوجوان لڑکے اپنا پیشہ اور کاروبار سیکھیں گے۔ اسکے بعد اگلے بچپن برس گھر سے آشرم کے ہیں۔ شادیاں کریں، گھر آباد کریں، بچے پالیں۔ اس سے اگلے بچپن برس گھر سے آشرم کے ہیں۔ طاقت حاصل کریں، چھترمن بنیں، MD,s بنیں، ترقی کی فکر کریں، EXENS بنیں یعنی کسی رعب کے مقام پر آئیں، سیاستدان بنیں، صدر بنیں، وزیر اعظم بنیں۔ یہ گھر سے آشرم ہے اور جب پچھتر سال گزر جائیں تو آخری بچپن برس میں انسانوں کو رشی منی آشرم میں آنا چاہیے۔ They should come back to God, they should think back to God, درویشی اختیار کریں، حقائقِ دنیا سے گریز کریں مگر خواتین و حضرات! یہ تو تب تھا جب سو برس normal age تھی۔ اب کیا ہو گا جبکہ اوسط زندگی ہی بچپن برس رہ گئی ہے تو اب یہ سارا procedure کیسے پورا ہو گا؟ مگر مسلمانوں میں ایسا نہیں تھا۔ مسلمان کلمہ پڑھتے ہی اپنی priority کی جستجو میں پڑ جاتا تھا۔ جس نے سب سے پہلے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ" پڑھا وہ سب سے پہلے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کے مظاہر میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ بالکل طریق و دستورِ ابراہیمی میں پڑ جاتا تھا۔ جب چاند طلوع ہوا تو ابراہیم نے کہا "هَلْ لَنَا رَبِّي" (یہ میرا رب

ہے) اور کھانا، پرکھا، جانچا۔۔۔۔۔ جب وہ زوال پذیر ہوا تو کہا: ”لَا أَحِبُّ الْإِقْلِينَ“ (میں زوال پذیر کو خدا نہیں سمجھتا) آت کے دن بھی وہ کلمہ ہمیں اسی جدلیات کی یاد دلانا ہے Apriori method وہی method ہے کہ جب آپ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھتے ہو تو لازماً ترین بات ہے کہ پہلے ان خداؤں کا انکار کرو جو آپ کے رستے میں بار بار آتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے بغیر آپ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تک نہیں پہنچ سکتے، چاہے آپ زبان سے کہو کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں مگر آپ نہیں مانتے ہو۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ زندگی خدا ہے، رسم و رواج خدا ہیں، تعلق اور family خدا ہیں، شعور خدا ہے، میری اپنی ذات سے محبت خدا ہے، میری نمائش پسندی میرا خدا ہے، نبی جاہ خدا ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم ایک خدا کی پرستش کرنے سے پہلے باقی خداؤں کا انکار کریں۔ رسول ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ اب بڑی واضح ہو گئی ہے، خطبہ الوداع والے دن فرمایا کہ ”آت کے بعد شیطان تم سے مایوس ہو چکا۔“ اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا۔ اب پتھر کے صنم نہیں تراشے جائیں گے، اب ان بتان پلید کی پرستش نہیں ہوئی، لات اور عز بنی نہیں مانے جائیں گے، بتل نہیں مانا جائے گا، پالو اور ڈیالیا نہیں مانی جائے گی، ترغ کی عبادت کوئی بھی نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ مگر اب ہمارے بت ہمارے اندر چلے گئے ہیں۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آفتوں میں
مجھے ہے حکم ازاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ بڑے خفیہ بت ہیں۔ یہ ہماری inferiorities کے ساتھ ہیں، ہماری sense of superiority کے ساتھ ہیں، ہمارے in build areas میں ہیں، یہ ہمارے علماء میں ہیں۔ جب کوئی حدیث اپنے مطلب کی نہ ہو تو وہ کمزور ہے، جو حدیث اپنے مطلب کی ہے وہ صحیح ہے کیونکہ اپنی رضا و رغبت سے دین چنا جاتا ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کو پس پشت ڈالا جاتا ہے اور یہ ہمارے سارے بت ہیں۔ ہم اگے ہوئے ہیں۔ سکول ہمارے بت ہیں۔ ہم ایک کتب خانے سے ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتے ہمیں عقل نہیں چاہیے ہوتی، ہمیں خدا نہیں چاہیے ہوتا۔

یہ یاد رکھیے! ایک اصول قرآن ہے کہ جب تک آپ خدا کے ساتھ رہو گے آپ کی عقل ترقی پذیر رہے گی، جہاں آپ کی عقل کسی ملک خیال کی شکل ہوئی وہاں ایک بت خانہ تخلیق ہو جائے گا اور آپ اس سے آگے نہیں سوچ سکو گے۔ تمام زندگی سوچنے کے لیے ہے تمام زندگی۔ یہی اصحاب رسول نے مطلب لیا تھا کہ ”وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَرْضِيَكَ الْيَقِينُ“ (عبادت کئے

جاہلی کو تو یقین تک پہنچے) مگر یقین کا ترجمہ اصحاب رسول ﷺ نے ”موت“ کیا تھا کہ عبادت کے جاہلی کو موت تک پہنچے۔ موت تک سوچتے سمجھتے ہوئے پہنچنا بڑا مشکل ہے۔
 ”یہ نکات کے قیدی نہیں بن سکتے۔ وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو ہر وقت خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ رہیں گے، جو اللہ کی دی ہوئی عقل و معرفت سے سوچیں گے وہی لوگ مرتے دم تک ناقص و بالغ و سمجھدار رہیں گے۔
 ان پر عمر گزریاں کا حملہ نہیں ہو گا، ان پر بچپن لوٹ کے نہیں آئے گا، وہ بڑھاپے میں ’چڑچڑے‘ اور خود غرض نہیں ہو گئے۔ جو خدا کے ساتھ چل رہے ہیں وہ لاچار اور بھراؤ کو نہیں پہنچیں گے“

مگر باقی تمام لوگ جو ہیں technically over age کا شکار ضرور ہو گئے senile age ان پر ضرور آئے گی۔ کشیدگی، ذوات کا شکار ہو جائیں گے اس لیے کہ ان کے مساکن ان کے مقاصد محدود تھے اور یہاں جسے آپ صوفی کہتے ہو، وہ کل کا ہو یا آج کا ہو یا درمیانی عصر کا ہو وہ ہر تن خدا کے ساتھ سوچتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ اس کی فکر یہ کبھی ہے کہ میں اپنی ترجیح اول سے کبھی گریزاں نہ کروں۔ میں اپنے مقاصد حیات کا پہلے تعین کروں اور پھر باقی زندگی گزاروں۔ میں نے ظلم حاصل کرنا، بے اللہ کی مرضی سے، میں نے روزگار حاصل کرنا ہے، اللہ کی مرضی سے..... اس میں میرا دخل ہی کوئی نہیں ہے۔ میں نے بیوی بچے حاصل کرنے ہیں اللہ کی مرضی سے..... میرے بیوی بچوں کی زندگی اور موت اللہ کی مرضی سے، میرا پہلا سانس اللہ کی مرضی سے، میرا آخری سانس اللہ کی مرضی سے..... قبر میں اللہ کی پوچھ گچھ ہوگی، رسول ﷺ کی پوچھ ہوگی، جنت اور دوزخ مرنے کے بعد خدا کی مرضی سے ہوگی۔
 if you do believe in that if we all do believe in that اگر ہم اس بات کے بارے میں تسلسل سے سوچیں گے، ہم ہندوؤں کی طرح آخر میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی طرح کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی سوچیں گے تو پھر آپ میں سے کون صوفی نہ ہو گا اور پھر آپ کے لیے تصوف اعتدال زندگی کا سب سے پہلا اصول بن جائے گا۔ تصوف غیر معمولی نہیں ہے، تصوف لباس صوف نہیں ہے، تصوف Greeks کی Sophistry نہیں ہے۔ تصوف کی صرف ایک تعریف ہے ”الْصِّفَاءُ صِفَتُ الْأَحْبَابِ“ مفاہات کے دوستوں کی صفت بناوڑ سے بڑے صوفی کو آپ دیکھ لو وہ عصر حاضر میں ہو یا قدیم میں ہو تصوف کے اصول نہیں بدلتے۔ یہ

اصول سیٹھے نہیں بدلنے کہ خدا نہیں بدلتا، خدا کی نادانیاں نہیں بدلتیں۔ خدا کا چناؤ یہ نہیں ہے جیسے پروفیسر آرمسٹرانگ نے کہا کہ کل اسے نیک لوگ پسند تھے آج homosexuals کا کہنا یہ ہے یا lesbians کا کہنا یہ ہے یا free sexuality والوں کا کہنا یہ ہے کہ اللہ میاں ہماری demands تسلیم کر لے تو ہم اللہ کو مان لیں گے۔ یورپ میں لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدا ہماری برائیوں کے ساتھ مصالحت کر لے تو پھر ہم بھی اللہ کو مان جائیں گے۔ خواتین و حضرات! اللہ اتنا بھی democrat نہیں ہے۔ اللہ کی عادات نہیں بدلتیں۔ ”لَا تَبْدِيلُ لِكَلِمَةِ اللَّهِ“ (اللہ کا طریقہ کار نہیں بدلتا) اللہ کہہ چکا ہے کہ وہ بدلتا نہیں ہے۔ اس کے لیے زمین و آسمان اور زمان و مکاں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپ اگر قرآن کی آیات دیکھتے ہو تو آپ کو نظر آئے گا کہ حدیث میں علامات زمان و مکاں کے ساتھ تھوڑی تھوڑی بدل جائیں گی مگر قرآن میں یہ نہیں ہو گا۔ خدا کہتا ہے کہ میں نے قرآن کی ہر آیت کو پرکھ لیا ہے ہر آیت کا اندازہ کیا ہے۔ مجھے پتا ہے کہ زندگی کہاں تک جائے گی، مجھے پتا ہے کہ سیلاب کہاں تک جائے گا، مجھے پتا ہے کہ انسان نے کب قیامت تک پہنچتا ہے۔ میں نے قرآن کی آیات ایسی رکھی ہیں کہ جو قیامت تک آپ کے لیے equally understandable ہوں۔ کل بھی understandable ہوں آج بھی understandable ہوں۔

خواتین و حضرات! میں کبھی مثال دیتا ہوں۔ کیا حیران کن مثال ہے کہ languages دو تین سو سال میں کیسے بدل جاتی ہیں۔ sixteenth century کی اگر انگلش دیکھی جائے اور آج کی انگلش دیکھی جائے تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سولہویں صدی کی انگلش کو آپ آج نہیں سمجھ سکتے Whan that Aprille with its showers soots the droughts of march hath perced to the roote. خواتین و حضرات! آپ یہ مگر بڑی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بھی تین چار سو سال پہلے کی ہے۔

حیران کن ہے یہ معجزہ خطبات قرآن۔

حیران کن! سوائے اللہ کے یہ معجزہ تحقیقی ہی کوئی نہیں کر سکتا کہ ”فَصَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ“ (ہم نے اس ذکر کو نازل کیا) یہ کسی امیرے غیرے کا نہیں جہاں سے ہم نازل کیا ہے وہ صاحب قدرت ارشاد فرما رہے ہیں: ”وَأَنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ (اور ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں) ہم پر اس کی حفاظت ہے تم پر نہیں ہے۔ اگر ہم تم پر چھوڑ دیں تو تمہاری کرو گے جو یہود نے ہماری کتابوں کے

ساتھ کیا، جو عیسائیوں نے کیا کہ جب ان کو کہا گیا کہ سرینوں کے ٹل گھسنے ہوئے اس شہر میں داخل ہو جاؤ اللہ کو یاد کرتے ہوئے تو انھوں نے حِطَّةً کو حِطَّةً میں بدل دیا، معنی بدل دیئے۔ خواتین و حضرات! آج بھی بڑے لوگ ہیں جو معنی بدل رہے ہیں۔ علمائے حاضر کہتے ہیں، کہ! بابلیس نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ بابلیوں نے نہیں حملہ کیا تھا بائیسوں پر اور ”امردہ اشرم“ کے لشکر پر بابلیس نہیں تھیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری داستان ہے۔ آپ ذرا غور کریں کہ اس واقعے کے ستر برس بعد ابن ہشام کی سیرت لکھی گئی کہ پورے کا پورا کہ پھاڑوں پر چڑھا ہوا تھا۔ سارے کے سارے اس منکر کو دیکھ رہے ہیں۔ اس موضوع پر عربوں کی بے تحاشا شاعری بہار اس میں ان بابلیوں کا ذکر ہے ان پرندوں کا ذکر ہے کہ کیسے وہ آئے، کیسے انھوں نے پتھر گرائے، مگر آج کے ہمارے جدید ترین عالم ان تمام شہادتوں سے بیکمر گزر جاتے ہیں اور اپنے پلے سے باتیں کرتے ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے اٹھو کہ ان کو علم آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ وہ بابلیس نہیں تھیں اور یہ ایک مثال ہے۔ یہ داستان کوئی ہے۔ اگر آپ ان سے کہو کہ نیل چٹا تھا تو کہیں گے نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہوا تھا، کوئی اور گزر رہی ہوگی، کوئی اور مسئلہ پیش ہوا ہوگا۔ اگر آپ ان سے کہو کہ قرآن کہتا ہے کہ میں نے پیڑا اٹھا کے ان کے سر پر رکھ دینے تو کہیں گے نہیں، یہ علامتی ہے۔ اگر آپ ان سے کہو کہ حضرت موسیٰ کے عصا سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ کہیں گے نہیں، نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ This is unscientific

عہد نامہ حقیق کا باب کہتی اگر آپ پڑھو تو موسیٰ نے جب بنو اسرائیل کو بانٹا تو موسیٰ کے ساتھ قبیلوں میں بارہ لاکھ لوگ تھے اور قرآن کہتا ہے ”وَوَضَعْنَا عَلَىٰ كُفْرِهِمُ الْغَنَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمُنَّ وَالسَّلْوَی“ (ہم نے ان پر بادلوں کے سائے کئے اور ہم نے انھیں آسمانوں سے خوانہ نعمت بھیجا جن و سلوی کی صورت میں۔) بارہ لاکھ لوگ گواہ ہیں کہ وہ اترے اور کھائے گئے۔۔۔۔۔ بارہ لاکھ گواہ ہیں کہ نیل چٹا اور وہ اس میں سے گزرے۔ بارہ لاکھ گواہ ہیں کہ چشمے پھوٹے اور ہم نے اپنا اپنا چشمہ مقرر کیا مگر آج کا ”غامدی“ نہیں مانے گا، آج کا ”پرویزی“ نہیں مانے گا۔

خواتین و حضرات! ان سے پوچھو کہ تو دیکھو کہ آپ کی source of information کیا ہے؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ اللہ میاں اتنا مجبور محض ہے؟ اتنا گیا گزرا ہوا ہے کہ وہ یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ اس طرح یہ لوگ اصول دین میں فرق کر لیتے ہیں اور صوفی کی نظر

اسی طرح خواتین و حضرات! جب ہم کالماتی religion کو جانتے ہیں اور ایک بد قسمتی برصغیر میں یہ ہوئی اور پورے زمانوں میں یہ ہوئی کہ جب ہم practical اور dogmatic religion کو سمجھتے تو علم تصوف غائب ہو گئے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ علم تصوف پر بڑی بڑی آفت آئی۔ حافظ شیراز سے لیکر پیچھے تک سب نے صوفیوں کو بڑی بڑی اچھی باتیں سنائیں۔ ان کو نیکے جاہل اور گوشہ نشین لوگ کہا جو زندگی کی values سے ما آشنا تھے مگر ایسا بالکل نہیں ہوتا۔ صوفی ما اہل نہیں ہوتا، صوفی اپنی دیانت کار کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا کو ماننے والا زندگی کے فرائض ترک کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کو ماننے والا رحم کو منقطع کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا کو ماننے والا صدقات کو ignore (نظر انداز) کرے، رحمت کو ignore کرے۔ صوفی جب بھی ہو گا society میں اپنی اہلیت کے ایک اعلیٰ ترین وصف کی وجہ سے مشہور ہو گا، وہ خلق سے گریزاں نہیں ہو گا۔ یہ جو خلق سے گریز کے افسانے ہیں یہ بالکل ویسے ہی ہیں جیسے قرآن حکیم نے مثال دی کہ کچھ عیسائی راہبیں نے پھر

ترک دنیا یا صومہ گزاری کی، دنیا سے علیحدہ ہو گئے مگر ہم نے انھیں ایسے نہیں کہا تھا۔ کچھ ان میں یہ ترک دنیا بھانگے کچھ نہیں بھانگے۔ بات وہیں پر ٹھہری کہ جب قبل وسطہ کے شہزادے ”مہانتا سدھارتا بدھا“ نبارہ برس ریاست جسمانی کی اور اس نے اپنی پوری خوارک اٹھوانے چاول اور ایک کھوٹ دودھ کا کر لیا۔ اس کے بدن میں کچھ باقی نہ رہا تھا، بغیر ایک سرے کے سب کچھ نظر آتا تھا، پھر وہ بارہ برس کے بعد اٹھا اور اس نے کہا:

”تپاس میں، جسمانی عذاب میں زوان نہیں ہے۔“

بدن کو دکھ دینے میں بدن کو اذیت دینے میں چلہ، معکوس میں جس دم میں کوئی نجات نہیں ہے۔ نجات سوچنے میں ہے۔ یہاں سے چل کے وہ گوا میں بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھا، چالیس دن غور و فکر کیا، زبان حاصل کیا، اعتدال کی تعلیم دی اور اس نے یہ سبق دیا۔۔۔۔۔ وہ مہد قدیم کا ایک پیغمبر تھا۔۔۔۔۔ اس نے یہ تعلیم دی کہ جسمانی مشقتوں سے خدا کا عرفان نہیں اگر چاس نے خدا کا کام نہیں لیا مگر اس نے کہا کہ ”جسمانی مشقتوں میں زوان اور نجات نہیں ہے۔“ نجات سوچنے میں ہے، غور و فکر میں ہے۔ وہ غور و فکر جس کو اللہ کے رسول ﷺ بڑی اہمیت دیتے تھے۔ محمد رسول اللہ ﷺ ”انہی“ ضرور تھے مگر یہ لازم تھا کہ وہ ”انہی“ ہوں اس لیے کہ اللہ کسی اور لٹچر پر trust نہیں کرتا۔ کسی بڑے استاد کی یہ صفت ہے کہ وہ بھروسہ نہیں کرتا کہ اس کا شاگرد کسی چھوٹے استاد کے پاس جائے۔ mix up کا informations وہ پسند نہیں کرتا۔

ہمیں پتا ہے کہ بنواسرائیل کے انبیاء آپس میں پڑھتے پڑھاتے تھے۔ حضرت زکریاؑ نے ضرور یحییٰ کو کچھ تو بتایا ہوگا، یحییٰ نے کچھ تو عیسیٰ کو کہا ہوگا۔ وہ کچھ نہ کچھ تو انبیائی تقسیم و تعلیم آپس میں بانٹتی ہی ہوتے۔ ایک ناخداں تھا، مدتوں سے بڑے میراث میں چلی آتی تھی۔ کچھ نہ کچھ تو اصول و قوانین share کئے ہوئے مگر محمد رسول اللہ ﷺ نے نہیں کئے Allah did not trust any other teacher. طلومات کے حوالے سے، مطلق تعلیم کے حوالے سے اللہ نے اپنے طالب علم کو کسی صورت بھی کسی اور استاد کا درس نہیں لینے دیا اس لیے کہ وہ miss trust ہو جاتا۔ اس لیے کہ اگر تعلیم mix ہو جاتی تو سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ message عیسیٰ میں چلا جاتا کہ میرے منہ سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک قرآن ہمارا اور ایک میری اپنی ہے۔ اس لئے خدا نے کسی قیمت پر بھی message میں کسی کو شریک نہیں ہونے دیا۔ اس عظیم المرتبت نبی کا صرف ایک استاد تھا اور جس کا اللہ استاد ہو، جس کی

information کا، جس کے علم کا مرکز اللہ ہو وہ رسول اللہ ﷺ اپنے استاد سے کیا دانا مانتے ہیں۔ رسل کہتا ہے کہ we only know the relationship of things, we do not know the nature of things, (ہم تو اشیاء کے تعلق کو جانتے ہیں اشیاء کی فطرت کو نہیں جانتے)۔ محمد رسول اللہ ﷺ اپنے استاد سے دانا مانتے ہیں: "اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لِّيْ بِحَقِيْقَةِ الْاَشْيَاءِ" (اے میرے مالک و کریم! مجھے حقیقتِ اشیاء کا علم دے فطرتِ اشیاء کا علم دے) ایک دعا ہی دیکھ لیجئے، ان کی دعائیں بتاتی ہیں کہ وہ کتنے بڑے عالم تھے۔ دعا مانتے ہیں: "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا وَاجْعَلْنِيْ ، شَكُوْرًا وَاجْعَلْنِيْ فِيْ غِيْنِيْ صَغِيْرًا وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا" (اے اللہ! صبر دے سیکھنے میں اور انا صلہ سے اور پھر مجھے میری نگاہ میں چھوٹا رکھ اور مجھے لوگوں کی نگاہ میں بڑا کرو) حضور ﷺ نے علم کا ایک مقصد بتایا: "اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ذُخَاۗءٍ لَا يَسْمَعُ" (اے میرے اللہ! میں اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو تو سنے نہیں) "وَقَلْبٍ لَا يَسْمَعُ" (اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تیری محبت میں اتنا اشتیاق نہ رکھتا ہو کہ تیری جدائی سے ڈرے نہیں) "وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ" (اور پناہ مانگتا ہوں اس نفس سے جو کبھی سیر نہ ہو) "وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ" (اور اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جس میں حقوق کا فائدہ نہ ہو)۔ (وہ علم کے مقاصد متعین کرنے والا استاد ہے۔)

خواتین و حضرات! آپ تصوف کو اچھے اسلام سے جدا کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ تصوف کوئی شے نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے ارد گرد کے صوفیانہ ماحول سے تصوف کو پراسرار کے ساتھ ایک قابل کا شعر بھی پڑھ لیتا:

ہم کو تو میر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بکلی کے چراغوں سے ہے روشن

اور

ہمیراٹ میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تعارف میں عقابوں کے نشین
ہم یہ نذرانہ نہیں سود ہے پیرانہ حرم کا
ہر حلقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

آپ ان کو صوفی سمجھتے ہو؟ اور آپ کا خیال یہ ہے کہ یہ وہ صوفیاء ہیں جنکے بارے میں حافظ شیرازی نے

کہا:

و اعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبری کند
(واعظ جب محراب و منبر پر جلوہ کرتے ہیں تو کچھ اور ہی کہتے ہیں)
چوں بہ خلوت می روند و اں کار دگر می کند
(جب تنہائیوں میں جاتے ہیں تو کچھ اور ہی باتیں نکلتی ہیں)

حافظ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے۔ اس نے کہا کہ صوفی وہ نہیں جو سر منڈائے۔ جو سر منڈا لے
وہ صوفی نہیں، جو بہت بڑی بڑی مالائیں ڈال لے وہ صوفی نہیں، جو کپڑوں پر پیوند لگا لے وہ صوفی
نہیں،

ہزار نقطہ باریک تر نہ نو انجاست
(بال سے باریک تر ہزاروں نقطے ہیں)

بال منڈانے سے صوفیائی نہیں آئے گی، درویشی اور قلندری کے مظاہروں سے صوفیائی نہیں آئے
گی۔ یہاں تو بڑی باریک ترین عقل کا کام ہے:

ہزار نقطہ باریک تر نہ نو انجاست
نہ بر کسر یہ ہر اشد قلندری داند
(ہر سر منڈا قلندر نہیں ہوتا)

ہمیں فرق کرنا چاہیے، ہمیں جانچنا چاہیے، یوسف صلاح الدین کو mysticism سے کوئی
واسطہ نہیں، نہ صدر مجتہد کو نہ وزیر اعظم کو۔۔۔۔۔ یہ کہاں کے mystics آگئے ہیں؟ خدا نخواستہ
کون سی ایسی باتیں ہیں جو تصوف کی ان پر الہام ہوئیں۔ یہ زوالِ علم و عرفان کا نشان ہوتا ہے۔
زوالِ علم و عرفان کا ایک نشان یہ ہوتا ہے کہ پھر ہمارے علم کے کاغذ ہمارے حکمرانوں کو یا ان کے
حکمرانوں کو چلنے جاتے ہیں۔ یورپ سے guidance آرہی ہے۔ یورپ سے تصوف آرہا
ہے کہ Lets agree on the human خفیہ بات یہ ہے کہ Kindly forget
about the practical values of Islam تمام دنیا یہ کہنا چاہتی ہے کہ آؤ ہم
صرف intellectual values پر اتحاد کریں۔ بھلا کیا ڈالو گے آپ قرآنی تعلیمات میں
کہ یہ روشن ہو جائے۔ اللہ کا خیال کتنا تاریک تھا؟ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تاریک مثالیں چھوڑ
گئے ہیں؟ آپ کیا ان میں ڈالو گے کہ یہ روشن ہو جائے گا؟ یہ نظریات نہیں ہیں ایک بہت

tragedy بڑی ہے جیسا قبال نے کہا تھا کہ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی خدمت نہیں کی، ہمیشہ اسلام ہی مسلمانوں کے کام آیا۔ اس ماسٹر گز اور مسلمان قوم کا حال یہ ہے کہ اپنی ساری خامیاں اسلام کے حوالے کر دیتے ہیں اور ساری خوبیاں secular نظام کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ کتنی بد قسمتی کی بات ہے کہ ہم اپنی طور پر اس قدر مغلوب ہیں۔ ہم خدا سے مغلوب نہیں ہیں۔ Religion is not dertermined end فرض کرو، خواتین و حضرات! اگر ایک کافر آپ کے ہاں مسلمان ہو جائے تو ڈھول پیٹے جاتے ہیں۔ بارڈالے جائیں گے، مسجدوں میں لے جایا جائے گا، تعریف و توصیف کی جائے گی، اس کے نام پر چند دکانیں کھلائی جائیں گی۔ آدھا مولوی کھائے گا، آدھا س غریب عیسائی کو دیا جائے گا۔ لیکن آپ اس مسلمان کے بارے میں کیا کہیں گے جو عیسائی ہو جاتا ہے۔ بہت سے ایسے امحق آئیٹھے ہیں جو اس کو ارداد کہتے ہیں اور اس ارداد کی سزا قتل کہتے ہیں۔

خواتین و حضرات! basically تھوڑا سا آپ غور کریں کہ ارداد کہتے کس کو ہیں۔ ارداد سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے بلکہ ارداد کا فتویٰ ایک local situation پر اس وقت لکایا گیا جب قرآن حکیم نے یہ کہا کہ اے مسلمانو! ان یہودیوں سے خبردار رہو کہ جو اپنا دین چھوڑتے ہیں اور صبح تمہارے مذہب میں داخل ہوتے ہیں، تمہارے راز لیتے ہیں، تمہاری کمزوریاں پکڑتے ہیں اور شام کو چھوڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم گئے تھے، مسلمان ہوئے تھے۔ یہ تو بڑی گھلیا قوم ہے، فضول قسم کی قوم ہے۔ یعنی ان کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ مسلمان ہوتے تو پتا چلتا کہ کیا فائدہ ہے۔ وہ آگے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہوئے تھے۔ یہ deliberately اسلام میں داخل ہوتے ہیں جیسے کسی society میں fifth columnist ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے قتل کا حکم اللہ نے اور رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ جب آپ پیدا ہوئے کسی چیز پر قائم ہو تو اس کو religion سمجھائی نہیں جاتا۔ خدا تعالیٰ ہے اہل کفر کو کسی اگر تم آباؤ اجداد کے دین پر قائم نہ ہوتے، اگر تم غور و فکر کرتے، تم سوچتے اور سمجھتے تو اللہ کو پہچان لیتے۔ اب اگر فرض کرو کسی عیسائی نے سوچا سمجھا اور اس کو آپ نہیں اچھے لگے، اللہ نہیں اچھا لگا، اس کا رسول ﷺ نہیں اچھا لگا، اس لئے اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو ٹھیک ہے، اسے جانے دیں۔

تصوف پر گفتگو کے دوران ایک پروفیسر جو کہ anthropologist تھے نے مجھے

کہا کہ Why should you should I convert? تو میں نے کہا! بھئی کیوں؟ convert میں کیوں تمہیں convert کروں؟ میں نے کوئی پیچھے جا کے اخبار میں نکلوا ہے کہ پانچ ہزار میں انگلینڈ میں مسلمان کر کے آیا ہوں۔ یہ ایک اور ناقص بات جو ملائے ظاہر میں آئی ہے کہ This kind of a propagation is almost insulting to Islam اگر آپ کا مقابلہ conversion کی basis پر ہی ہوتا ہے تو غور تو کیجئے کہ America میں تبلیغی جماعت کا اعلان پڑھا گیا کہ ہم نے پانچ ہزار مسلمان کر دیئے۔ ا said: good very good تھوڑی دیر کے بعد جماعت اسلامی کا ایک بیان پڑھا گیا کہ Japan میں پانچ ہزار ہم نے مسلمان کئے۔ very good! اسکے کچھ دنوں کے بعد میں نے ایک اور بیان پڑھا کہ راجنیش جوئی نے ایک ساتھ پانچ لاکھ لوگ ہندو کر لئے، اسکے دو دن بعد ایک بدھ مت آیا۔ اس نے ایک سال میں دس لاکھ Americans اپنے ساتھ لگا لئے۔ خواتین و حضرات! تعداد میں conversion ہی اگر ثبوت ہے دین کا تو پھر تو ہم بہت پیچھے ہیں We are decadent, old unliked

آج کے مذہب میں آپ تصوف اور شریعت کی bifurcation نہیں کر سکتے۔ طریقت اور شریعت ایک ہے۔ آپ intellectual ہو چکے ہو، اس schizophrenia کے تحت ہم نے بہت جلد عقل حاصل کر لی ہے۔ I would suggest آج کوئی بندہ بغیر سوچے سمجھے بات نہیں کرتا۔ آپ کے مصمم بچے آپ کو اپنی inquiry سے حیران کر دیتے ہیں۔ اتنا سرعت پذیر ہے اپنی ارتقا کہ آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بہت سارے ماؤں اور باپوں نے مجھے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو کیا جواب دیں۔ وہ تو کائناتی حقائق پر سوال کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! آج آپ academic religion پر نہیں رہ سکتے۔ آج کے مسائل کا حل صرف اور صرف باطنی دنیا کی تحقیق میں ہے اور وہ simple قوانین جو آپ کو ہر صورت اپنانے ہیں کہ ذہن کا ارتقا، کا جو اولین مقصد اور ترجیح ہے وہ صرف اللہ ہے۔ چاہے آپ انکار میں پڑو، چاہے اقرار میں جاؤ مگر جب آپ اپنی جستجوئے ذہن کا انجام تک پہنچو گے تو آپ ایک ایسے یقین پر ہو گے جسے دنیا کی کوئی قوت متزلزل نہیں کر سکتی کیونکہ ہر یقین اور ہر اعتقاد کو زمان و مکاں کے احتساب سے گزرا پڑنا ہے اور کمزور faith زمان و مکاں کا احتساب نہیں سہہ سکتا۔ آپ کا rigid religion نہیں سہہ سکتا، اسی لیے جو اب پھر آپ وہ کرتے ہو کہ ڈنڈا بردار forces انہی

ہیں۔

آپکو خدا کو جان بوجھ کر یا دکرنا ہے سوچنا ہے، سمجھنا ہے، اپنی intellectual inquiries کا مقصد بنانا ہے۔ خواتین و حضرات! مجھے احسان دانش کا ایک شعر بہت پسند ہے
کیونکہ اس کا موضوع وہی ہے جس پر میں گفتگو کر رہا ہوں اور میں آپکو وہ سناتا ہوں۔
If you compare yourself with the whole of the word and you see the challenges around you mental intellectual sceptical challenges, and you will feel yourself stand behind and shy of the progressive attitudes around you.

تو یہ آپ کا کم تعلیمی کی وجہ سے ہے اسلام کی وجہ سے نہیں ہے۔
۔ یونہی دنیا کیلئے ایک تماشا بنے
جسکو جانا ہو سمجھ سو حق کے دیو انہ بنے
وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

سوال: میں اللہ کے ولی کو کیوں ڈھونڈوں اور کیسے ڈھونڈوں؟

جواب: خواتین و حضرات! مقصد اللہ کی تلاش ہو تو perhaps just like the common day life سے دوسری یونیورسٹی کو چکر لگاتے ہیں۔ ایک speciality سے دوسری speciality ڈھونڈتے ہیں تو I am sure جس کو علم و دانش سے خدا کی تلاش ہوتی ہے اسے کوئی خدا شناس ولی ضرور ملے گا کیونکہ ولی منجانباً تعصوب نہیں ہوتا۔ مقصد تو اللہ کی ذات ہے پھر جب آپ اس کی تلاش میں نکلے گے اور جانچ پرکھ کے اصول استعمال کرو گے۔ The very important thing is کہ جانچ پرکھ کے اصول اگر آپ استعمال کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ آپ کچھ کسی خدا کے بندے تک رسائی ہو جائے۔ یہاں بحران یہ ہے کہ جیسے آپکو mathematics کے یا cosmology یا علم ہیئت کے استاد مل جاتے ہیں۔ ٹریجنڈی یہ ہے کہ اسی نسبت سے شاید آپکو خدا کے علم کے ترجمان یا خدا کے عالم نہیں ملتے۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ”وَالسَّارُّ سَخُونٌ فِى الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا“ (یا جیسے اللہ نے کہا کہ میرے ان بندوں سے پوچھو ”فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ“ (پھر پوچھو لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے) تو شاید یہ لوگ آپکو اس کثرت سے نہ ملیں اور بسا اوقات تو بحران اتنا ہوتا ہے کہ پورا زمانہ بھی غالی ہوتا ہے اور یہ کسی عصر کی بد قسمتی ہوتی ہے۔ ویسے بھی فرض کرو کہ کوئی اگر America میں ہے یا کوئی سعودی عرب میں ہے یا ترکی میں ہے اور آپ یہاں بیٹھے ہو تو ہو سکتا ہے کہ ساری زندگی آپ کی اس سے ملاقات نہ ہو تو میں اس سوال کے جواب میں جناب سید جہور شیخ و مرشد علی بن عثمان جہوری کا ایک قول اس کے لیے پیش کر دیتا ہوں کہ جسکو خدا کی تلاش ہے۔۔۔ فرمایا کہ

”جب ہم جوان تھے۔ جب اللہ کی تلاش میں نکلے تو صرف خراسان کے پیرازوں میں مجھے تین سوا سوا اولیا باللہ و تعالیٰ نظر آئے مگر اے طالب حق! ایک وقت آئے گا کہ تو زمین چھان مارے گا مگر تجھے ایک بھی ایسا شخص نہیں نظر آئے گا جو تجھے اللہ کی طرف لے جائے پھر کیا تو اللہ کی تلاش چھوڑ دے گا؟ فرمایا: ایسا نہ کرنا اور یہ یاد رکھنا کہ جس اللہ نے پہلوں کو سرفراز کیا

اور اپنے علم و آگہی سے نوازادہ تجھے بھی علم و آگہی سے نوازے گا تو پھر خدا پر توکل رکھنا، اس کی تلاش جاری رکھنا اور اس کے کرم سے مایوس نہ ہونا۔

سوال: بارہ بلین brain cells کا بے بہا ذخیرہ اللہ نے انسان کو کیوں دیا جو آج تک ایک محتاط اندازے کے مطابق انسان نیا دہ سے زیادہ آٹھ یا نو فیصد استعمال کر سکا ہے۔ ایسا رب نے کیوں کیا؟

جواب: بڑی سادہ سی بات ہے کہ شاید یہ ذہن اس عظیم تر ذہن کا فنا کرے جو موت کے بعد ہمیں بحال کیا جائے گا۔ دنیا بہت مختصر تھی، اس کے مقاصد حتمین تھے، یہ determined ends پر چل رہی تھی تو اس نے انسان کو پوری صلاحیتیں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اجازت کیا؟ دنیا میں ان صلاحیتوں کا کوئی کام بھی نہیں تھا۔ خدا قدر ہے مریض ہے، حکم ہے اور آپ بھی قدر ہو، مریض ہو، حکم ہو مگر آپ کی قدرت کو اللہ نے اس لیے چھین لیا کہ یہ اگلے زمانوں میں اگلے وقتوں میں جب آپ جنت و دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے اور خاص طور پر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو پھر آپ کو ان cells کی ضرورت پڑے گی جو آپ کے جبر ماندہ ذہن کے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کی اس زندگی کے بعد reconstruct کرے گا اور جو آپ کی خلافت زمین و آسمان کا باعث بنیں گے کیونکہ آپ جس جنت میں جا رہے ہو وہاں میرا نہیں خیال کہ اس قسم کے بال ہوتے ہوئے ہو گئے، چھوٹے چھوٹے کمرے ہوتے ہوئے گئے۔ وہاں آپ کا پورا ایک ستارہ ہے اور جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی چہل کاف میں کہا:

کفک زبک کم یکفیک واکھے
کفکا فہا ککمین کان من کلک
تکر کر ککر الکرفی کبدی
تعلکی مشکشکة کلککلک لکلک
کفما مہی کفک الکاف کرہہ یا کو کیا
کان من بعکی کوکب الفلک

(کراے ستارہ دل نس کہ مشابہ سستی ستارہ آسمان را) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول مبارک ہے کہ ہر انسان کے دل کے مقابل ایک ستارہ ہے جو جنت میں سے عطا کیا جائے گا۔

وہ اتنا بڑا مقام ہے کہ اس بڑی galaxy میں ایک ستارے سے دوسرے ستارے تک کا فاصلہ حدیث کے مطابق پانچ سو light years کا ہے۔ ظاہر کہ پانچ دس مرلے کے مکان تو وہاں ہونے کے نہیں ہیں یا کتنا دو کتنا کے۔ تو اتنی بڑی جگہ کو سنبھالنا سبانا، اپنے اپنے پس منظر سے..... آچکا ایسی باتیں چاہئیں ہیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسباب کے بغیر کسی دنیا کو تخلیق کرنے کے لیے آچکا جو چاہئے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دماغ میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو جادوگر بھی ایسی ہی کسی صلاحیت کا سہارا لیتے ہیں اور مجذوب بھی اسی صلاحیت کا سہارا لیتے ہیں اور جسے آپ extra sensory perception کہتے ہیں اس کا مرکز بھی دماغ ہے اور telekinesis کا بھی یہی مرکز ہے، ارتکازات کا بھی یہی مرکز ہے مگر اللہ نے جستہ جستہ six billions میں سے کسی ایک آدمہ انسان کو یہ صلاحیت دے کر فطرتی ضرورت کی ہے کہ آپ کے دماغ میں یہ صلاحیتیں موجود ہیں مگر جہاں انسانیت کو چونکہ یہ صلاحیتیں نہیں پائیں تھیں اس لیے ان پر پابندی ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز جب ہم upper galaxial life میں پہنچیں گے مادہ الا آباد کی زندگی کو پہنچیں گے تو ان سارے cells کی ضرورت پڑے گی اور ان سب کا اختیار ہمیں عطا کیا جائیگا۔

سوال Concept of God is learned or an innate behaviour of human?

جواب: انسان کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا، اندر صرف اسکی ترجیحات ہوتی ہیں اور یہ ترجیحات اللہ نے انسانی کمپیوٹر کو از خود عطا کی ہیں۔ یہ brain کمپیوٹر کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک صلاحیت تمام انسانی کمپیوٹرز میں رکھ دی ہے۔ میں نے جیسے کہا کہ جب اللہ نے artificial intelligence دی تو اس میں ایک list ڈال دی اور list یہ ڈال دی کہ It always goes to the most important priorities local priorities کی top کو چلے جاتے ہو۔ دن کی، بچے کی، سال کی، مگر پوری زندگی کی بھی ایک priority اللہ نے اس میں ڈالی تھی۔ وہ دور ہوتی جاتی ہے۔ آپ خود بخود اسے مائل جاتے ہو۔ اگلے سال اس سے اگلے سال۔ پالیس برس کے بعد، پچاس برس کے بعد حتیٰ کہ ہوتے ہوتے یہ oblivion زندگی سے آگے گزر جاتا ہے اور آپ خدا کے بارے میں کچھ نہیں دیکھتے ہو۔ تو Inherently every computer is listed with a sense

of priority اور اس priority میں top priority اللہ جاوہ تمام انسانوں کے ذہن میں یہ ایک بنیادی یقین موجود ہے۔ جو اپنے آپکو پریشان حال سمجھتے ہیں اس کی صرف ایک basic وجہ ہے You give more importance to the lesser priorities and less importance to the top priorities

سوال: سر آپ نے کہا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کی تسبیح زمان و مکان time and space کو shrink (سکڑ) کر دیتی ہے۔ برائے سہرانی وضاحت کریں۔

جواب: یہ جملہ تو شاید میں نے نہیں بولا۔ میں تو "لا حول" کی کچھ اور تعریف کر رہا تھا مگر بہر حال مجھے اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ یہ زمان و مکان پر اثر کرتی ہے۔ زمان و مکان تو کوئی شے نہیں ہیں۔ خواتین و حضرات! میں زمان و مکان کی تھوڑی سی حیثیت آپ پر واضح کر دوں کہ ہم ساری دنیا کے فلسفہ خیال سے نرالے ہیں، مسلمان ساری دنیا کے فلسفہ خیال سے نرالا ہے تمام دنیا کے فلاسفہ شرق و مغرب کے فلاسفہ وقت کو لا زول اور لامحدود سمجھتے ہیں مگر مسلمان ایسا نہیں سمجھتا۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے جو شاید پہلے آپ کے علم میں نہ آیا ہو کہ ہمارا فلسفہ indefinite time کا نہیں ہے، infinite time کا نہیں ہے۔ مسلمان کا فلسفہ یہ ہے کہ time is finite اور یہ اللہ کا ایک instrument ہے جو اس نے اشیاء تک رسائی کے لئے اور ان میں differentiation (فرق) کے لیے قائم کیا ہوا ہے۔ But the basic difference is that time is not infinite in Islam .

"مُكَلِّئٌ يُجْعِلُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى" (کہ تمام چیزیں چل رہی ہیں ایک وقت مقرر تک) اور اگر وقت مقررہ ہے تو یہ infinite نہیں ہے بلکہ infinite صرف ایک بے جا اور وہا انسان کا روحی وجود ہے جو اللہ کے بعد ازلی نہیں ہے مگر ابھی ضرور ہے جیسے وقت کی حدود ہیں اور یقیناً یہ حدود کی قیود ہٹ جائیں گی جو اس وقت زمین و آسمان میں قائم ہیں اور آپ ایک لامحدود وقت میں ہی سز کریں گے، زندگی گزاریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ جسے کہتے ہیں کہ "أَبَدًا أَبَدًا" کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے..... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صرف وہ جگہ ہو سکتی ہے جہاں وقت سرے سے موجود نہ ہو تو جیسے علامات زندگی کو پروردگار عالم نے فرمایا کہ قیامت کے دن علامت کو قتل کیا جائے گا اور انسانوں کی زندگیوں میں سے موت کو نکالنے کے لیے موت اللہ کے حضور میں ایک مینڈھے کے روپ میں لائی جائے گی اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور آئندہ کسی کو موت ہار نہ ہوگی چاہے وہ جہنم میں ہوا

چاہے جہت میں۔۔۔؟ اسی طرح زمان و مکاں کی سب سے بڑی خطرناکیت جو موت کی قتل میں
 بعد قیامت کے دن ختم کر دی جائے گی اور یہ زمان و مکاں بے معنی ہو جائے گا۔ پھر کون سا اور
 سلسلہ شروع ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ اگر آپ غور کرو تو پہلے relativity تھی جو اب ناقص ہو چکی
 ہے پھر ایک special relativity آئی وہ بھی پچھرائی کا شکار ہے پھر quantum آیا
 پھر uncertainty آگئی۔ زمان و مکاں کے بارے میں انسانی اندازے ہر روز اس تیزی
 سے بدل رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی نظریہ یا کوئی thesis قرآنی نظریہ زمان و مکاں کے
 برابر آنا نظر نہیں آ رہا اور میں جیسے آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ قرآن میں بتا ہے کہ Time
 is not infinite , time is finite , it is a container, it carries
 things , distances and people to their destinies اور یہ ایک
 conveyance ہے vehicle ہے۔ زمانہ ایک vehicle ہے جو آپ کو ایک جگہ سے
 دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ اس کی اپنی بھی destination ختم ہو جائے گی اور ان اشیاء کی بھی
 جو اس کے اندر موجود ہیں۔ یہ چونکہ راسخونہ اعلیٰ فی concept ہے مگر امید ہے کہ آپ اس
 تصور سے جواب سے مطمئن ہو جائیں گے۔

سوال: آپ کے کہنے کے مطابق جب تک بندہ اللہ سے منسلک رہتا ہے اس کی عقل ترقی پذیر
 رہتی جا کر ایسا ہے تو مغربی ترقی کا کیا سبب ہے؟

جواب: خدا نے اپنے مقابل ایک چیز تخلیق کی جو خدا کی طرح ہوئی۔ جیسے کہتے ہیں کہ حضور
 ﷺ کیلئے بھی کوئی ابو جہل چاہیے، کوئی چھوٹا مومن کا مذہب تو نہیں چاہیے۔ بہت بڑا چاہیے۔ جب
 حقیقت بڑی ہوئی تو اس کا رد حقیقت بھی بہت بڑا ہو گا تو اس عصر کو جس میں سے ہم گزر رہے ہیں
 اس کو ہم عصر دجال کہتے ہیں کہ جب انسانی intellect اور انسانی پر اگر لیں اتنی زیادہ بڑھ گئی
 ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ابھی کلوننگ نہیں آئی تھی، اس سے چھ یا نو مہینے پہلے جب میں سیالکوٹ میں تقریر کر
 رہا تھا (آپ کو کسی کتاب میں وہ پکچر مل جائے گا) تو لوگوں نے پوچھا کہ جی دجال کی کیا علامت
 ہے؟ میں نے اس وقت کہا کہ When a man will be able to create an exact replica of a human being
 and almost the mankind is moving اس کے چھ مہینے کے بعد کلوننگ آگئی

towards it تو کسی نے یہ پوچھا: ”پروفیسر صاحب! آپ نے چھ مہینے پہلے یہ کہا تھا تو یہ کس بنیاد پر کہا تھا؟ کیا اپنی بات کبھی تھی؟“ میں نے کہا: ”نہیں، میں نے اپنی بات نہیں کی تھی، میں نے حدیث رسول ﷺ سے استنباط کیا تھا۔“ تو لوگ curious ہوئے کہ کوئی ایسی حدیث ہے کہ جس نے یہ پیش گوئی کی ہے۔ ”ایک شخص آیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں کچھ دجال کے بارے میں بتائیے تو کہا کہ دجال کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا کہ کیا تو میرا بھائی میرے لیے زندہ کر سکتا ہے؟“ دجال کہے گا: ”ہاں کر سکتا ہوں۔“ تو پھر وہ اسے درخواست کرے گا اور دجال اس کے بھائی کو اس کے لیے زندہ کرے گا۔ اگر یہاں تک حدیث ہوتی تو یہ کرامت دجال بھی جانتی مگر یہاں تک حدیث نہیں ہے۔ اتفاق سے اصحاب رسول ﷺ نے ایک بڑا ہی pertinent question پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ وہی شخص ہو گا؟“ فرمایا: ”نہیں اس کی مثال ہو گا“ کہ کبھی نہ کبھی انسان اس منزل تک ضرور پہنچے گا جس کو آپ دجال کہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے concept جو دجال کے بارے میں ہیں بڑے individualistic ہیں۔ دراصل دجال Head of the state بھی ہے دجال امتوں کا سربراہ بھی ہے۔ دجال ساری دنیا کو تقسیم کرنے والا بھی ہے۔ کفر و نفاق کے خصموں کو الگ الگ کرنے والا ہے اور جب حضرت دانیالؑ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ دجال کون ہے؟ تو کہا: اے دانیال! تو نیک و کاروں میں سویا پڑا ہو گا۔ تو اس وقت زندہ نہیں ہو گا۔ وہ علامتیں بڑی دلچسپ ہیں جو میں آپ کو بتاتا چاہتا ہوں، فرمایا کہ مملکت رُس، بچتر، جاتگ اور پانٹوں کے گرد آباد قومیں دجال ہیں۔ اب اگر اتفاق دیکھتے تو Western Christian Europe یا America سارے کا سارا پانٹوں کے گرد آباد ہے اور مملکت رُس کو خصوصی طور پر شامل کیا گیا ہے۔ دوسری بات اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ اس کے خروتن کا وقت بتاتے ہوئے حضرت دانیالؑ کو جبرائیلؑ نے کہا کہ جب انسان اجماعِ عقلی میں درآمدی کرے گا، جب وہ cosmos میں جائے گا، جب وہ ستاروں میں دخل اندازی کرے گا اور میرا خیال ہے انسان نے وہ مقاصد achieve کر لیے ہیں۔ تیسری جو علامت آنے والی ہے کہ جب دائمی قربانی بند کر دی جائے گی اور دائمی قربانی کا صرف ایک مرکز ہے، وہ حج کعبہ ہے اور انھیں سالوں میں خیال کیا جاتا ہے کہ قربانی بند کر دی جائے گی۔ ویسے بھی مائٹا اللہ سیکولر حضرات کوشت کی قربانی کو فضول سمجھتے ہیں تو جبرائیلؑ ایل امن نے فرمایا: کہ جب دائمی قربانی بند کر دی جائے گی تو وہ دجال کے

خروج کا وقت ہو گا۔ and since two of the things are almost completely known and finished, the only third thing is left وہ ہے کہ کب کب پر ایسا pressure پڑے کہ وہ قربانی بند ہو تو پھر آپ کے لیے بھی علامت واضح ہوگی جیسے کہا گیا ہے کہ دائمی قربانی منقطع ہوگی تو دجال نمایاں ہو جائے گا۔ یہ بہت قریب نظر آرہی ہے۔ دڑنے کی کیا ضرورت ہے پھر۔

سوال: یقیناً ہر چیز خدا کی مرضی سے ہو رہی ہے تو پھر خدا انسان کو اتنی تکلیف کیوں دے رہا ہے؟
جواب: تکلیف خدا دے رہا ہے؟ چھ بلین لوگوں میں سے پانچ بلین اس کے واضح طور پر مخالف ہیں۔ سب اختیارات رکھنے کے باوجود، قوت و طاقت رکھنے کے باوجود جو وہ قیامت کے دن رکھے گا کہ جب اس کے ملائکہ اس کا تخت لے سکا ترس گئے تو فرمائے گا: "لَعْنُ الْفُلُکُ الْیَوْمَ" (بتاؤ آج ملک کس کا ہے؟ کون شینشاہ اور بادشاہ ہے؟ کدھر گئے دارا و سکندر؟ کدھر گئے بلخ و بلش؟ بتاؤ کدھر ہیں وہ؟ "لَعْنُ الْفُلُکُ الْیَوْمَ" وَلِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" یہ ساری کائنات اس واحد و قہار کی ہے۔ اتنا زبردست غلبہ رکھتے ہوئے بھی وہ جلال و جلال کا انتخاب انسانوں کو دیتا ہے جیسے اس نے کہا کہ اے بد بختان ازل اے کافران زمین! اے جلائے وقت! احصیٰ عذاب اس لیے نہیں ہو رہا کہ "وَأَنْتَ فِیْہِم" (اور تو محمد ﷺ ان میں ہے) میں ان کو اب مکمل طور پر کیسے بتاؤ کروں۔ اب آپ رسول اکرم ﷺ کے ایک اور قول مبارک پر غور فرمائیے اور وہی اخلاص و صورت ہے کہ:

”گناہگار کے لیے دو چیزیں ہیں: پناہ میں پناہ ہے ایک میرا وجود اور ایک استغفار۔۔۔۔۔“

دو چیزیں ان ساری باتوں اور رحم و کرم کے باوجود اللہ انسان کو دے رہا ہے۔ اس کی ایک خاص چیز ہے وہ کہتا ہے کہ میں زمین پر اقتدار کے حوالے سے کافر کو نوازوں گا ضرور اس لیے کہ اگر آپ غور کریں تو قرآن میں سب سے پہلی صفت البیہ ہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" ربوبیت پر اس نے ماز کیا ہے اس کی یہ صفت اتنی important ہے کہ ربوبیت کی صفت میں اللہ تعالیٰ نے کوئی message کوئی personal attitude کوئی عذاب و ثواب داخل نہیں کیا۔ ربوبیت کی حد تک اس نے ساری کائنات کو پالتا ہے۔ وہ کافر کو دے گا، مسلمان کو دے گا، agnostic کو دے گا، Western کو دے گا، Eastern کو دے گا اور جب ربوبیت کا اتنا بڑا قانون وہ دے رہا ہے تو ربوبیت سے منسلک چھوٹے چھوٹے قانون بھی ہونے چاہئیں اور

وہ اس میں سخت ہے، استعداد ہے اس میں continuity ہے اس میں scientific attitudes ہیں جو چیزیں جن کے ساتھ وابستہ ہو گئی ان سے رزق بھی بڑھے گا، اندازے بھی بڑھیں گے اور انسان کی طاقت بھی بڑھے گی۔

ان تمام قوانین میں اس نے ایک exception ضرور رکھی۔ exception میں آئی، حین میں آئی، exception تب آئے گی جب محمد رسول اللہ ﷺ یا ان کا کوئی نمائندہ کھڑا ہو گا تو exception آئے گی، معجزہ ضرور ہو گا، کرامت ضرور آئے گی، مسلمان ضرور جیتے گا جیسے رسول اللہ ﷺ اپنے زمانے میں کھڑے تھے اور اسباب کی کمی کا یہ عالم تھا کہ زمینی حقائق آسمانی حقیقت سے شکست کھا رہے تھے اور آسمانی حقیقت نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت کردہ ایک حدیث مبارکہ میں انہوں نے فرمایا کہ: ”جب ہم جنگ حنین کے لیے نکلے تو ہم سات آدمی تھے۔ ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، دو کے پاس تکواریں تھیں۔ ایک کے پاس نیزہ تھا۔ باقی لوگوں نے مضبوطی لائیں لے کے ان کو باریک کیا ہوا تھا، ان زمینی حقائق میں انکا شکر بار بار تھا اور فرمایا کہ ہمارے پاس جو تپاں نہیں تھیں۔ جرابیں نہیں تھیں۔ ہمارے پاؤں تیز نو سے اور ریت کی وجہ سے جھلس گئے تھے تو ہم نے مجبوراً اپنے گریبان پھاڑے اور ان پر لپیٹے تاکہ ہم بچ سکیں۔“ یہ جنگ حنین کی طرف جاتے ہوئے سات سپاہیوں کے ایک کا قلعہ کا ذکر ہے مگر ایک طرف رسول اللہ ﷺ تھے۔ ایک آسمانی حقیقت تھی اور دوسری طرف زمینی حقائق تھے۔ یہی حال ہر میں تھا تو خواتین و حضرات! میں یہ کہتا ہوں کہ آج بھی اگر کچھ simple زمینی حقائق خدا کے بغیر ہیں تو West آپ سے جیت جائے گا اور اگر ایک طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی ٹکس اور وفادار فرد ہے تو پھر زمینی حقائق کی بساط پست دی جائے گی اور یہانتا اللہ و تعالیٰ العزیز ضرور ہو گا۔

سوال۔ آپ خوف و حزن سے نجات سے حلق قرآن سے دو آیات عموماً quote کرتے ہیں! جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس پر خوف نہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے مگر سورۃ بقرہ میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے اللہ کی طرف سے انعام اور خوف و حزن سے نجات ہے۔ اس سادہ سی statement میں نیک اعمال پر زور دیا گیا ہے۔ آپ عموماً اعمال پر زیادہ زور نہیں دیتے۔۔۔۔۔

جواب: اگر آپ دیکھیں تو اس میں پہلا جملہ بڑا important ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان

لائے۔ ابھی آپ اگر دیکھیں گے تو ایمان لانے میں عی خراج کرنا موجود ہے۔ ایمان بالغیب کا ایک بہت بڑا حصہ یہ ہے کہ:

”وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ“

(اور وہ لوگ جو ایمان لائے غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز اور جو رزق ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں)

کہ جو لوگ ایمان لائے ان کی دو بنیادی صفات ہیں۔ اور یہ بڑی important بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمنا ایمان بالغیب کا حصہ قرار دیا ہے یعنی اگر آپ کو غیب میں خدا کا اعتبار نہیں ہوگا تو آپ خرچ نہیں کر سکتے ہو۔ اس کے دو حصے ہیں یعنی اگر آپ کا غیب کا ایمان ہے تو اس کی ظاہری دو صورتیں ہیں۔ ایک تو نماز پڑھنا۔ کہ نماز پڑھنے والا کسی نہ کسی حد تک ضرور ایک غیب میں خدا کا قائل ہے مگر دوسری بات یہ بڑی دلچسپ ہے اور وہ ہے خرچنا۔ کہ خرچنے والا ضرور کسی نہ کسی حد تک خدا کا قائل ہوتا ہے تو خواتین و حضرات! یہاں لیے بہت دلچسپ بات ہے کہ واقعتاً جب آپ غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ وہی خرچ کرنا ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اللہ موجود ہے اور میرے خرچ کو وہ replenish کر دے گا۔ اگر آپ اللہ پر یقین نہ ہو تو ٹکل، کجوسی اور survival اس طرح سوار ہو جاتا ہے کہ آپ پوری زندگی ایک پیسہ ایک روپیہ خرچ کرنے سے پہلے بہت سے دنیاوی حالات پر غور کرتے ہیں مگر جو فراخ دلی سے خرچتا ہے وہ اس یقین کے ساتھ خرچتا ہے کہ کوئی اللہ موجود ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ:

”مَنْ ذَا الَّذِي يقرضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً“

(جو اللہ کو قرض دے گا اللہ اسے کئی گنا لوٹا دے گا)

اس کو پورا یقین ہے کہ خداوند کریم میرے خوف و حزن کو دور کرے گا اور خوف و حزن کے دور ہونے کی ایک وجہ مالی اسباب ہیں اس لیے وہ شخص پوری طرح خدا پر یقین رکھتا ہے جو اپنے بچوں پر خرچ کرنا بجا و منجربے دلی پر خرچ کرنا ہے۔ اب خرچ کے کچھ مقاصد ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے کہ جس نے ایک دینار مصیبت میں کسی کو دیا وہ بہتر ہے۔ جس نے ایک دینار غلام کی گردن چمڑانے کے لیے دیا وہ بہتر ہے۔ کسی نے ایک دینار کسی مسافر کو دیا وہ بہتر ہے۔ مگر ایک دینار جو وہ شخص اپنے گھر والوں پر خرچتا ہے ثواب میں یہ دینار سب سے بہتر ہے۔ ایک دفعہ حضرت زینبؓ جو حضرت عبداللہؓ کی بیگم تھیں نے عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس

مال بجاور میرا خاوند مال سے محرم بجاور اسکے پاس سبب نہیں ہیں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں صدق اس کو دوں، تو کیا میں دے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، دہرا ثواب ہوگا۔“ یعنی خواتین تو سرے سے خرچتی ہی نہیں خاص کر خاوندوں وغیرہ پر تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن اصولاً دیکھا جائے تو یہ ایک اعزاز کی بات ہے کہ مردوں اور عورتوں میں سے اگر مرد کے پاس مال زیادہ ہے تو سب سے بڑا ثواب اپنے گھر پر خرچنے کا ہے اور اگر ایک عورت کے پاس مال زیادہ ہے تو سب سے زیادہ ثواب اپنے گھر پر خرچنے کا ہے اور یہی خرچہ اللہ پسند کرتا ہے ظاہر ہے کہ بعض لوگوں میں نیکی کا concept یہ ہوتا ہے کہ گھر والوں کو بھوکا مارو اور باہر خیرات کرو اور وہ اپنے آپ کو اس فعل کے ساتھ معزز کرتے ہیں جو ناقص اور اٹھانا نہی بات ہے۔ گھر والے راضی ہو گئے تو باہر والوں کی بھی مدد کر سکو گے مگر بعض لوگ گھر سے باہر ہی نہیں نکلتے۔

سوال: کیا حروفِ مقطعات کا علم کسی شخص کو ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو وہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: یہ تو بڑی عجیب سی بات آپ نے پوچھ لی کہ حروفِ مقطعات کا علم کسی شخص کو ہے؟ یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ کوئی ان میں ادراک رکھتا ہے یا نہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی کے پاس پورا علم ہو اور چونکہ یہ پوری کائنات پر محیط ہے اور پوری کی پوری کائنات انھیں سماء کی محتاج ہے (حروفِ مقطعات کی) تو یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شاید کسی دل پر ان کے معانی اتھاہ کئے ہوں اور کسی پر اتنا کرم فرمایا ہو کہ اس کو اس کی تھوڑی بہت سمجھ ہو مگر ایک مکمل علم کا ماحول تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی پتہ ہے۔ باقی اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہوں کہ یہ کس کے پاس ہے تو یہاں خفاء ہے۔

سوال: درود شریف جب مدینہ منورہ میں کوئی شخص پڑھے تو حضور ﷺ سنتے ہیں اور اگر کوئی شخص کسی اور علاقے میں پڑھے تو فرشتے درود شریف کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جواب: میرا تو خیال یہ ہے کہ یہ اس لیے question بنتا ہے کہ آپ سمجھتے ہو کہ موت کے بعد زمان و مکاں ویسے ہی ہیں جیسے ہماری زندگی کے زمان و مکاں ہیں یا موت کے بعد کے تجابات ویسے ہی ہیں جیسے ہماری زندگی کے تجابات ہیں تو بات یہ ہے کہ یہ جو دنیا ہے یہ تجابات میں ہے۔ یہ پابند ہے زمان و مکاں میں پابند ہے، قید حیات میں پابند ہے اور اصولِ غم میں پابند ہے یعنی ہم forcefully پابند کئے گئے ہیں۔ ایک بہت بڑی عظمت انسان کو اللہ تعالیٰ نے Practical حدود میں، زمینی حدود میں قید کیا ہے اور مرنے کے بعد اس قسم کا اشکال نہیں رہتا۔ مرنے کے بعد

چونکہ حدود سمیت دی جاتی ہیں یا سنبال لی جاتی ہیں یا ختم کر دی جاتی ہیں مگر جو ضروری ہیں وہ زیادہ طاقتور ہو جاتی ہیں، علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ روحوں کے لیے اس قسم کی کوئی زمانی اور مکانی حدود نہیں ہیں اور چہ جائیکہ رسول کریم ﷺ کے۔ عمومی طور پر امت رسول ﷺ کا جو شہید ہواس کی زندگی کی نہ صرف شہادت قرآن دیتا ہے بلکہ اسکو رزق دینے کی شہادت بھی قرآن دیتا ہے۔ ”وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ“ (مت کیوں کو مردہ جو قتل کئے گئے خدا کی راہ میں) نہ صرف یہ کہ وہ اس کی زندگی کی شہادت ہے۔ ”وَنَحْنُ نَرُؤُهُمْ“ بلکہ وہ کہتا ہے کہ ہم اسے کھانا بھی دیتے ہیں یعنی ایک شہید اپنے پورے وجود میں سلامت ہے تو ایک شہید کے وجود کریم کا آپ اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ کس درجہ free ہو گئے اور اس وجود کو بھی کسی قسم کی زمان و مکاں کی limitation سے آشنائی نہیں پڑتی۔ for example میں یہاں بیٹھا ہوا America سے براہ راست فی وی دیکھتا ہوں۔ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے ہم یہاں دیکھ سکتے ہیں تو اللہ کی sciences تو بہت superior ہیں۔ اگر سچ میں سے تجاہات بنا دیئے جائیں تو رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی رسائی براہ راست کسی بھی جگہ کی جاسکتی ہے۔ حضور ﷺ کے وجود کی تو بہت دور کی بات ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ سید چنوبرؒ کے ساتھ ایک کرامت بڑی مشہور ہے کہ جب انھوں نے اپنی مسجد کی بنیاد رکھی تو لوگوں نے کہا کہ یہ کبھی کی طرف نہیں ہے تو پھر حضرت نماز میں کھڑے ہوئے، دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے جب تجاہات اٹھائے تو لوگوں کو کعبہ سامنے رخ پر نظر آیا۔ اگر اپنے ایک وی کی دسترس میں یہ تجاہات اللہ اپنے رحم و کرم سے دور کر دیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے کون سے ایسے تجاہات ہو گئے کہ درود پڑھنے والے کی شکل ہی نظر نہ آئے۔ سمجھ نہیں آتا کہ لوگ کیوں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ناقصانہ طرز عمل اور بڑی عجیب قسم کی گفتگو میں پلے جاتے ہیں اور یہ یاد رکھئے گا کہ ایک حدیث سلوٹی ہے کہ رسول ﷺ جب باہر آئے تو ان کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، فرمایا: ”ایک میں قیامت تک کے ان لوگوں کے نام ہیں جنہوں نے جنت میں جانا ہے اور ایک وہ کتاب ہے جس میں دوزخ میں جانے والوں کے نام ہیں“ اور کہا کہ ”تم کو میں بتاؤں کہ دجال کا سامنا کرنے دس سواری میری امت میں سے جائیں گے۔ میں ان کے ماں باپ اور ان کے نام جانتا ہوں“ اب سوال یہ ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا تو میں نے آپ سے پہلے ہی کہا کہ وہ teacher اتنا بڑا ہے کہ انسان کو کسی قسم کے افراط و تفریط میں پڑنے نہیں دیتا۔ جس چیز کا مقصد اور واسطہ ہی نہیں ہے رسول

ﷺ سے، اس کے بارے میں انہوں نے کوئی رائے نہیں دی۔ قرآن پابند کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام افعال پر۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جتنی جتنی رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے مطابق information چاہیے ہوتی ہے وہ دیتا ہے اور اس information سے گریز کرتا ہے کہ جو اور دگر دھری پڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کوئی نغمہ تو تھے نہیں یا کوئی بادوگری کا یا قیادہ شناسی کا شوق تو نہیں تھا کہ وہاں کھڑے ہو کے کہتے کہ چھاجی تیرا باپ یہ کرتا ہے۔ تیری ماں یہ کرتی ہے۔ اس قسم کا کوئی علم وہ نہیں دے رہے تھے۔ وہ تو ہر زمانے کے سب سے بڑے استاد تھے اور انھوں نے اپنی limitations وہاں تک رکھی ہیں جہاں تک قرآن کا علم ہے۔ وہ قرآن کا مطلق تھے۔ قرآن مجسم تھے۔ انھوں نے قرآن پر احاطہ کیا جب تک قرآن کی explanation جاری رہیں تو ان کے لیے کوئی غیب نہیں تھا، نہ قیامت نہ دوزخ نہ جہنم نہ فرشتے، کچھ نہیں تھا۔ جب قرآن سے باہر بات جائے گی تو information ہمیں نظر نہیں آئے گی۔ بسا اوقات کہا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اس چیز کا علم نہ تھا۔ فرض کرو کہ حضرت یونس سے غلطی نہ ہوتی تو ہمیں "لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین" نہ ملتا اگر یونس بن حنی سے وہ خطا نہ ہوتی تو ہمیں یہ کلمہ نہ ملتا۔ اس کلمے سے یہ سند بھی نہ ملتی کہ نہ صرف میں نے یونس کو نجات دی بلکہ قیامت تک جو بھی مومن اس طرح پڑھے گا ہم اسے غم سے نجات دیں گے تو اتنی بڑی blessing کے مقابلے میں کیا آپ اسے یونس کی خطا کہو گے؟ خدا نے ایک چیز دینی تھی، اس کی situation پر خطا آجاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک سبق دینا تھا۔ آپ کو سبق یہ دینا تھا کہ بار! صوفیاء کے پاس وہ باتیں نہ لے جایا کرو جن کو تم ان سے بہتر جانتے ہو مثلاً ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میں نے لوکاٹ کی فصل اگائی ہے آپ بتائیں کیا کریں؟ مجھے تو پتا ہی نہیں ہے مگر میں انھیں کہہ دیتا ہوں کہ لوکاٹ اس طرح اگاؤ۔ اگلے برس وہ پھر آگیا، اس نے کہا جناب آپ کہے پر کیا تھا، وہ تو ستیا ماں ہو گیا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں کہتا ہوں کہ اسے بندگان خدا وہ کرو جس کا تمھیں تجربہ ہے۔ جہاں تم ان چیزوں پر ٹکیر نہ کرو۔ یہ سبق جہاں بڑا قیمتی سبق ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ جب black board لگا ہوا ہے تو استاد اپنے شاگردوں کو کہتا ہے کہ correct the sentences اور جان بوجھ کے اس میں mistake چھوڑ دیتا ہے تو پھر کوئی ذہین لڑکا اٹھے گا تو اس کی اس mistake کو دور کرے گا۔ استاد کہے گا، ٹھیک ہے، بھیجی ٹھیک ہے۔ وہ جان بوجھ کر mistake چھوڑتا ہے۔ اب اگر فرض کرو کہ رسول کریم ﷺ کے پاس کچھ لوگ کھجور

کے بارے میں پوچھنے کے لیے آئے۔ اول تو ان کا انا غلط۔ نہ انھوں نے کبھی کھجور کے درخت لگائے تھے (رسول اکرم ﷺ نے) نہ وہ کھجوروں کے باغ کے مالک تھے، نہ انھوں نے ان کو پانی دیا تھا۔ وہ بچپن میں اپنی بھینس چراتے تھے مگر جب پوچھا گیا اور رسول ﷺ نے جو جواب دیا اس میں ایک واضح قانون تھا کہ اے لوگو اپنے تجربات کو important سمجھا کرو اور جن چیزوں پر صدیوں سے عمل کر رہے ہو ان سے گریز نہ کیا کرو۔ ایک آدمی کی بات ایک دن یا ایک ہفتے کے لیے تو کارآمد ہو سکتی ہے مثلاً exceptionally دس کروڑ میں سے ایک آدمی میرے پاس آجائے اور کہے کہ جی میں نے سب لگایا، آپ دغا کرو کہ اس سے انکار نکل آئے تو we do agree کہ ایک آدمی آدھ واقعے میں ایسا ہو بھی جائے گا اور وہ اس لیے ہو گا کہ: ”رَبِّیْ یَفْعَلْ مَا یَشَاءُ“ (بے شک میرا رب جو چاہے کر سکتا ہے) مگر General law of conduct اور rule کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو تجربات اور استعداد میں زندگی رکھی ہے، جو رزلت رکھا ہے Prophet نے اسکو اس میں ابا کرنا تھا۔ اس لیے جب ان لوگوں کا نقصان ہوا اور وہ دوبارہ آئے اور کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ کے کہے پر عمل کیا تھا۔“ تو فرمایا: ”میرے کہے کو جیسے تمہارا تجربہ کہتا ہے۔“ تو یہ ایک بہت بڑا academic lesson تھا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ بعض اوقات پیغمبر کی خطا امت کا علم بنتا ہے اور ہمیں یہ علم حاصل ہوا ہے کہ ہم انسانی تجربات کو ignore نہ کریں۔ اس کے باوجود ہمارا مال دیکھنے کے ہم سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ تو یہ تعلیم دے گئے ہیں اور ہم تمام سنی سنائی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ہم scientific نہیں ہوتے۔ This is one of the strongest draw back in Ummat-e-Muslimah ہے یا ان بچہوں میں ہے جہاں ہم رہ رہے ہیں۔ جہاں ہماری تمام کی تمام out look emotional ہے۔ unscientific ہے۔

سوال: برمودا triangle کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: برمودا triangle اسرار و دنیا میں تو ضرور آتی ہے مگر اگر انھیں سے افسانوی رنگ بنایا جائے کہ اس Particular triangle میں بہت نقصانات ہوئے خاص طور پر اس میں verbosity بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ ایک مشہور واپس کار لائل نے بھی اسے موضوع بنایا اور مختلف fiction writers نے برمودا triangle پر لکھا اور اس کو بڑا سراہا بنایا۔ اگر میں

آپ کا پنا thesis دوں تو میں مختصر ایسی کہہ سکتا ہوں کہ پانی پر کچھ ایسے spots ہیں کہ جب رسول کرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آسمان و زمین بنانے سے پہلے خدا کہاں تھا تو فرمایا کہ اس کا عرش پانی پر تھا اور وہ جلیقات میں مصروف تھا اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ وَالْاَنْشَامَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ مِنْ مَّاءٍ (پھر ہم بلند ہوئے آسمانوں کو اور ٹھیک سات آسمان بنائے) پھر پوچھا گیا کہ اٹلیس کا تخت کہاں ہے۔ تو فرمایا کہ پانی پر۔۔۔ پہلے خدا کا عرش پانی پر تھا۔ جب وہ بلند ہوا آسمانوں کو اور وہاں اس نے عرش قائم کیا تو اب پانی پر اٹلیس کا تخت ہے۔ اب وہ کہاں ہے؟ ظاہر ہے کہ جنات نے اسے cordon کیا ہو گا۔ ان کی کوشش ہوگی کہ لوگ ان secrets تک بالکل نہ آئیں۔ ان کے اپنے مقام ہوں گے۔ ان کی اپنی force ہوگی۔ ان کے centres ہوں گے۔ یہ یاد رکھئے کہ جنات نقل ہیں۔ یہ weight رکھتے ہیں اور جگہ گھومتے ہیں۔ یہ حدیث Confirmed ہے کہ ”جنات کا تخت پانی پر ہے“۔ سات سمندروں میں کہیں پر اٹلیس نے بھی اپنا تخت ضرور بنالیا ہوا ہو گا اور وہ جگہ برمودا triangle بھی ہو سکتی ہے۔ But i am not sure میں آپ کو صرف اپنا ایک خیال پیش کر رہا ہوں۔ ایسی بہت سے جگہیں ہوں گی جہاں جنات کے ڈیرے ہوں گے اور بہت سی زمینیں ایسی ہیں جہاں جنات کی جگہیں ہوتی ہیں مگر خاص طور پر اٹلیس، شیطان، رستم کا تخت پانی پر ہے اور یہ تو برمودا کا کری پتہ چلے گا۔

سوال: بیت المقدس کے نیچے کوئی temples ہیں۔ کیا ان کو نکالنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے؟ یہ temples کیا ہیں؟ آج کل اسرائیل شاہ بیت المقدس کی کھدائی کر رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بیت المقدس کے نیچے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہاں ”ہیکل سلیمانی“ ہے اور اسل میں یہود ”ہیکل سلیمانی“ کے لئے بھی اسے نہیں نکال رہے۔ actually ان کا خیال یہ ہے کہ اس میں کہیں ”تابوت یکنہ“ ہے۔ یہود تو م کو چشمین کوئی جودی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ دوبارہ نکلے گے تو تابوت یکنہ ہمیں فتح دلائے گا۔ یہ ایک صندوق تھا جس میں آثارِ خیر موجود تھے اور اسکو قرآن حکیم نے بھی mention کیا ہے۔ پوری کی پوری یہودی تاریخ میں اسکا ذکر آیا ہے، اسکو ”تابوت یکنہ“ کہتے ہیں کہ اس میں تمام آثارِ خیر موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ کا عصا بھی اسی میں ہے۔ یہ وہ بتائیاں ہیں جس کا قرآن ذکر کرتا ہے کہ ملائکہ پھر اسے اٹھا کے لے گئے تو یہود کا خیال یہ ہے کہ وہ اسی مسجد کے نیچے کہیں ہے اور چونکہ یہود crazy ہیں۔ وہ صرف پوری دنیا پر حکومت

کرنا چاہتے ہیں تو انکا خیال یہ ہے کہ ”تاہوت سیکڑ“ نکلے گا اور ہم اسے آگے رکھ کر فتح یاب ہوں گے اور ساری دنیا کے حکمران ہوں گے۔ اُس وقت بھی لشکر کے آگے آگے تاہوت سیکڑ چلتا تھا اور یہودی فتح یاب ہوتے تھے تو یہ اس چکر میں ہیں کہ کسی طریقے سے کھود کھاد کے وہ ہمیں مل جائے مگر جیسے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے کہا تھا کہ اسے میرے پروردگار یا تباری جابل اور بد بخت قوم ہے کہ میری تجھ سے درخواست ہے کہ ان کے اس گستاخانہ طرز عمل کو بھول جانا: ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْبٰغِيّٰلِيْنَ“ (کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تباری ان جابلوں کے کاموں سے) تو یہ قوم جابلین ابھی بھی اسی کام میں لگی ہوئی ہے جو اس نے موسیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا کہ یہ ہزاروں سال پہلے ”بخت نذر“ کے زمانے میں نکل کے مدینہ اس لیے آباد ہوئے تھے کہ ان کے کمرانوں میں پیشین کوئی موجود تھی کہ ایک نبی یا خیرالزمان آئے گا، وہ شرب میں آئے گا اور جب وہاں وہ آئے گا تو اسکے توسط سے تم دعا مانگنا تو قبول کی جائے گی اور تم سارے زمانے پر غالب آؤ گے، جب تک رسول اللہ تشریف نہیں لائے تھے تو قوم یہود ان کے ویلے سے دعائیں مانگتی تھی تو قرآن کہتا ہے کہ اسے پیغمبر جب آپ نہیں آئے تھے تو قوم یہود تیرے ویلے سے ہم سے دعا مانگتی تھی۔ جو ہم قبول کرتے تھے مگر جب تم آگئے ہو تو یہ تمہارا انکار کر بیٹھے ہیں یعنی آپ دیکھو کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ویلے کا بھی ایک سوال حل کر دیا کہ ابھی حضور ﷺ آئے بھی نہیں تھے تو یہ قرآن کہتا ہے کہ یہ قوم یہود تیرے ویلے سے ہم سے دعا مانگتی تھی اور جب تو آیا جتو یہ تیرا انکار کر رہے ہیں۔ ان سے زیادہ بد بخت کوئی کیا ہوگا؟

وما علینا الا البلاغ

سیرت النبی ﷺ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ

لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَّسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِيْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

ثواتین و حضرات! ہر استاد کا ایک فخر ہوتا ہے، ہر عالم اپنے حعلم پر ماز کرتا ہے اور جب تعلیمات mix ہو جائیں، علومات mix ہو جائیں، استاد mix ہو جائیں تو وہ تقاضا بہام کی نذر ہو جاتا ہے۔ استاد اول و آخر، وہ ربیہ کائنات، وہ صاحب کھوت السموات، اس کو بھی ایک ایسے طالب علم کی ضرورت تھی جس کی علومات، جس کے علم، جس کی شناخت میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ نہ ہو، یہ وہ تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ "اُمّی" تھے۔ دنیا کا کوئی استاد یہ Claim نہیں کر سکتا تھا کہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو کسی کائناتی یا زمینی حقائق کی کوئی تعلیم دی تھی، اللہ کو یہ سزا

تھا کہ یہ طالب علم میرا پڑھایا ہوا ہے۔

خواتین و حضرات! بے حد حساب محبتوں اور عقیدتوں میں ہم ایک بات بھول جاتے ہیں کہ تمام پیغمبر اپنے زمانے کے High top intellectual ہوتے ہیں۔ پیغمبر کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ ایک پیغام پہنچانا اور دوسرا اپنے پیغام پر آتے حملوں کو face کرنا..... اگر پیغمبر میں یہ قوت و استقامت نہ ہو، یہ جرأت و خیال نہ ہو، اثبات و یقین نہ ہو تو کئی مرتبہ وہ اپنے اس اعتماد میں ڈال ہوا جاتے ہیں کہ کیا واقعی جو message ہم لے کر چل رہے ہیں، واقعی جس خدا کے کائنات کو ہم represent کر رہے ہیں، تو کیا یہ scepticism کو face کر سکے گا؟ کیا یہ secular attitude کا سامنا کر سکے گا؟ کیا یہ منطقی اعتراضات کا سامنا کر سکے گا؟ کیا یہ سائنسی حقائق کا سامنا کر سکے گا؟ کیا حقیقتوں کے اس سیلاب کو جو مخالف زبان اپنے من سے نکالتی ہے کیا قرآن اس کو face کر سکے گا؟ کیا تورات face کر سکے گی؟ کیا عہد نامہ قدیم اس کو face کر سکے گا؟ کیا عہد نامہ جدید اس کو face کر سکے گا؟ مختصر اُن ایک پیغمبر کا intellectual معیار اپنے زمانے میں سب سے بڑا ہونا ہے مگر اس پیغمبر کے بارے میں کیا کہو گے جس پر کتاب ختم ہوئی، نعمت تمام ہو گئی

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي“

(آج پیغام ختم ہو گیا، نعمت تمام ہو گئی)

بھئی و سعید ذہن ایک محد و دوسرے کیلئے کسی پیغمبر کو عطا کی جاتی تھی جب محمد رسول اللہ ﷺ کو ختم المرسلین بنا دیا، نبی آخر الزمان بنا دیا تو اللہ کی طرف سے ان کو اتنی وسعت ذہن عطا کی گئی کہ اس وقت سے جب سے حضور ﷺ کی ولادت ہوئی کائنات کے آخر وقت تک حضور ﷺ کی علیت کا سکہ چلتا رہے گا۔

آپ حیران تو ہو گئے کہ آخر جو ہم نے سنا، جو ہم نے پڑانے زمانوں کی باتیں سنیں، جب سے ہم نے مذہب کو ”اساطیر الاولین“ declare کر دیا، ہمارا خیال تھا کہ وہ ذہانت، وہ علیت جو آج سے بہت عرصہ پہلے تھی اور وہ ذہانت اور علیت جو آج کے وقت میں جہاں میں

اتفاق ہے کہ پرانی سب باتیں صرف خرافہ و کذب و بہتان نظر آتی ہیں اور یہ کہ جن میں وہ اپنی معیار نظر نہیں آتا۔ وہ علمی معیار نظر نہیں آتا کہ جو اصول آج کے intellectuals کا ہے، کسی ڈاکٹر ”خود بھائی“ کا ہے یا کسی ”اختیار بھائی“ کا ہے۔ یہ intellectual پہلے نظر نہیں آتا۔

خواتین و حضرات! آج کی تقریر میں میں خلیفہ کے اس اپنی معیار سے آغاز کر رہا ہوں جس کی شناخت کرنا مسلمانوں کا کام ہے، اعلیٰ ترین علمائے فلسفہ کا کام ہے۔ جن کو دانش پرماز ہے بیان دانشوروں کا کام ہے۔ ذرا سوچنا کہ چند سو برس پہلے جب کہ علوم و انسان اتنی کمتر تھیں جبکہ cosmology کا علم صرف Ptolemy تک محدود تھا بلکہ Copernicus تک بھی علمیت کا کوئی سراغ نہیں تھا، اس وقت خلیفہؑ کیا فرماتے ہیں؟ ذرا غور کرنا اپنے خلیفہؑ کی بات پر..... خواتین و حضرات! اس سے پہلے ایک مختصر بات کہتا چلوں کہ دور حاضر کے بہت بڑے استاد کا ایک بہت بڑا شاگرد تھا، وہ کائنات کا شاگرد دلارڈ برٹینڈرسل..... ایک دفعہ وہ کائنات نے حکایت کی کہ میرا شاگرد ایسا عجیب و غریب نکلا ہے کہ principi of mathematica کے جو بنیادی ٹیچرز ہیں وہ مجھ سے چپا کر لے گیا ہمارے اعتراف بھی نہیں کیا رسل نے کہ میں نے اپنے استاد، وہ کائنات سے لیے ہیں مگر رسل نے ایک مختصر سی بات پوری علمیت کے بارے میں کہی۔ اس نے کہا:

We only know the relationship of things, we don't know the nature of things.

محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا:

”الْلّٰہُمَّ نَسْتَعِیْذُ بِعَقِیْقَتِ الْاَشْیَاءِ“

(اے میرے مالک و کریم! مجھے اشیاء کی حقیقت کا علم دے)

یہ approach شناخت کی approach ہے۔ ایک بندہ (رسل) حقائق دنیا کو approach کر رہا ہے اور ایک شخص جو مثیل خدا ہیں وہ حقائق اور معرفت عالم کو approach کر رہے ہیں۔

اگر خدا کی طرف سے دیکھا جائے تو انسان میں تمام علم تخلیقات کو جاننے کا علم ہے جسے ابھی آپ نے ”زل“ کی بات سنی کہ تمام علم تخلیقات کو جاننے کا علم ہے اور تخلیقات میں تین بڑی چیزیں شامل ہیں۔ دو ان میں سے حقوق ہیں اور ایک خالق ہے۔ ان میں سے ایک انسان کی ذات کا علم جسے شعور ذات کہتے ہیں اور ایک وہ علم جو شعور کائنات ہے اور جب یہ دونوں حاصل ہو جائیں تو ان کی بنیاد پر وہ علم حاصل ہوتا ہے جسے آپ شعور پروردگار کہتے ہیں جو اپنی ذات سے نکلتے ہوئے، شعور ذات سے نکلتے ہوئے بالآخر اس مابعد الطبیعی حقیقت تک پہنچتے ہیں جسے آپ پروردگار، اللہ یا خدا کہتے ہیں۔

خواتین و حضرات! اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا، شاید یہ بات آپ کی مرتبہ پوچھتے ہو۔ بڑے بڑے دانشوروں اور اپنے آپ سے بھی پوچھتے ہو۔ یہ تجسس بڑا قیمتی ہے۔ انسان جب بھی کائنات کے بارے میں سوچتا اور خدا کے بارے میں سوچتا ہے تو یہ سوال اس کے ذہن میں آتا ہے تو حضور ﷺ سے پوچھا گیا

”أَيْنَ كَانَ زَيْنًا قَبْلَ أَنْ يُخْلَقَ الْخَلْقُ“

(یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کائنات بنانے سے پہلے کہاں تھا؟)

یہ سوال کسی cosmologist سے پوچھا جاسکتا ہے..... بلکہ اس سوال پر ایک مشہور ترین cosmologist نے کہا کہ اگر مجھے پتہ ہو کہ Big Bang سے ایک لمحہ پہلے خدا کیا کر رہا تھا تو میں پوری کائنات کو سمجھ سکتا ہوں۔ اس کو یہ علم نہ تھا، نہ ہوا مگر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، کہ پروردگار عالم اس کائنات کی تخلیق سے پہلے کہاں تھے تو حضور ﷺ نے جواب دیا..... (اس کیلئے بھی آپ کو کافی research کرنا پڑے گی، کائناتی research کرنی پڑے گی۔ بہت سارے سارے اوراق پھرو لے پڑیں گے) ”کَمَانَ فِي عَمَاءٍ“ (وہ وحند میں تھا، بادلوں میں تھا) کہ universe create کرنے سے پہلے پروردگار عالم وحند میں تھا۔ ”عَمَاءٍ م تَحْتَهُ هَوَا وَمَا فَوْقَهُ هَوَاءُ“ (اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی) یعنی وہ بادل تھے۔ ہر تن کائنات سے پہلے بادل ہی بادل تھے۔ اس کے اوپر بھی بادل تھے، اس کے نیچے بھی بادل تھے

اور وہ ان عظیم ترین بادلوں میں اپنا تخلیقی کام کر رہا تھا۔

خواتین و حضرات! اس جواب کے بارے میں اگر کسی سائنسدان کو حقیقی شوق ہو گا تو اسے پتہ لگے گا کہ چند سو برس پہلے ایک جنیفر نے ایک ایسی عجیب و غریب بات کی کہ تمام Cosmological survey پیچھے رہ جائیں گے۔ اگر آپ کائنات کے origin کے وقت میں جائیں گے، زمین و آسمان اور ستاروں کی تخلیق سے پہلے کی کائنات کو پیچھے نہا جائیں گے تو اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ سب سے پہلے کائنات کی تخلیق ان عظیم ترین بادلوں کے گروہ سے شروع ہوئی جن کو Siddim کہتے ہیں مگر یہ آج کی تحقیق ہے۔ جنیفر نے بہت پہلے یہ بتا دیا اور ان کا Mental calibre آپ اس چھوٹی سی بات سے judge کر سکتے ہو کہ یہ بات چند سو برس کی چینی researches اور انتہا درجہ کی مثنوں سے گذرتے ہوئے آخر کسی سائنسدان یا بہت سے سائنسدانوں نے confirm کی ہوئی کہ کائنات کی سب سے پہلی تخلیق ان عظیم بادلوں سے ہوئی۔

خواتین و حضرات! ایک علم کا سراغ اس حدیث میں ملا ہے جسے ہم وہی بنیادی حدیث کہتے ہیں۔ ایک دیوانہ سا لڑکا تھا۔ پاگل سا، مجنون سا۔۔۔ ماں اُسے دیوانہ سمجھتی تھی، لوگ اُسے کوئی جن بھوت سمجھتے تھے۔ عجیب اوث پٹانگ باتیں کرتا تھا۔۔۔ یہ مطلق علیہ حدیث ہے بخاری اور مسلم میں ہے۔ اس کی ماں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہ میرا بیٹا بیمار ہے، اُس کی بیماری سے بڑی تنگ ہوں، پریشان ہوں۔ آپ مد فرمائیے، ماسکا کچھ علاج فرمائیے۔ کہا: ”اچھا! میں اسکو دیکھوں گا، میں اُس کے قریب جاؤں گا۔“ رسول کرم ﷺ ایک دفعہ چھپتے چھپاتے وہیں بنیاد کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اُس کی باتیں سننا شروع ہو گئے۔ اتفاق سے ماں کو پتہ چل گیا کہ رسول اللہ ﷺ اُس کے بیٹے کی باتیں سن رہے ہیں وہ دوڑی دوڑی آئی، اُس نے دور سے آواز دے دی کہ رسول اللہ ﷺ تیرے پاس ہیں، پیچھے ہیں اور تیری باتیں سن رہے ہیں۔ سرکار ﷺ نے تاسف فرمایا، افسوس فرمایا، ایک جملہ کہا۔ خواتین و حضرات! اس جملے پر غور کیجئے گا کہ آخر کس علم کا شخص حضور اکرم ﷺ کے پاس تھا فرمایا: ”مگر تو آج اس کی باتیں مجھے سننے دیتی

تو میں اس کے مرض کو جان لیتا۔“

Perhaps this was the first ever psychological study of the man?

یہ تحلیل نفسی کا پہلا کاغذہ وقرینہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ اگر اس کی باتیں سنتے تو اسکی ٹوٹی پھوٹی language سے اس کے ذہن کی کیفیت کا اندازہ کر کے اس کی تیاری کے بارے میں بتا دیتے اور آج تک یہ طریقہ سائیکالوجسٹ استعمال کر رہے ہیں۔

بہت مدت ہوئی کہ نفسیات فلسفہ سے علیحدہ ہوئی، تحلیل نفسی کے بہت زیادہ طریقہ کار دریافت ہوئے۔ کہیں تجسّات نکلا، کہیں personal تحلیل نقلی، کہیں psycho analysis نکلا مگر یہ طریقہ کہیں نہیں گیا کہ جب تک کوئی کسی کی بات نہ سن لے کسی کی بنی حالت کو اچھی طرح جانچ نہ لے اس کے مرض کا تعین نہیں ہو سکتا۔ خواتین و حضرات! چند رہسورس پہلے اگر مسلمان غور کرتے اور اپنے پیغمبر کی طرح ہی علم کی ہوس کرتے تو شاید بہت پہلے وہ Psychoanalytical processes کو جان لیتے۔ خواتین و حضرات! ایک دفعہ مجھے اتفاق ہوا۔ اس وقت کلونک نہیں آئی تھی تو I was talking in Sialkot۔ اس وقت بھی موجود ہے، تو میں نے اس ہال سے کہا کہ میرے رسول ﷺ نے خبر دی ہے کہ وہ ہال کی اس وقت علامت ظاہر ہو جائے گی کہ جب He will be able to create an exact replica of a human being۔ ”کیسے؟“ میں نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے فرمایا: ”دجال کے پاس ایک شخص آئے گا اور کہے گا: ”کیا تو میرا بھائی زندہ کر سکتا ہے؟“ تو دجال کہے گا۔ ”ہاں، کر سکتا ہوں، میں تیرا بھائی دوبارہ پیدا کر سکتا ہوں“ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ پھر اس کے بھائی کو دوبارہ پیدا کرے گا تو اصحاب رسول ﷺ نے ایک بڑا مقول سوال کیا، اگر دیکھا جائے تو میرے خیال میں بڑا scientific سوال کیا۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ وہی شخص ہوگا؟“ فرمایا: ”نہیں، وہ نہیں، اس کی مثال ہوگا۔“ خواتین و حضرات! میں نے انہیں

کہا کہ میرے رسول ﷺ نے خبر دی ہے کہ

Genetic sciences will one day be able to create a perfect clone of another person. چھ مہینے کے بعد پہلی جھیز کی کلوننگ کی خبر آئی۔ مگر اگر اہل عقل ہوتے، اہل اسلام اپنے Prophet کی باتوں پر غور کرتے تو شاید آج سے بہت پہلے ان کو پتہ چل جاتا کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو کتنے بڑے انسانی واقعے کی خبر دی ہے۔

خواتین و حضرات! انسان کا قافلہ پالیس ہزار برس سے شعوری حرکت کر رہا ہے۔ After the last ice age انسان ایک تیز تر عقل پا گیا، ایک ہنگامی دریافتی وجود پا گیا۔ وہی انسان جو ایک پیٹھے، ایک مانگے کے سہارے پر انسٹ روپل رہا تھا، پچھلے ڈیڑھ سو برس سے نہک رفتار ہو گیا، اتنا تیز ہو گیا۔ آپ خود غور کرو کہ ایک آدمی اگر بڑا انسٹ رو ہو اور ایک دم سے اسکی Brain speed تیز ہو جائے تو آپ psychologically "ٹیز فریک" ہے۔ ایک ایسی briskness کا شکار ہو گیا ہے، ایسی تندی اور تیزی کے لیے کا شکار ہو گیا ہے کہ کہاں تو وہ پینتیس ہزار سال سے چوٹی کی رفتار سے چلا آ رہا ہے ابھی ڈیڑھ سو برس پہلے تو اس کے پاس ایک روغن "نفت" تھا، ایک اوپر سے لشکروں سے گرانے والا تیل تھا، ایک آدھ چھوٹی موٹی توپ و بارود کے سونکے دھماکے اس نے بنائے ہوئے تھے ایک ریڑھا تھا، ایک جنگل تھا، گھوڑے چل رہے تھے کھواروں سے لڑائی ہو رہی تھی اور کہاں آج کے دن آپ ہائیڈروجن اور ایٹم کی تباہ کاریوں تک آگئے ہو، Obviously these are fifty years انسان کا دماغ اتنی تیزی سے آگے بڑھا ہے کہ وہ اپنے balance کو اور اپنے مزاج کے عمل کو ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔ میں اس کو "اجتماعی ٹیز فریک" کہوں گا جو آج کے تمام انسانوں کو نصیب ہے ظاہر ہے کہ انسان اس جدت، اس اختراعی ذہن کی بدولت اپنے آپ کو "خدا کے حقیقت" سمجھتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ زمینی حقائق نے اسے طاقت دے دی ہے کہ اب وہ باقی کائناتی مسائل بھی سلجھا سکتا ہے مگر

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا کی خبر

خواتین و حضرات آگے چلیں۔۔۔ حضور گرامی مرتبت ﷺ کی حد بہ مبارک ہے۔ ”زیادہ مت ہنسو، زیادہ ہنسے سے روح مردہ ہو جاتی ہے۔“ یہ مذہبی نکتہ نہیں ہے۔ غور کرو! اس شخص کی insight پر، اس عالمِ فطرت کی insight پر کہ بعد روشنیوں کے فشار میں بھی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ اگر بعد و حساب روشنی آنکھ میں پڑے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔ وہ شخص، جس کی ہمیشہ آفت کے دور میں، anxiety میں، depression میں، ہر وقت، خوشی کی تلاش ہو، جو ہر وقت ہنسے کی کوشش کر رہا ہو وہ جلدی depress ہو کے اپنی زندگی کو خیر آباد کہہ دیتا ہے اسلئے کہ زندگی ہنسنا نہیں، زندگی سمجھنا بھی ہے۔ ہماری priorities ناقص ہیں۔ وہ جو ہر امن لوگوں کی، سکون پرستوں کی priorities ہیں وہ بھی different ہوتی ہیں۔ اسی لئے

One of the mistake of human generation today to give more importance to lesser priorities and the less importance to the top priority.

سب سے بڑا نقص جو زمانہِ حاضر کی، سب سے آگے بڑھتی ہوئی، تیزی سے نکلتی ہوئی عقل کو درپیش ہے کہ وہ اپنی priorities کے تعین میں ناقص ہے۔ جب تک آپ کم از کم اپنے سے بڑے ذہین و فطین اور دانشور لوگوں کو، وہ جن کو خدا حدِ کریم نے عقل و معرفت عطا کی اور جن میں سب سے بڑی حیثیت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ اگر آپ ان کی ذہانت سے استفادہ نہ کرو گے، اگر آپ ان کی دانش سے استفادہ نہیں کرو گے تو آپ نبی پاک ﷺ کی حقیقی محبت تک نہیں پہنچ سکتے۔ آپ ﷺ کی عقیدت و محبت میں نفع سنا دینا اور بات ہے۔

If you really want to be peaceful, if you really want to be a true intellectual.

اگر آپ اپنی ذہانت کے شر سے بچنا چاہتے ہو تو یاد رکھنا کہ رسولِ کریم ﷺ ایک دعا

مانگا کرتے تھے۔ کسی آدمی کا status اُس کی زبان سے ہی نکلتا ہے۔ شیخ سعدی نے فرمایا کہ
کہا تھا کہ

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و بنش نبفتہ باشد

(جب تک مرد بات نہیں کرتا اُس کے عیب و بنش چھپے رہتے ہیں۔)

ادھر مزے سے بات نکلی ادھر ساری صفات ہوا ہو گئیں۔ وہ ساری شخصیت، وہ چہرہ، وہ وہاں بہت، وہ بڑی بڑی موٹھیں، وہ خوبصورت نلائی آنکھیں، جاہلیت میں ڈوب جاتی ہیں۔ ایک مجلس ہو رہی تھی تو اس میں دیکھا گیا کہ ایک بڑا ہی خوبصورت انسان آیا۔ ماشاء اللہ! صلیب مارک بھی تھیں۔ مرد رشک میں چلے گئے، خواتین آرزو میں چلی گئیں، جدھر سے گزرتا زمین خالی ہو جاتی، اس انداز سے اٹھا اور اس انداز سے بیٹھا۔ تمام لوگ اس آرزو میں تھے کہ یہ کیا حسین شخصیت والا..... انسان ہے اسکو بڑے غور سے دیکھا جا رہا تھا۔ کہاں، اسی ٹیبل پر سویت ڈش آ گئی۔ جب سویت ڈش آئی تو ایک دم وہ الوؤں کی طرح بیچا۔ ”آبا میری پسند آ گئی“ تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارا نکل مٹا۔ اور سنجیدگی کا بیچ آن گرا۔

And people thought even such a handsome man could be a big duffer.

مفتکو سے ہی شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذرا رسولِ کرم ﷺ کی دو دعائیں سن کر بتا کہ اُس انسان کا کیا calibre ہے جو یہ دعا مانگ رہا ہے:

”اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُورًا“

(اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما)

”وَاجْعَلْنِي شَكُورًا“

(اے اللہ! مجھے ہمیشہ شکر کرنے والا بنا)

”وَاجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَفِي عَيْنِ النَّاسِ كَبِيرًا“

(اے پروردگار عالم! مجھے میری نگاہ میں ہمیشہ چھوڑ رکھ اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا کر دے۔)

ملاحظہ فرمائیے، یہ آپ کے رسول ﷺ کی دعا ہے جس کے بارے میں confirmed ہے کہ زمین و آسمان میں اس سے بڑا انسان کوئی نہیں۔ کہا قرآن حکیم نے: ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ عالمین کا ترجمہ و تشریح میں universe ہے کائنات ہے، دنیا ہے، جہان ہے۔ اور فرمایا: ”وَكُتِبَ عَلٰی نَفْسِهِ رُحْمَةً“ (میں نے اپنے اوپر رحمت کو ترجیح دی ہے کہ میری تمام منفات پر میری رحمت غالب آگئی ہے اور تمام رُحْم کائنات سمیت کرمہ ﷺ میں رکھ دی۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رُحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ ادھر بھی ”عالمین“ ہے، ادھر بھی ”عالمین“ ہے۔ وہ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ ہے اور یہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رُحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ ہے۔ جہاں جہاں عالمین کا وجود ہے وہاں ”رحمت اللعالمین“ کی رحمت کا وجود ہے۔

خواتین و حضرات! No body can imagine the respect of that person in the eyes of God. کسی کے تصور سے بالا ہے کہ ”محمد رسول اللہ ﷺ“ کا کیا مقام ہو سکتا ہے، کسی کے بھی تصور سے بالا ہے۔ کچھ معترض بھی ہیں، بھلا مغرب کو کیا

ۛ چہ دائرہ پوزنہ لذاتہ اورک

(بھی بندہ کو اورک کی لذت کا کیا پتہ)

اُن کو کیا پتہ محمد ﷺ کون ہیں؟ بڑی مدت ہوئی، ایک پادری تھا، بہت پڑھا لکھا، دانشور، French پادری تھا، اُس کا نام ”لامنس“ تھا۔ اُس نے مسلمانوں پر ایک بڑی مصدقہ کتاب لکھی، بڑی تحقیق کی، ذرا غور کیجئے گا، آپ کو فوراً ہی اُس کی تحقیق سمجھ آ جائے گی۔ اُس تحقیق میں لکھا ہے The Muslims worship a God whose name is Mohet. کہ فراموشی تھا، محمد ﷺ بھی نہیں صحیح طرح پڑھا کہ جملہ مسلمان ایک دیوتا کی پرستش کرتے ہیں جس کا نام بہت ہے۔ ”تاریخ عروۃ و زوال روم“ کا مصنف Edward Gibleon متعصب ہے، کہیں کہیں دیا سجدہ تاریخ اس میں موجود ہے۔ ”عروۃ و زوال روم“ کو ختم کرتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں Eastern Roman Empires کی تباہی کا ذکر کرتا ہے۔

”اجنادین“ کے معرکوں کا ذکر کرتا ہے۔ ”اظہار“ اور ”یرموک“ کے معرکوں کا ذکر کرتا ہے۔ بڑی قوم کا، چھوٹی قوم کے ہاتھوں زوال کا ذکر کرتا ہے۔ آخر میں پہنچتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ پر رائے دیتا ہے، کچھ اپنے تعصبات کی باتیں کرتا ہے، کچھ ان کی خوبیوں کی باتیں کرتا ہے اور آخر میں ایک جملہ لکھتا ہے۔

I can't make a decision whether to call him a prophet or an imposter.

وہ کہتا ہے کہ یہ خوبیاں ہیں، یہ خامیاں ہیں مگر میں فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اسے پیغمبر کیوں یا جھوٹا۔ یہ اس کا اندازہ تعریف تھا مگر بعد میں آنے والے کیا کہتے ہیں؟ جب تعلیم بڑھی، ”طلوات“ بڑھیں، ”کارلائل“ نے اپنی کتاب Heroes and hero worship مرتب کی تو اس کے سامنے سب پیغمبر تھے موسیٰ اور عمران بھی تھے، عیسیٰ بھی تھے، ابراہیم بھی تھے، داؤد بھی تھے، اس نے کسی کو نہیں چنا۔ اس نے کہا کہ جس انسان نے ظلم میں ہمرفت میں، دانش میں، عقل میں، کردار میں، اخلاق میں اگر سب سے زیادہ دنیا کو متاثر کیا ہے اور اگر کوئی شخص deserve کرتا ہے انسان کا hero ہوتا تو وہ ”محمد رسول اللہ“ ﷺ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ

۔ خوشبو آفت کہ خود بیوہ نہ کہ عطار بگوید

خوشبو تو وہی جوانی شہادت آپ دیتی ہے۔ عطار جتنی مرضی تعریف کرتا رہا اس کے کہے سے خوشبو، خوشبو نہیں ہو جاتی، خوشبو تو وہی ہے جو خود پکارتی ہے کہ میں کیا ہوں، نہ کہ ”عطار بگوید“ عطار کے کہنے سے خوشبو نہیں بنتی۔ یہ وہ خوشبو ہے جو غیر کی زبان سے نکلتی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے، ایک سو تاریخ ساز انسانوں کا فیصلہ کرنے دو انگریز بھائی بیٹھے۔ انہوں نے تاریخ مرتب کی: Hundred great men بہت سو چاہو گا، بڑا غور کیا ہو گا، کئی نظریات سامنے ہونگے مگر جب کتاب بن چکی۔ آخر میں آئے تو سب سے پہلا عظیم ترین انسان ان کے بقول جس نے تاریخ انسان کو متاثر کیا، ”محمد رسول اللہ“ ﷺ تھے۔ آپ یقین جانیئے کہ ان کی تعریف کی رسول اللہ ﷺ کو ضرورت نہیں۔ آپ یقین جانیئے کہ آپ کی تعریف کی بھی رسول اللہ ﷺ کو ضرورت نہیں۔ خدا نے اپنے بندے کو جو مقام دے دیا وہ اتنا بلند ہے، اتنا عظیم ہے کہ زمین و آسمان مل کر بھی اس کی کسر شان نہیں کر سکتے۔ اسلئے ان کو آپ سے غرض نہیں۔ ہاں ان کی محبت آپ کے ساتھ قائم ہے۔

ابھی تک تو آپ نے یہ سوچا ہو گا کہ یہ کل کی باتیں ہیں مگر کچھ باتیں آگے کی بھی ہیں۔
 حیران کن علم ہے۔ دانشوری سمجھ نہیں آتی مگر اس دانشوری کی وجہ وی ہے کہ استاد نے چاہا کہ جو علم
 میرے شاگرد کو حاصل ہو اس میں کوئی ٹیل نہ ہو، اس میں کوئی اور استاد شامل نہ ہو اور ایسی
 information کسی کے پاس نہ ہو۔ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا:

”اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ“

(اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان تخلیق کیئے اور اس جیسی سات زمینیں)

”يَنْزِلُ الْأَمْرُ بِبَيْنُهُنَّ“ (الطلاق: ۱۶)

(اور ان تمام زمینوں میں اللہ کا حکم اترتا ہے)

خواتین و حضرات! Basically you are science students. It means there are seven life belts. مگر ہماری universe میں تو ایک ہے اور خدا فرما رہا ہے کہ میں نے تمہاری کائنات جیسی سات کائناتیں پیدا کی ہیں اور تمام کائناتوں میں ایک ایک دنیا ہے اور یہ غالی نہیں ہیں۔ There is no need to be the narcissist۔ human beings on this earth. تم اس بات پر مازاں نہ ہونا کہ صرف ہم ہی انسان ہیں۔ آپ جیسی سات بستیاں اور ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سات بستیاں، سات دنیا کیں، life belts اور بھی ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان life belts میں زندگی ہے کہ نہیں۔ مفکرین اور سائنسدانوں کے افکار کے مطابق ابھی تک human life سے مشابہ زندگی ان کو اپنی کائنات میں نظر نہیں آئی۔ یہ یاد رکھیے۔

They have an option but they are not sure about it. پندرہ سو برس پہلے spiritual سائنسدان بڑے sure ہے، ”تمہ رسول اللہ ﷺ بڑے
 ہیں۔ ہنگامہ یہ ہوا خواتین و حضرات کہ اللہ نے جنت کا عرض دے دیا۔ قرآن میں جنت کا عرض
 دے دیا۔ یہ عرض وہ نہیں تھا جو مولوی بتا رہے تھے، جو علمائے اسلام بتا رہے تھے۔ یہ عرض عجیب و
 غریب تھا۔ اللہ نے چوڑائی دی قرآن حکیم میں اور فرمایا، اس سے پہلے یاد رکھئے گا کہ ابھی ایک
 دور تین ستارہ جو آنکھ سے نظر آیا جو پندرہ بلین light years کے فاصلے پر ہے۔ یہ نہیں پتہ
 کہ یہ کائنات اول کی دلیلیں ہے یہ نہیں پتہ کہ یہ کائنات اول کا انجام ہے ابھی trillion
 years اور بھی نظر آ رہے ہیں۔ زمان و مکاں کے پیمانے سکر رہے ہیں۔ ہمارا اندازہ ختم ہو رہا

ہے کہ یہ کائنات کتنی بڑی ہو سکتی ہے کیونکہ ایک border جو قریب ترین نظر آیا ہے، وہ ستارہ جو نظر آ رہا ہے کم سے کم پندرہ Billion light years پر ہے۔ یہ سب ایک universe کی ابتداء..... اس کے پیچھے سات اور کائناتیں ہیں، اس کے پیچھے جت ہے۔
خواتین و حضرات! قرآن حکیم میں اللہ نے حدود وار بول دیا، کہا:

”أَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ“

میں تمہیں اس جہت میں داخل کروں گا جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی لمبائی سے بھی بڑی ہے۔ This is such a big hugeness, unimaginable۔
hugeness ہے۔ جہت کیا ہے؟ کتنی بڑی ہے؟ اس کا معمولی سا اندازہ ہمیں اپنی کائنات کے ابتدائی پیمانوں سے ملتا ہے۔ کسی نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا، اب ذرا تفصیل دیجئے، حیران کن تفصیل ہے۔ دو اعداد ۱۰ آپ کے خیبر کی آپ کو سنانا ہوں۔ یہ Intellectual اعداد نہیں ہیں، یہ دنیا کے اس علوم و تربیت و خیبر کی باتیں ہیں کہ اس جیسا ذہن کبھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔ نہ اس جیسی تعلیم کبھی پائی گئی۔ فرمایا: جب لوگ جہت میں داخل کر دیئے جائیں گے، تو جہت میں ابھی بہت جگہ ہوگی..... آخر اتنی بڑی Galaxial life جو اتنے billions اور trillion years کے فاصلوں پر ہے وہ کتنی بڑی ہوگی جبکہ اس چوٹی کی galaxy میں دو ارب سو سو تھوڑے سے ہمیں نظر آ رہے ہیں تو فرمایا، مسلم کی حدیث ہے بخاری کی ہے، متفق علیہ ہے، بغیر کسی شبہ کے ہے۔ جب لوگوں کو کوئی حدیث نہیں سمجھ آتی تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ کمزور ہے۔ اتفاق سے یہ کمزور حدیث ہے..... فرمایا: ”لوگ جب جہت میں داخل کر دیئے جائیں گے تو جہت میں پھر بھی جگہ بچے گی، پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا، نئی دنیا ہوگی، پھر نئے سرے سے ان کے حساب کتاب ہوں گے۔“ خواتین و حضرات! اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساتوں زمینوں کا Sequence singular نہیں ہے، اگر میں آج کی اس کائنات کو calculate کروں اور اپنی دنیا کی عمر کا اندازہ کروں تو ہماری دنیا تیسری دنیا ہے۔ اس سے پہلے لوگ جہت میں جا چکے ہیں اور ہمارے بعد بھی لوگ جہت میں جائیں گے یا معاذ اللہ، استغفر اللہ میں کہتا نہیں چاہتا ہوں دوسری side بھی ہے مگر آپ اصرار نہ ہی جاؤ تو بہتر ہے۔ ان ساری جگہوں میں آپ غور کیجئے کہ یہ متواتر ایک سلسلہ کائنات ہے کہ ساتوں universes میں، ساتوں زمینوں میں، یہ plantations ہیں۔ یہ small plantations ہیں۔

”مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ“

انفوس کی بات یہ ہے کہ اللہ کا جو انتخاب ہے وہ بالکل صحیح و درست ہوتا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کب تک یہ wastage چلانے کا؟ wastage ہی wastage ہے۔ اتنی بے پناہ wastage خدا قبول کرتا ہے seculars کی wastage قبول کرتا ہے denial کی کرتا ہے، ظالم اور ناشکرے کی کرتا ہے۔ جیسے اُس نے قرآن میں کہا: ”ایک پتھر بٹکا چٹکا اگر پھینک دوں تو تھم چکنا چور ہو جاؤ“ ایک asteroid اُس کا چھوٹا سا پتھر بھی کم از کم سو میل لمبا، سو میل چوڑا تو ہو گا..... اللہ کا پتھر ہے، اگر وہ سورج کو چراغ کہتا ہے اور آسمانوں کو وہ کہتا ہے کہ میں نے چراغوں سے سجایا ہے تو کم از کم اُس کا پتھر بھی تو اتنا ہی بڑا ہونا چاہیے جتنا سورج کا چراغ ہے..... اور ایک پتھر اگر وہ آپ پر پھینک دے تو زمین چکنا چور ہو جائے اور سارے اعتراضات اُس پتھر کے نیچے دفن ہو جائیں مگر اُس کا بڑا عجیب و غریب standard ہے۔ پوچھا گیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟“ یعنی دراصل پوچھا گیا کہ اللہ کب تک یہ ”جنت و نار“ ارضی نبردِ داشت کرے گا، کب تک یہ شمس اور بطریح کی حماقتیں برداشت کرے گا، کب تک یہ جناس جو زمین پر پیدا ہو گئے ہیں جو اپنے آپ کو خلاقی ذمہ من کہتے ہیں، جو بڑے بڑے حساب و کتاب لگا کر ڈیڑھ اُن تیار کر کے دنیا کے نقشے بنا رہے ہیں ان کو برداشت کرے گا، وہ جو مذہب کو فرسودگی کہتے ہیں۔ کوئی شک نہیں ہے کہ مذہب اس وقت فرسودہ ہو جاتا ہے جب کم عقل اُس کی پیروی کرتا ہے اور کم عقل اُس کی تشریح کرتا ہے، اس وقت وہ یقیناً فرسودہ ہو جاتا ہے۔ آخر اس کا ایک intellectual level ہے۔ خواتین و حضرات! قرآن ایک intellectual level کا ہے۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اگر M.Sc کی کتاب پانچویں کے بچے کو دے دو گے تو کیا حشر ہو گا اُس کا..... اگر قرآن کو آپ اس مولوی کے ہاتھ پکڑا دو گے تو یہی حشر ہو گا جو آج ہو رہا ہے..... مگر یہ حق تو تمہارا تھا..... یہ حق تو ہر اس ذہین طالب علم کا تھا جو دعویٰ رکھتا ہے کہ میں Higher classical pattern کے تمام scientific سبق سمجھ سکتا ہوں۔ اگر آپ اتنی مشکل باتیں سمجھ سکتے ہو، اگر anatomy اور nervous system سمجھ سکتے ہو تو قرآن کے مضامین پر بھی تو غور و فکر کر سکتے ہو۔ یہ اس عالم اور مولوی کا کام نہیں تھا جس کا عقلی معیار فرائض سے آگے نہیں جاتا مگر اس نے قرآن کی تفسیر شروع کر دی۔ اس کو اس نے غور و فکر کی سطح سے نہیں سوچا۔ اس نے اس کو معمولی کام سمجھا کہ پلو! حشر بھی try کر لوں! یہ جو کہتے ہیں علمیت

کا ایک ادھر بھی سمندر ہے اس کو بھی try کر لوں مگر جو بات رسول اکرم ﷺ میں ہے کسی میں نہیں۔

میں آپ کو وہ دُعا سنارہا تھا کہ ایسی غیبت تو کسی شخص میں نہیں۔

”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ ضَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ فِيْ عِيْنِيْ صَغِيْرًا وَّفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا“

”رحمت اللعالمین“ یہ دُعا مانگ رہے ہیں کہ مجھے لوگوں کی نگاہوں میں ضرور عزت بخش دے مگر مجھے میری نگاہوں میں ہمیشہ چھوٹا رکھ۔ خواتین و حضرات! کتنی depth ہے اس بات میں..... غرور سے کتنا دور تھے۔ ”رحمت اللعالمین“ ہیں، کسی نے پوچھا ”یا رسول اللہ ﷺ! لوگ جنت میں کیسے داخل کیے جائیں گے؟“ فرمایا ”اللہ کی رحمت کے ساتھ۔“ پوچھا ”یا رسول اللہ ﷺ! اور آپ؟“ فرمایا: ”میں بھی اس کی رحمت سے داخل کیا جاؤں گا۔“ کیا انکساری ہے!!! میں نے زمین پر آج تک کوئی انسان ایسا نہیں دیکھا کہ اتنا منکر الملو ان ہو جس نے اپنی حیثیت کو اتنا مٹا کے رکھا ہو، جو کائنات کی سب سے بڑی protocol کی شخصیت ہے وہ اپنے آپ کو اتنا مٹا کے رکھتی ہے۔ ادھر دوشعر لکھنے آ جائیں تو سر آسان سے جا لگتا ہے۔ ایک اختیار تھوڑا سا بڑھ جائے، D.M اور M.D ہو جائیں تو ہم پاگل ہو جاتے ہیں، ادھر ساری کائنات کا بڑا executive یہ کہہ رہا ہے کہ میں بھی اللہ کی رحمت کے بغیر نہیں جا سکتا۔ دُعا مانگ رہا ہے کہ میرے مالک! مجھے میری نگاہ میں ہمیشہ چھوٹا رکھ۔ کیا یہ چیز followable نہیں ہے؟ کیا یہ اسباق بھی آپ کسی مغربی scholar سے جا کر لو گئے؟ کیا یہ دانشواری بھی آپ کسی اور سے لو گئے؟

پوچھا گیا ”یا رسول اللہ ﷺ! اگر اللہ کی جنت اتنی بڑی ہے جتنی آپ بتا رہے ہو تو دوزخ کہاں پر ہے؟“ سوال بڑا genuine تھا کہ آخر اتنی وسعت افلاک.....! اگر جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کی لمبائی کے برابر ہے تو پھر یہ دوزخ کہاں ہوگی۔ جنت ہی جنت ہوگی تو دوزخ کہاں ہوگی۔ ایک بڑا عجیب سا جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب دن طلوع ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے؟“ تو آپ بھی اس پچلی کو بوجھئے۔ فرمایا: ”جب دن طلوع ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے؟“ خواتین و حضرات! جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سوال جگہ پر ہے جواب کیفیت پر ہے مگر جواب بہت ہی پیچیدہ اور مناسب ہے کہ دن اور رات ایک ہی جگہ پر

ہوتے ہیں، ایک ہی زمین پر ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جدھر جدھر جمالِ یزداں ہے، جدھر جدھر آفتابِ حقیقت ہے، ادھر جنت ہے اور جو جگہ اللہ کی نظر سے اونچل ہوئی وہ دوزخ ہے۔ وہی زمین ہے ایک ہی زمین ہے جنت کی بھی اور دوزخ کی بھی۔ ایک crust ہے، ایک core ہے۔ ایک بلندی ہے، ایک پستی ہے جدھر اللہ کا چہرہ ہے، ادھر جنت ہے، جدھر اسکا رخ نہیں ہے وہ دوزخ ہے اور دوزخ کی سب سے بڑی حقیقت اللہ کے دیدار سے محرومی ہے۔

خواتین و حضرات! میں آپ کو انسانی رویوں پر کچھ خوبصورت باتیں رسول ﷺ کی quote کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت خزیمہؓ کی حدیث ہے بڑی خوبصورت حدیث ہے اور آپ اپنے طرزِ عمل میں اور سلوک میں اسے یاد رکھئے گا۔ خزیمہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے ہیں: ”آدی کو اتنا ہی گناہ کافی ہوتا ہے کہ جس آدی کو خرچہ دیتا ہے اس کا خرچہ بند کر دے۔“ یہ باتیں اگر ذہن سے سوچیں تو عجیب و غریب باتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آدی کو اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ اگر وہ کسی کو خرچہ دیتا تھا، کسی کو support کرنا تھا تو اس کا خرچہ بند کر دے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ پر الزام لگانے والوں میں حضرت عائشہ بن مسطحؓ بھی تھے۔ جب وہ ام المومنینؓ پر الزام لگانے والوں میں شریک ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ رسولِ کرم ﷺ کے پاس گئے، فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں مسطحؓ کی کچھ مافیہ مدد کیا کرتا تھا۔ اب اس نے میری بیٹی پر اور آپ ﷺ کی زوجہ کو ایسے الزام لگائے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اسکی مدد بند کر دوں۔“ فرمایا: ”صدیق! ایسے نہ کر، مدد کرنا رہ۔“ پھر صدیق اکبرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ! میں مدد کرتا رہوں گا۔“ اگر آپ کسی کو اس کی genuine وجہ سے support کر رہے ہو تو نہیں کہ اس نے آپ کا شکریہ ادا نہیں کیا تو چھوڑ دو۔ یہ نہیں کہ اگر آپ اس سے ناراض ہوئے تو چھوڑ دو۔ اگر آپ genuinely کوئی نیکی کسی کے ساتھ اس کی وجہ سے کر رہے ہو تو پھر لازم ہے کہ آپ اس نیکی کو جاری رکھو اور فرمایا کہ آدی کا اتنا ہی گناہ کافی ہے اور اللہ کی مارتگی کا یہی باعث کافی ہے کہ اگر آپ کسی کو مدد دے رہے تھے تو پھر وہ مدد چھوڑ دو، اتنی ہی خطا کافی ہے۔

خواتین و حضرات! خرچہ کی تو آپ نے بہت باتیں سنیں، بہت سارے لوگ گھروں میں خرچہ کرتے ہیں۔ کوئی گھروں میں نہیں خرچہ کرتا، کوئی بڑا دعویٰ کرتا ہے، کہ میں باہر بڑا خرچہ کرتا ہوں، تنگیوں کو بڑا دیتا ہے۔ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں، ہمیں ”کچھ نہیں ملتا، جماعت کو مل جاتا

ہے فلاں کوئل جاتا ہے، اچر مل جاتا ہے، اچر مل جاتا ہے۔“ تھوڑی سی فصاحت، خواتین و حضرات! آپ دونوں کیلئے..... ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایک دینار وہ ہے جو تو اللہ کی راہ میں دیتا ہے۔ ایک دینار وہ ہے جو آپ اللہ کی راہ میں دیتے ہو، ایک دینار وہ ہے جو کسی غلام کی آزادی کیلئے دیتے ہو، پلو آت غلام نہ کسی کسی مزدور کی آزادی کیلئے دیتے ہو، ایک دینار کسی مسکین کو دے دیتے ہو، یہ سب بڑے اچھے کام ہیں، صدقات ہیں، ان کو صدقات کہتے ہیں۔ یہ بڑے اچھے کام ہیں مگر ایک دینار وہ ہے جو آپ اپنے گھر پر بچوں پر خرچتے ہو، فرمایا: ”ثواب میں یہ سب سے بہتر اور سب سے افضل ہے۔“ یہ ان تمام لوگوں کے لیے فصاحت ہے جو یہ دینی خیرات کو گھر والوں کو بھوکا مار کے کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ دینار جو گھر پر خرچتے ہو صدقے میں سب سے افضل ہے، جب یہ حدیث آئی ذرا ایک اور بات توجہ سے سنیے، یہ خاص طور پر خواتین کیلئے ہے کہ کل کو آپ نے ذمہ دار زندگیاں گزارنی ہیں۔ حضرت عبداللہ کی بیگم حضرت زینبؓ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئیں۔ فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میرا خاوند تو کچھ نہیں کرتا اور میں صاحب مال ہوں اگر آپ اجازت دو تو کیا میں اسکو صدقہ دے سکتی ہوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ کو صدقے کا دو درجہ ثواب ملے گا۔ ایک تو قرابت داری کا ثواب ہے اور ایک وہ جو تو نے مال اللہ کی راہ میں دیا، اس کا بھی ثواب ہے اگر فرض کرو خواتین و حضرات کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کی یہ باتیں مانتے ہوں اور تسلیم کرتے ہوں اور گھروں میں ایسے ہی صدقات دینے شروع ہو جائیں تو کیا بہت سے فساد ختم نہ ہو جائیں۔ اگر بیوی اپنے زائد مال سے خاوند کو صدقہ دینا شروع کر دے اور خاوند خیرات کرنے پہلے اپنی بیوی اور بچوں کا خیال کریں تو کیا بہت سارے مسائل ہماری society کے ختم نہ ہو جائیں؟

ایک بڑی دلچسپ بات ہے حضرت ابوذرؓ تو مال کے کچے ہی رجب تھے، بھوکے نئے ہی رجب تھے، روٹیں تھیں، یہ اسلام کے پہلے communist ہیں کہ جو مال بھی نہیں رکھتے تھے اور ownership کے خلاف بھی تھے تو حضور گرامی مرتبت ﷺ سے روایت کی ”ابو اسود یحییٰ“ نے، ابوذرؓ سے روایت کی، فرمایا: ”یہ مال والے تو ہم سے بازی لے گئے۔ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں، ہم بھی نماز پڑھتے ہیں، وہ روزے رکھتے ہیں، ہم بھی روزے رکھتے ہیں مگر یا رسول اللہ! ان کے پاس مال بڑا ہے۔ وہ صدقات دیتے ہیں۔ وہ تو ہم سے بازی لے گئے، ہم تو پیچھے رہ گئے۔“ یعنی تاسف سے عرض کیا کہ ہم ان کا مقابلہ کیسے کریں۔ امیر و رئیس تو ہم سے بازی

لے گئے۔ فرمایا: ”ناوار کیلئے اسباب صدقات ہیں۔ وہاں دارجن کے پاس کچھ بھی نہیں اُن کے بھی اسباب صدقات ہیں۔ ہر ”شیخ“ صدق ہے ہر ”کھجور“ صدق ہے، اگر ایک دفعہ بھی ”اللہ اکبر“ کہہ دو گے تو آپ کے صدقات ہیں، ہر ”جلیل“ صدق ہے اللہ کی کوئی تعریف کرو گے تو آپ کا صدق ہو جائے گا۔ ہر مرتبہ ”لا الہ الا اللہ“ کہہ دینا صدق ہے۔ اچھی بات کہہ دینا صدق ہے۔ بڑی بات کی فہمائش کرو دینا صدق ہے۔ فرمایا: ”اگر خدا پر یقین ہے تو ہر آدمی کو خدا سے ملنا ہوگا۔“ اگر خدا کو آپ مفروضہ نہیں سمجھتے، مگر آدمی نے Alien power کی طرح تصوراتی خاک قرار دے کر اپنی دنیا سے باہر نہیں رکھا ہوا، اگر اس کے وجود حقیقی کا تصور آدمی کے دل و دماغ پر ہے تو وہ خدا کے حضور جائے گا۔ فرمایا: ”اپنے دائیں دیکھے گا، اُس کو کم تر اعمال کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ایک وکتر اعمال..... اپنے بائیں دیکھے گا، اُس کو کتر اور تاریک اعمال کے سوا کچھ نہیں نظر آئے گا۔ اپنے سامنے دیکھے گا تو اُس کو بجز کتے ہوئے آگ کے شعلوں کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔“ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”دیکھو! یہ تمہارے ساتھ ہونے والا ہے اور سنا علاق..... ایک کھجوری دے دو صدقے میں۔“ اگر کچھ نہ ہو سکے تو ایک کھجور دے دو! اگر اور کچھ نہیں تو ایک اچھی بات کہہ دو۔ یہی تمہارا صدق ہے اور صدقات ہی تمہیں آگ سے پناہ دیں گے۔

خواتین و حضرات! کبھی کبھی لوگ سوال کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ سے بھی کرتے تھے کہ خیرات کس کو دیں، بعض تو باقاعدہ جہاز دیتے ہیں مانگتے والوں کو..... چل بھٹی! تو جوان ہے، کام کر، تو بڑھا ہے، مرکبیں نہیں جاتا..... مگر ایسے بھی سائل آ جاتے ہیں..... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کسی خراب عورت کو صدق دے، بعد میں اسے پتہ چلے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، میں نے تو ایک بدترین، بد فتنہ عورت کو صدق دے دیا، ایک شخص ہے جو غلطی سے کسی چور کو صدق دے جاتا ہے، خیرات کر دیتا ہے تو حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر ایسا ہو جائے کہ کوئی شخص کسی مالدار کو صدق دے دے اور وہ اس ناسف کا شکار ہو جاتا ہے کہ یہ میں نے کیا کیا۔ میں نے نیکی بھی کی تو کنویں میں ڈال دی، دیا میں ڈال دی، یہ میں نے کیا کیا؟ تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہر صدقے کے پیچھے حکمت ہے، شاید تم نے جس بڑی عورت کو صدق دیا وہ اس سے اپنی گذشتہ ایک رات کا معاوضہ پورا کر لے اور شاید وہ اس برائی کا ارتکاب نہ کرے۔ تم نے جس مالدار کو صدق دیا شاید اُس کے دل میں تحریک پیدا ہو کہ لوگ مجھ جیسے مالدار کو صدق دیتے ہیں، میں بھی کسی کو صدق دوں۔ جس چور کو صدق دیا، شاید وہ کہے کہ آج

کی رات کی مزرودی تو ہو گئی، اب دو تین دن کے بعد چوری کروٹا اور پھر آس کے ہاتھ سے کئی لوگ بچ جائیں۔“ تو صدق اچھے، بڑے ہر حال میں آپکی پناہ بن جائے گا۔

اب حضور ﷺ کے اخلاق کی کچھ باتیں — یہ بتا رہے ہیں پناہ سمندر ہے کہ سمیٹا نہیں جاسکتا۔ ایک لاکھ تیس ہزار احادیث بخاری نے جمع کیں۔ یہ سب اعمالِ خیر ہی تو ہیں۔ ایک ایک بات اتنی خوبصورت کہ سمیٹنی نہیں جاسکتی۔ ہر بات میں حسن ہے ادا ہے ہر بات میں ایک اعلیٰ ترین ذہانت ہے کہ کبھی رسول اکرم ﷺ کو قہر بھی کرنا پڑا تو جی ہی کہا۔ ایک چشمے کے قریب کھڑے تھے کہ دشمن سراغ لگاتا ہوا آیا گیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پتہ لیتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بھائی! دھر سے کوئی لشکر گزرا ہے؟ کہا: ہاں، تو پوچھا، تم کون ہو؟ آپ ﷺ چشمے کے پاس کھڑے تھے، کہنے لگے میں تو پانی بھرنے والا ہوں۔ آپ ﷺ بالکل چشمے کے پاس کھڑے تھے۔ اسی چشمے پر — اسنے کہا: ”اچھا، اچھا پھر مجھے بھی پانی پلاؤ“ آپ ﷺ نے اسے بھی پانی پلایا اور رخصت لی۔ لوگوں نے آپ ﷺ کی مثال دی ہے کہ اتنے خیرات کرنے والے تھے کہ انہوں نے ”نجران“ کی نبی ہوئی چادر اپنے بدن مبارک پر پہنی ہوئی تھی تو مانگتے والا ایک بندہ آیا۔ آپ کو پتہ ہے کہ مانگتے والے کیسے بد تمیز ہوتے ہیں۔ انھوں نے حضور ﷺ کی چادر کھینچی اور کہا کہ اے محمد ﷺ! دے مجھے اس مال میں سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے اور وہ چھوڑ ہی نہیں رہا تھا تو کھینچنے کھینچنے اتنے زور سے چادر کھینچی کہ اس کے border کا نشان رسول اللہ ﷺ کی گردن پر پڑ گیا اور قریب قریب قحاک و گر پڑا مگر ایسے عالم میں حضور ﷺ مسکرائے اور کہا: ”کاش! اگر کو پتہ ہو کہ میں ان کے حق میں کتنا فیاض ہوں، کاش ان کو پتہ ہو کہ میں ان کے حق میں کتنا فیاض ہوں“ اور حکم دیا کہ اسے دیا جائے جو یہ مانگ رہا ہے۔

خواتین و حضرات! بڑی عجیب سی بات ہے، موازنہ ہے اس خیر کا — وہ سچ کہہ رہے تھے، کہ امتی، امتی کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ رخصت ہوئے مگر حیرانی کی بات ہے کہ آخر ایک آدمی کتنا درمخوس کر سکتا ہے۔ میں باپ ہوں، بیٹے کا محسوس کروٹا کر میری زندگی میں پناہ پیدا ہوا تو اس کا کروں گا، کوئی پڑ پنا ہوا تو اس کا کروں گا۔ مگر یہ کیا کہ آج سے پندرہ سو برس پہلے میرا رسول میرا درمخوس کر رہا ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ”can we imagine“ جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ میرے رسول ﷺ کا vision مجھ تک پہنچتا ہے میرے رسول ﷺ کی رحمت مجھ تک پہنچتی ہے، تو میں imagine کر سکتا ہوں کہ پندرہ سو برس پہلے جب حضور ﷺ اصحاب

مخل میں بیٹھے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اصحاب خوفزدہ ہو گئے۔ انہوں نے خیال کیا کہ جناب سرکار رسالت مآب ﷺ کی آنکھوں میں یہ جو مقدس پانی اتر رہا ہے یہ ہماری کسی گستاخی کی وجہ سے تو نہیں اتر رہا، پریشان ہو گئے، پوچھا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کچھ ہم سے خطا ہوئی ہے کچھ ہم سے غلطی ہو گئی ہے کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔“ فرمایا: ”نہیں، میں ان مسلمانوں کا سوچ کے آزدہ ہو گیا ہوں جو تمہارے بہت دیر بعد آئیں گے۔ انہوں نے نہ مجھے سنا ہوگا، نہ انہوں نے مجھے دیکھا ہوگا مگر تمہاری طرح مجھ پر ایمان لائیں گے۔“ فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کیا ان کی ہماری طرح حادثہ ہو گئی؟“ فرمایا: ”نہیں، ان کی کچھ حادثہ تمہاری طرح ہو گئی اور کچھ ان کی اپنی ہوں گی۔“

فرمایا: اے بندگان خدا! اے میرے امتیاز تمہارا حال وہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور اس پر پٹے جو سوتے ہوئے چلے آ رہے ہیں، گرنے کو بے قرار ہیں اور میں دامن پکڑ پکڑ کر، کمریں پکڑ پکڑ کر تمہیں پیچھے کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہو کہو نہ کو پھرتے ہو، گرنے کو پھرتے ہو اور میرا یہ حال ہے کہ قیامت تک تمہیں کمروں سے کھینچ کھینچ کر پیچھے کر رہا ہوں تاکہ بچو اس اللہ کے کام پر اس ذلت سے، اس قلت سے بچو اور خدا کے سامنے آ جاؤ۔

خواتین و حضرات! یہ رحمان طبع ہے یہ change ہے، جب رسول کریم ﷺ معراج کی شب آسمان پر گئے تو پانچ سو نمازیں فرض ہوئیں۔ جوشِ محبت میں پانچ سو ہی لے کر آ گئے۔ حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی، کہا: ”اے میرے بڑے بھائی! اگرچہ آپ بڑے پیغمبر ہو مگر آپ کو ابھی انہوں کا تجربہ نہیں ہے۔ آپ کی امت میں بڑے گل کھلتے ہیں۔ آپ پھر جاؤ اور کچھ کم کراؤ۔“ حضور ﷺ کو خیال آیا، آسانی کیلئے دوبارہ گئے اور کافی مرتبہ جاتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے پانچ کر دیں، جب پانچ کر دیں، واپس آئے تو موسیٰ نے کہا: ”یا رسول اللہ! یہ بھی زیادہ ہیں اور کم کرائیے۔“ فرمایا: ”نہیں مجھے صاب جناب آتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میری امت پانچ نمازیں پڑھ لے گی۔“ یہ تو ہوا نماز کا معاملہ، یہاں تو امت کی سہولت مراعاتی مگر قیامت کے دن جب خدا کہے گا کہ اے رسول ﷺ ہم اپنا وعدہ نبھائیں گے۔ آپ جاؤ، اپنے لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤ۔“ آپ گئے، نکال لائے، پھر تھوڑی دیر بعد خیال آیا، کہنے لگے: ”اے مالک! تو نے وعدہ نہیں کیا تھا؟“ کہا: ”ہاں ہم نے وعدہ کیا تھا۔ تم تیرے چہرے پر آزدگی نہیں دیکھ سکتے۔ جاؤ اپنی امت کو نکال لاؤ۔ پھر گئے، پھر نکال لائے، پھر خیال آیا، ابھی بھی کچھ لوگ باقی ہیں۔ پھر

گئے فرمایا: ”اے میرے پروردگار! کیا تو نے وعدہ نہیں کیا تھا میرے ساتھ؟ کہا: ”ہاں، کیا تھا۔ جاؤ، نکال لاؤ۔“ نمازوں کیلئے بار بار جاتے ہوئے شرم آتی تھی مگر اس مرتبہ نہیں آئی۔ جب تک کہ امت کا کوئی ایک شخص بھی دوزخ میں رہا وہ بار بار جاتے ہیں اللہ کے پاس، اور کہتے ہیں: ”اے میرے پروردگار! احمی، احمی۔۔۔ ابھی بھی کچھ لوگ باقی ہیں۔“ اب آخری مرتبہ جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں: ”اے میرے مالک و کریم! ابھی بھی میری امت کے لوگ باقی ہیں۔ کیا آپ کا مجھ سے وعدہ نہیں تھا؟“ فرمایا: ”اے محمد ﷺ! ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ ہم نے تیرے ایک ایک احمی کو جہنم سے نکال لیا ہے۔ اب جو لوگ باقی ہیں، وہ تیری امت کی طرح تھے ہیں، مگر یہ تیری امت میں نہیں تھے۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو تجھے مانتے تھے ان کے صرف نام مسلمانوں والے ہیں مگر یہ مسلمان نہیں تھے۔

خواتین و حضرات! دیکھئے کتنی عجیب سی بات بجا کیا آپ کو اسلام نے کسی قسم کی activity سے روکا ہے؟ کون کہتا ہے؟ کتنی غلط بات ہوئی کہ آپ ایک practical activity کو اسلام سے خارج کر دو، یعنی سب سے پہلے اگر ہمیں سرائی Medical services کا تو حکبہ بدر میں ملا ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ، سیدہ فاطمہؓ، ام طلحہؓ و خنیس کی مرہم پٹی کر رہی ہیں، ساتھ چل رہی ہیں۔ عرب ہمیشہ اپنے خیمے لے کے ساتھ چلتے تھے۔ پر موک کے تیسرے دن جب مسلمان فوجیوں کو شکست ہونے لگی تو ”ہندہ زہرہ بانی سفیان“ جو پہلے کافروہ تھی، اپنے خیمے کی چوبیس انھوں نے اکھاڑ لیں اور کہا: ”جو مسلمان جنگ سے منہ پھیرے گا، ہم اُسے اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے۔“ کیا وہ جنگ میں شامل نہ تھیں؟ اجتادین کے معرکے میں ”خولہ بنت ازور“ پوری زتہ بکتر پیم کے ٹکس اور انہوں نے پورے کے پورے رومیوں کا ایک دستہ اکھاڑ کر اپنے بھائی ”نضر ابن ازور“ کو رہا کروا لیا۔ کیا وہ یہ کام نہیں کرتی تھیں؟ کیا عورتیں اس وقت تجارت نہیں کرتی تھیں؟ کیا محمد رسول اللہ ﷺ کی basic بنیادی ایک تاجر پیشہ خاتون کے ساتھ نہیں ہوئی تھی؟ کون سی activity تھی کہ جو عورتوں پر نہ تھی۔ مگر یہ کیا؟ وہ activity تو جائز نہیں تھی جس کی نمائش کی جائے۔ کیا آپ کو فرق محسوس نہیں ہوتا کہ آپ کی آزادی میں اسلام حائل نہیں ہے، آپ کی بے راہ روی میں اسلام ضرور حائل ہے آپ کے اس attitude کے رستے میں ضرور اسلام حائل ہے۔ کیا چیخ و کفر کو فریق کرنا نہ سیکھو گے؟ کیا یہ غلطہ جاری رہے گا؟ یہ جس کو آپ secularism کہتے ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ کوئی بندش اور

فہمائش آپ پر نہیں ہے؟ آپ کیوں نہیں غور کرتے؟ اگر اتنے جرأت والے ہو، اگر اتنے اخلاق والے ہو تو کیا بہتر نہیں ہے کہ اسلام چھوڑ جاؤ۔ کیا ضروری ہے کہ اسلام کا نام بھی لو؟

ملا یہ رسوائی، مذہب اور یہ بھی اقبال نے ٹھیک کہا تھا۔

خداوند ایسے تیرے یہ سادہ لوح بندے کدھر جائیں

کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

یعنی جو نکران ہیں وہ بھی اسلام کو رسوا کر رہے ہیں، جو درویش ہیں وہ بھی اسلام کو رسوا کر رہے ہیں۔ جو preacher ہے وہ بھی اسلام کو رسوا کر رہا ہے۔

خواتین و حضرات! اسلام ذہانت اور علم کا مذہب ہے وہ talent جو آپ دنیاوی ریسرچ کو دیتے ہو، وہ talent جس کی مدد سے آپ اپنی زندگی کے professions کا انتخاب کرتے ہو، وہ talent جس کی مدد سے آپ اپنی ذہانتوں کے اعتماد سے کارزار حیات میں سفر کرتے ہو وہی آپ کو مذہب پہنچنے پانچے۔ ہماری زندگی کا پورا pattern ہندوؤں کا ہے۔ ہندو نے ہم سے خدائے واحد کا تصور تو نہیں چھینا مگر ہمارے تمام processes اسکے ہیں۔ یہ ہندوؤں کا کام تھا کہ وہ زندگی کو ”چارورت“ میں بانٹتے تھے۔ یہ ”ہم بھاری“ آشرم ہے۔ بچپن میں، طالب علم پڑھے گا، کتاب لکھے گا، پتھر لکھے گا۔ اسکے بعد اگلے بچپن میں یہ professional education حاصل کرنے کا وقت ہے۔ اسکے بعد ”گرسعہ آشرم“۔ اب شادی کرے گا، بیوی بچے پالے گا۔ اسکے بعد ”گربھ“ آشرم ہے۔ اگلے بچپن میں..... اب طاقت اور سیاست کا وقت ہے۔ پرنسپل ہونے کا وقت ہے، وزیر اعظم ہونے کا وقت ہے، جب بچہ بچہ میں گذر جائیں گے تو پھر خدا کا وقت ہے، ”رشی منی“ آشرم شروع ہو جائے گا۔ رتبہ کعبہ کی قسم ہے ہمارے معاشرے میں بالکل یہی attitudes آگئے ہیں..... اگر بچہ بچہ میں جو گمے تو خدا تک پہنچو گے۔ جب ایک average age میں پچاس برس رہ گئی ہے تو آپ کب اللہ تک جاؤ گے؟ جب دانست نہیں رہے، شوگر بے حد و حساب ہو گئی، بال جھڑ گئے، میٹھی رخصت ہوئی، اب آپ چلے اللہ کی طرف۔ اب آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ کو اللہ مل جائے گا۔ اب آپ کا خیال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر سکو گے۔ کیا یو جین پروردگار نہیں کہ آپ اپنی صلاحیتوں اور علم کا بہترین وقت تو اس خراب کار دنیا کو دو مگر جب زندگی ختم ہو جائے، ذہانت

ختم ہو جائے، جب دانشوری جاتی رہے جب آسروں کی ضرورت پڑ جائے تو اب آپ نے لونا
 مصلیٰ سنبال لیا۔ اس سے بڑھ کر تو میں خدا کیا ہو سکتی ہے؟ یہ یاد رکھنا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی
 آخری حدیث آپ کو سنار ہا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے صدقات دیتے
 ہوئے گلی ہڑی کھجوریں مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر لٹا دیں۔ اللہ کو اتنا غصہ آیا کہ آج
 قرآن اتری کہ

”اے لوگو! اگر اپنی بہترین چیز مجھے نہیں دے سکتے تو یہ بدترین چیز دے
 کے میری insult نہ کرو۔“

دینے والا تو میں ہوں۔۔۔۔۔ میری ہی دی ہوئی چیزوں کو جب میرے سام پر دیتے ہو تو بدترین چیز
 میرے سام پر دو گئے؟ یہی عمر کے بارے میں ہے، یہی عبادت کے بارے میں ہے، یہی اخلاق
 کے بارے میں ہے، یہی زندگی کی ابتداء کے بارے میں ہے یہی انجما کے بارے میں ہے کہ اگر
 خدا کو چاہے ہو، اگر اپنے رسول ﷺ کو چاہے ہو تو صحیح وقت پر proper عمر میں زندگی کو صحیح
 قاعدے سے جاننے کی کوشش کرو ورنہ وقت ضائع کرنا ہے۔ مذہب کو ترک کر دینا اختیار کرنے
 سے بہتر ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

سوال و جواب

سوال: پروفیسر صاحب! سائنسی حقیقتیں تو بدلتی چلی آ رہی ہیں۔ فلاسفرز کبھی theory کبھی universe کا جنما اور کبھی evolution میں پھنسے رہتے ہیں، تو جب ہم ایمان لائے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر پھر ہمارے دل نے گواہی دے دی اور ہم ایمان لے آئے اور جو کچھ قرآن میں لکھا ہوا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا اور کہا اُس پر بالکل ہم ایمان لے آئے۔ سائنسی theories تو بدلتی جائیں گی آج بھی اور کل بھی تو کیا یہ ایک خطرناک عمل نہیں ہے کہ آپ دین کو، جس پر ہمارا مکمل ایمان ہے، اسکو آج کی سائنس کی حقیقت کی روشنی میں interpret کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ ہو سکتا ہے کہ کل یہ سائنسی حقیقت جو ہے یہ غلط ثابت ہو جائے جبکہ قرآن اٹل جاوے یا اللہ کا کلام ہے۔ یہ نہ بد لے گا اور یہ اصل حقیقت ثابت ہے تو اسلئے میں یہ سمجھتی ہوں میں آپ کی طرح بڑی سٹار نہیں میں تو گانا کا لو جست ہوں لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ اسلام کی interpretation میں scientific base لانا جو کہ آج کچھ ہے اور کل کچھ ہے ایک صحیح عمل نہیں ہے۔ اس پر آپ comment کریں گے کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب: قانون محترم! یہ آپ کا ماثلاً question تو درست ہے مگر ایک فرق ضرور ہے کہ قرآن کتاب تخلیق جاوے سائنس کتاب حقیقت ہے۔ کہیں نہ کہیں حقیقت و جستجو اس مقصد تک تو ضرور پہنچے گی جو تخلیق کا مقصد ہے۔ حقیقت و تخلیق مقصد کا ایک ہو جانا ہی ultimate height of knowledge ہے۔ میں مثال کے طور پر آپ کو کہوں کہ آج سے چند سو برس پہلے cosmology میں سائنس کا اور تعلیم کا جو سکہ رائج الوقت تھا وہ Ptolemy کا نظریہ تھا جو کہ کہہ رہا تھا کہ زمین ساکت ہے اور جملہ ستارہ گان اُس کے ارد گرد چلتے ہیں۔ اسکے درمیان میں قرآن آ گیا اور قرآن کے بعد 1542ء میں Copernicus آیا اور Copernicus نے Ptolemy کو غلط ثابت کیا اور کہا:

The fact is, sun is stationery and rest of the stars are moving around it.

ان دونوں کے بیچ میں قرآن آ گیا۔ جب آپ قرآن کو پڑھتے ہیں تو یہ ان کن امر یہ تھا کہ نہ قرآن agree کرتا تھا Ptolemy کے ساتھ، نہ Copernicus کے ساتھ، بلکہ اس

وقت تک کسی بھی سائنس سے agree نہیں کر رہا تھا اور بالکل different بات کر رہا تھا۔

”وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى“ (لقمن: ۲۹)

کہ زمین و آسمان، چاند، ستارے ہم نے مقرر کیے اور تمام جو کچھ بھی اس کائنات میں ہے وہ چل رہا ہے اور وہ دھڑکنے نہیں ہے اگر آپ غور کرو تو کتاب تخلیق یہ کہہ رہی تھی کہ اللہ جس نے بنایا ہے اور جو جانے والا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ کائنات میں کوئی چیز کھڑی نہیں ہے۔

”كُلٌّ يَجْرِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى“

اور جو اس وقت دنیا کا سائنس دان تھا یعنی Ptolemy یا اس کے کافی عرصے کے بعد Copernicus یا گلیلیو وہ اس بات پر مصر تھے کہ کوئی چیز کھڑی ہے اور کوئی چل رہی ہے۔ کچھ وقت لگا Sciences اور آگے بڑھیں۔ مکمل تحقیقات مکمل ہوئیں، انسانی تجسس کو مزید رستے ملے، پہل کی دور بین گئی۔ کائنات کی جانچ پر کچھ کھٹکال پنکال شروع ہو گئی اور بالآخر ایک مصدق قانون جو cosmology میں پاس ہوا اور جو بتا، وہ یہ تھا کہ

“Everything is moving in the universe.”

اب چونکہ کتاب تخلیق اور کتاب تحقیق کی statements ایک ہو گئیں ہیں اسلئے اس پر مزید progress ممکن نہیں۔

اسی طرح بہت ساری باتیں ہیں جیسے میں نے ابھی آپ کو بتایا کہ اللہ سات کائناتوں کی بات کر رہا ہے اور سائنسدان ایک کائنات کی بات کر رہا ہے۔ 1997ء میں خاتون محترم، میں امریکا گیا۔ آئسنسٹائن یونیورسٹی میں mathematics کی سب سے بڑی درسگاہ میں گیا۔ میری ملاقات وہاں Relativity اور Quantum کے سب سے بڑے استاد سے ہوئی۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے خیال میں میرے اللہ کے نزدیک It's a multi universal concept میں نے اسے قرآن بتایا اس نے مجھے کہا کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ کائناتیں سات ہیں یا دہشتیں سات ہیں۔ The option is not open to us. میں واپس چلا آیا۔ 1997ء کے mid میں مجھے ان کا فون آیا کہ Your option is open اب multi universes کے concepts پر و فیئر open ہو رہے ہیں۔

اصل میں بات یہ ہے کہ سائنس ماکہ ٹوئیں بھی مار سکتی ہے سائنس اندھیرے میں

بھی ہو سکتی ہے سائنس Guess work بھی لگا سکتی ہے مگر اگر آپ سائنس کو اتنی تحقیر کی نظر سے دیکھیں گے تو پھر آپ کیلئے اپنے subject پر عمل کرنا بھی کوئی justification نہیں رہے گی۔ یہ تو دیکھیں کہ آپ کا ناکالوجسٹ ہیں۔ قرآن نے سب سے پہلے تو آپ ہی کے subject پر بہت ساری research کی ہوئی ہے۔ جو آٹھ stages گنوائی ہوئی ہیں۔ اگر آپ کو اختلاف قرآن ہے کیا آج sciences نے کچھ انکشافات نئے کر دیئے ہیں یا اس ترتیب سے ترتیب بہت گئی ہے جو قرآن نے دی ہوئی ہے تو، You can always say, sciences are better than the information of God but it has not happened. ہم سائنس کو کبھی بھی حقیر نہیں سمجھتے۔ ہم سائنس کے دعویٰ خدائی کے قائل نہیں۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ ہم سائنس کو حقیر نہیں سمجھتے۔ اللہ نے اپنے بہترین بندوں کی مثال دیتے ہوئے قرآن حکیم میں فرمایا:

”وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ (ال عمران ۴: ۱۹۱)

اور زمین و آسمان کی تخلیقات پر غور کرتے ہیں۔ research کرتے ہیں، جانتے پرکتے ہیں، جب کوئی scientific research قرآن کے کسی نتیجے کے برابر نہ پہنچے تو اللہ نے کہا کہ صبر کرو تا آنکہ تمہارا علم پورا ہو۔

خواتین و حضرات! اللہ تو بڑی دور کی بات ہے۔ آپ دیکھئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ انسان جانوروں سے ہم کلام نہ ہو جائے۔ قیامت نہیں آئے گی جب تک عورت کی ران گواہی نہ دے گی۔ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ جوتے کا تلو نہیں بتائے گا کہ آدمی کہاں سے کہاں گیا اور کہاں بیٹھا ہے۔

خواتین و حضرات! اب اگر Animal languages کی decoding، Genetic sciences شروع کر دے۔۔۔ And they are doing it۔۔۔ اور رکل کو آپ کے اہل صرف ایک آلہ لگا دیں اور سستے سے گزرتے ہوئے آپ کہتے کو کہیں کہ Good morning اور اسکی جھونک واپس آئے اور آلے سے جواب دے کہ میں ٹھیک ہوں، آپ تو ماشہ کر چکے ہو، مجھے کچھ نہیں ملا تو یہ عین فطرتاً ہو گا اور حدیث ضرور پوری ہو گی اور یہ باتیں ہر حال میں ہوں گی۔ سائنس کی جرأت تو تو بڑی ہے مگر ابھی وہ achievements پوری نہیں ہوئیں جو اللہ کے رسول ﷺ نے نتائج کی ہوئی ہیں۔ sciences ابھی ان مذہبی افکار سے بڑی

پچھے ہیں۔ اتفاق یہ ہے کہ science attack کر رہی ہے بجائے اسکے کہ وہ یہ مانیں کہ ہم مذہبی probabilities سے پچھے ہیں، sciences یہ claim کر رہی ہیں کہ مذہب ہم سے بڑا پچھے ہے اور خواتین و حضرات یہ Dichotomy between the religion ان لوگوں کی وجہ سے پیدا ہوئیں جنہوں نے مذہب کو سرے سے نہیں سمجھا۔ جیسے میں مثال دے رہا تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن، خود بھائی آ جاتے ہیں یا انھار بھائی آ جاتے ہیں ٹیلی ویژن پر اور اسلام کا لگہ شروع کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا لگہ شروع کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں sciences نہیں ہیں، مسلمان سائنسدان نہیں ہو سکتے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ خود وہ کیا ہیں؟ کبھی انہوں نے سوچا کہ وہ خود کیا ہیں؟ بجائے اس کے کہ وہ یہ لگہ کریں کہ مسلمان اچھے سائنسدان نہیں ہوتے یا مسلمانوں میں سائنسدان اچھے نہیں ہوتے وہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر نہیں ہوتے تو ہم بھی تو مسلمان سائنسدان ہیں۔ ہم انتہا مانتہ اسلام کو اپنی تحقیقات سے سر بلندی بخشیں گے۔

میڈیکل سائنسز میں دیکھیں تو دنیا میں کہاں مسلمان ڈاکٹر سر فراز نہیں ہیں؟ کیا انگریزوں میں نہیں ہیں؟ کیا امریکا میں نہیں ہیں؟ بلکہ وہ دنیا مشہور فنی کا مشیر ہیں کا..... فاری کا شعر ہے۔

فنی روز سیاہ پیر کھلاں را تماشا کن

(حضرت یعقوب کی بد قسمتی کا تماشا دیکھو)

کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلف را

(اگر اس کی آنکھ کے نور نے زلف کو جا کے روشن کر دیا، باپ کا ریک کر دیا۔)

اگر ہمارے ڈاکٹر اتنے کامل، اتنے عظیم، اتنے ماہر ہیں، دنیا بھر کی services ان کے دم قدم سے روشن ہیں تو وہ بھی تو سائنسدانوں کی ایک قسم سما..... اگر ہمارے ساتھ کے، انڈیا کے ایک cosmologist ڈاکٹر چندرا شکھر اکامام کتاب تحقیق میں جلی حروف سے لکھا جاتا ہے تو خود بھائی کدھر چلے گئے تھے؟ ان کی researches کدھر چلی گئیں؟ انہوں نے اپنا نام کسی کتاب research میں مرقم کیوں نہیں کیا؟

یہ وہ لوگ ہیں خواتین و حضرات! جو بذات خود ایک Secular understanding کو مذہب کی قیمت پر ہوا دینا چاہتے ہیں، جو مذہب کو تعلیمات کا حریف سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مذہب scientific education سے منحرف ہے۔ مذہب کو پیغام سے جانا چاہیے، لوگوں سے نہیں بچے نا چاہیے۔ اگر چہ ارب لوگ مل کر کہیں کہ خدا نہیں ہے تو

جسے میں نے حکمت عطا کی اُسے خیر کثیر عطا کر دی۔

مگر یہ تم لوگ ہو..... اکہل عقل کے سوا خدا کو کوئی یا نہیں کرتا۔

”وَمَا يَذْكُرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ“

مطلب یہ ہے کہ اے حکیمو! اے دانشورو! اے سائنسدانو! تمہیں چاہیے کہ تم اللہ کو زیادہ یاد کرو کیونکہ صرف تمہیں پتہ ہے کہ میں نے تحقیق کے pattern میں کیا اسرار رکھے ہیں، میں نے کیا عجب و غریب عناصر مرتب کئے ہیں جو تمہیں حیرانی میں ڈال دیں۔ کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جکڑ چیرا، ایم ٹی کوچیرا، Eeson کوچیرا، Meson کوچیرا، ایکسٹران کوچیرا، کئی بار اس کی خاطر ذرے ذرے کا جکڑ چیرا، مگر

۔۔۔ یہ چشم حیراں جس کی حیرانی نہیں جاتی

سوال: I read Quran with translation of tafseer. There are few changes which distract me mightly because I haven't complete knowledge, there are two points there is one neglecting kindly comment it.

جواب: بات یہ ہے کہ جب آپ تفاسیر میں جاتے ہیں تو بہت سے لوگوں نے تقاییر اپنے اپنے نکتہ نظر سے لکھی ہوئی ہیں اور میں کوشش کرتا ہوں، میں آپ کو اپنی ذاتی مثال دے سکتا ہوں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کی کسی بھی آیت کو اس طرح سمجھوں جیسے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ نے سمجھا اور اس میں کوئی کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے قرآن پڑھ لیا اور اس صحابہ کی تفسیر اگر آپ کے پاس ہو اور آج کے دور کے ”ملاؤں“ کی نہ ہو اور ذہین لوگوں کی نہ ہو تو آپ کچھ قرآن بہتر سمجھ آئے گا۔ صرف ایک قرآن اس وقت پوری مارکیٹ میں موجود ہے کہ جو اس قسم کا ہے کہ جس میں اس صحابہ کی تفسیر درج ہے۔ یہ ”اشرف بکڈ پز“ نے چھاپا ہے۔ اسکو ”تفسیر بالحدیث“ کہتے ہیں کہ جیسے رسول اللہ ﷺ نے بات کہی اسی طرح ان لوگوں نے سمجھی اس کو ”نوائے سلفیہ تفسیر بالحدیث“ کہتے ہیں یہ قرآن آپ کو لاہور سے اشرف بکڈ پز سے ملے گا۔ امید ہے آپ ﷺ نے جیسے بات کہی، جیسے اس صحابہ نے سمجھی تو آپ کو اسے سمجھنے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوگی۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

اجتہاد اور عصری تقاضے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِلَقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِلَقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

اَلَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهِ وَكَفٰی
بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

خواتین و حضرات! سب سے پہلے تو میں خصوصی شکر گزار ہوں کہ جس محبت سے
یہاں میرا ذکر ہوا اور جس محبت اور غلوں سے مجھے بلایا گیا:

وہ کچھ اس طرح سے آئے مجھے اس طرح سے دیکھا

میری آرزو سے کتر میری تاب سے زیادہ

ہل فیصل آباد پہلے میں وقت اس لئے بھی نکالا ہوں کہ

being one of the most progressive industrial city جن مسائل کا عمومی شہروں پر اثر نہیں ہوتا وہ (اثر)

complicated معاشرت اور معیشت کے مقامات پر ضرور ہوتا ہے۔ آج تک لوگ نکلستان

industrial revolution کے (مصنعتی انقلاب) کو یاد کرتے ہیں اور industrial revolution صرف industrial revolution نہیں ہوتا بلکہ پوری کی پوری اجتماعی، اخلاقی اور ذہنی کیفیتوں کو تبدیل کرنے کا باعث ہوتا ہے اور جن ممالک میں بھی industrial revolution آئے ہیں اور جن جگہوں پر بھی انسانوں کے حالات بد لے اور مشین نے ہاتھ کی جگہ سنبھالی، بیماری اور غربت اور ناداری بڑھی اور اسکے ساتھ ساتھ تحول بڑھا، دولت بڑھی، اسباب بڑھے تو وہاں natural (فطری) مسائل، ایک cosmopolitan attitude پیدا ہو جاتا ہے جو بڑے شہروں کی اخلاقی فضا کو بدل دیتا ہے۔ یوں کہنے کے rigidities تو سختی ہیں، تعصبات ٹوٹتے ہیں اور ایک نئی قسم کی morality (اخلاقیات) تخلیق ہوتی ہے۔ میں اسے industrial morality (مصنعتی اخلاقیات) کہوں گا۔

خواتین و حضرات! آج دراصل ہم اسی نئے revolutionary (انقلابی) تقاضوں کیلئے، عصرِ حاضر کی نئی سوچ، نئے challenges کیلئے بیٹھے ہیں اور اجتہاد پر غور و فکر کرتے ہوئے (لفظ اجتہاد پر غور و فکر کرتے ہوئے) میں آپ کو یہ بتانا چلوں گا اجتہاد کا مطلب ہی incessant لگاتار، مسلسل، فکری اور فنی جدوجہد ہے جو کسی بھی معاشرے میں پیش آ سکتی ہے اور کسی بھی معاشرے میں اجتہاد و فکر کے نامزد ترین پہلو نکل سکتے ہیں۔ اسلام میں اجتہاد ”ذاتی“ بھی ہے اور ”اجتماعی“ بھی۔

خواتین و حضرات! جب میں اجتماعی اجتہاد کا ذکر کروں گا تو یہ term پہلے اجتماع نہیں تھا مگر اس کا ہم معنی ایک لفظ استعمال ہوتا تھا۔ جس کو ”اجماع“ بھی کہتے ہیں۔ ”اجماع“ referendum (ریفرنڈم) نہیں ہے۔ اجتماع اہل اسلام کی continuity of fikar (فکر کا تسلسل) ہے اور اجتماعی اجتہاد ہے اور اس ”اجتہاد“ میں تین چار چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اجماع اس لئے غلطی نہیں کرتا کہ اس میں آپ کے آباء و اجداد کے genetic influences (نسلی اثرات) شامل ہوتے ہیں۔ کوئی مسلمان تنہا نہیں ہے، مسلمان کبھی بھی تنہا نہیں رہا۔ آج اگر پاکستان میں بیٹھے ہوئے آپ تمام مسلمانوں کا غم لئے بیٹھے ہو تو اس کا واحد ثبوت یہ ہے کہ جذباتی، ذہنی، اخلاقی سطح پر مسلمان کبھی تنہا نہیں ہوتا اور جو مسلمان تنہا ہو جائے اور جو مسلمان اس اجتماعی شعور سے غافل ہو جائے، الگ ہو جائے وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ وہ ”جمعیۃ اسلامیہ“ کا بھی خدار ہوگا۔ بجاور چینی سطح پر وہ اپنے پاس

ایسی کوئی argument (دلیل) نہیں رکھتا کہ جس کی وجہ سے اس ملک کو یا اس فرد کو ہم مسلمان کہہ سکیں۔ بد قسمتی سے عصر حاضر میں مسلمانوں کی اجتماعی فکر کی چادر جگہ جگہ ”پیچند زدہ“ ہے۔ اگر صحیح طور پر دیکھا جائے تو اہل اسلام مکمل طور پر priorities of religion (مذہب کی ترجیحات) کو بھولے ہوئے ہیں۔ ”سیدنا علاؤ الدین علی احمد صابر“ کلچر شریف والوں سے کسی نیا ایک سوال کیا۔ غور فرمائیے کہ ایک درویش، ایک فقیر سے جب یہ پوچھا گیا کہ مجھ و عصر کی تعریف کیا ہے تو فرمایا کہ۔

”مجھ وہ ہے کہ جو عہد قدیم کے تمام اصول کافی و کافی جانتا ہو جسے علم قدیم پر مکمل عبور حاصل ہو اور جو اپنی فراست سے انہیں دور حاضر میں استعمال کرے اور مستقبل کیلئے اشارہ چھوڑ دے۔“

خواتین و حضرات! میں نے کسی اور شخص سے اتنی جامع مجیدہ کی تعریف نہیں سنی۔

اسلام میں کوئی institution (قانون) اکیلا نہیں ہے، آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زکوٰۃ رکھ لیتے ہیں اور صدقات چھوڑ دیتے ہیں۔ آجئے نماز مستقل کر لیں، روزے پھر کبھی رکھ لیں گے۔ اسلام میں اصولی توقف کو سمجھنا اور جاننا ایک فقیر کا کام ہے اور جب ”استدلال“ اس ضرورت پر ہو کہ ایک پوری امت کیلئے فقیر چاہیے تو اسے ہم ”مجتہد“ کہتے ہیں۔ ایک local (مقامی) سطح سے آگے بڑھ کر جب ایک عصر کے تقاضے شروع ہو جائیں اور تمام مذہب ان challenges کی آگہی سے بے خبر ہو، جب تمام امت اپنے سامنے آنے والے challenges سے بے خبر ہو تو اس وقت ایک ”مجتہد قمر“ کی ضرورت پڑتی ہے کہ جو پورے کا پورا super structure of religion (مذہب کا بہتر ڈھانچہ بدل دے) change کر لے اور اشارات ایسے چھوڑے کہ جس سے لوگوں میں اپنے دین کے مطابق ایسی دلیل غالب پیدا ہو جس سے وہ عصری تقاضوں کے اور ان کے challenges کا مقابلہ کر سکیں۔ خواتین و حضرات! اس وقت جو دین ہے، مشرق و مغرب میں ہے، وہی سے لیکر کاشغر تک ہے، Middle East (مشرق وسطیٰ) میں ہے۔۔۔۔۔ یہ عصر حاضر کا کوئی تقاضا پورا نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ میری کبھی ہوئی بات کا برا متائیں مگر بد قسمتی سے عصر حاضر کا challenge ہمارا آج کا اسلام پورا نہیں کرتا۔ آپ دل میں یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس اسلام کو لیکر جو ہمارے پاس ایک practical dogmatic shape میں ہے ہم یورپ، امریکہ یا خلائی دنیا کے تقاضے

پہنچے گا، فکر پہنچے گی، اصول پہنچے گا تو وہ اپنی جلی اقدار کے تحت اس کے بارے میں فیصلہ دیں گے لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ not in Islam۔ خواتین و حضرات! ایک عجیب بات اگر کسی کے علم میں ہو تو میں بھی سننا چاہوں گا کہ آج تک کسی انسانی معاشرے نے moral law (اخلاقی قانون) نہیں دیا صرف general laws (عام قانون) دیئے۔ اگر اقوام عالم کی تباہی کو دیکھیں اور پروردگار کی بات ذرا seriously (سنجیدگی سے) سنیں تو آپ کو بُدھا کے بت توڑنے نہیں پڑیں گے۔ اس لئے کہ اگر بدھا کے وہ بت نہیں ہو گئے تو آپ ”ماہیاما“ فرتے کو نہیں جانیں گے، آپ مہاتما بدھا کے original message (اصلی پیغام) تک نہیں پہنچیں گے کہ اس غریب، فقیر اور روٹن دنیا کی پوری زندگی اس خوف سے خدا کا نام نہیں لیا کہ جس ماحول میں وہ رہتا تھا وہاں اگر ”ایک“ خدا ہوتا تو وہ خدا کا نام لیتا۔ اس نے اس خوف سے خدا کا نام نہیں لیا کہ He was living in a jungle of gods and goddesses (وہ دیوی و دیوتاؤں کے جنگل میں رہتا تھا) اگر وہ ”شیوا“ کہتا تو لوگ اس کو بھی دیتا مانتے، اگر ”اندرا“ کہتا تو اندر مانتے، ”بتھر“ کہتا تو بتھر مانتا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ”تپا“ میں، ہندو مت کے order میں مجھے کچھ بھی نہیں مل سکتا۔ جب وہ اعتدال اور توازن کے عالم میں گیا تو اس نے پہلی احتیاط یہ کی کہ اس نے خدا کا کوئی نام نہیں لیا بلکہ اس کیفیت کے فہم کو اپنے مریدین پر چھوڑ دیا۔ آج بھی مہاتما بدھا کا ”بتلمان“ مقررہ پکا واحد ہے اور ”تروانا“ کے ساتھ خدا کا کوئی نام اس نے نہیں رکھا۔

یہ ضروری نہیں کہ خدا کا نام لیا جائے۔ Eskimoes (ایسکیموز) پانچ ہزار سال پہلے mesonic age کی ایک civilization (تمدن) تھی۔ خیال یہ تھا کہ یہ مذہب سے بے بہرہ ہو گئے، خیال یہ تھا کہ یہ اجڈ گنوار لوگ ہیں جن کو دور حاضر کے تعلق کی ہوا بھی نہیں لگی، جن کو معاشرت اور تہذیب نے چھوٹا کر دیا، یہ ضرور انتہائی کم عقل، پست درجہ کی ذہنی سطح کے لوگ ہیں۔ جب Eskimoes سے پوچھا گیا کہ تم، کسی طاقت کو مانتے ہو تو انہوں نے کہا: ”ہاں! ہمارا یقین ہے کہ جب ہم آسمان کے اوپر دیکھتے ہیں اور ایک بڑی قوت کو گواہ کر کے آواز دیتے ہیں تو اس دن ہمیں سیل کا شکار زیادہ ملتا ہے۔“ Even in todays most in primitive societies, there was concept of one single power دور حاضر کے وصال سے، سلاپ سے ان بچاروں کی جدید علاقوں میں نو آباد کاریوں

سے ایکموز past (ماضی) سے بھی گئے present (حال) سے بھی گئے، اور future (مستقبل) بھی ختم ہو گیا۔ ”مجیدانِ عصر“ نے ان کے ساتھ بہت ”اچھا“ سلوک کیا۔۔۔۔

خواتین و حضرات! کوئی institution ((قانون)) اسلام کا اگر رسوا کرنا ہو، ذلیل کرنا ہو، اسے کمترین ثابت کرنا ہو تو اسے اس معاشرے میں لے آئیے۔ اس multinational constitutional (کثیر القومی قانونی) معاشرے میں لے آئیے۔ اس معاشرے نے اسلام کے خلاف دودھن پیدا کئے، ایک secular اور دوسرا مولوی۔۔۔۔ (معاف کیجئے گا، ایک مولوی۔۔۔۔) وہ شخص جسے اسلام کے مابعد الطبیعیاتی، مابعد انضباطی پہلوؤں کی کوئی خبر نہیں۔ رہے کعبہ کی قسم! آج بھی اعلیٰ ترین اخلاقی، یعنی مذہب، واحد ایسا مذہب کہ جس سے آج کا انسان بھی خدا تک رسائی پا سکتا ہے وہ اسلام ہے۔ لیکن اسلام کی نمائندگی اس پست درجہ کی ہے، اتنی اچھی اور کم عقلی کی ہے کہ پورے کا پورا مذہب رسوم اور خرافات کا مجموعہ بن کے رہ گیا ہے۔ وہ لوگ جو inches (انچ) لیکر آکے پانچ کے قد و قامت پہنچتے رہتے ہیں۔۔۔۔ وہ لوگ جو تنکوں کی ٹوپوں سے خداوند کے حضور آکھ پیش کرتے ہیں۔۔۔۔ وہ لوگ جو معمولی معمولی مسائل پر تفرقہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، وہ آپ کا اسلام کے representative (نمائندہ) ہیں۔ یورپ کا بہترین دماغ اعتراض کر رہا ہے اسلام پر۔۔۔۔ مسلمان کا بدترین دماغ اسے جواب دے رہا ہے۔ کیا parity (برابری) معنی ہے؟ کونسا چیلنج ہے جو آ رہا ہے اور کونسا دانشور اس challenge کا جواب دے رہا ہے؟ خواتین و حضرات! commitment کا کونسا یول آپکے ذہنوں میں موجود ہے؟ کیا خدا کو اندھا اعتقاد سے ماننا، کیا خدا کو بے دلیل ماننا آپکی عقلوں کی، آپکی فراست کی معرات نہیں ہے۔۔۔۔؟ کیا خدا یہی چاہتا ہے۔۔۔۔؟ کیا خدا بھی یہی چاہتا ہے کہ آپ بغیر سوچے سمجھے بغیر غور و فکر اور تدبر کے، بغیر کسی ظلم و دانش کے اس کی طرف رجوع کریں؟ Is it an honour for God to believe in him without any argument? خدا کہتا ہے، It is a dishonour to me، یہ میری تذلیل ہے۔ اے بندگانِ خدا! میں نے تمہیں جو کلمات ارشی سے اس لئے نہیں مستاز کیا تھا، میں نے تو شیطان کا چیلنج تمہاری صورت میں اس لئے قبول کر لیا۔۔۔۔ میں نے تو اس کو اس لئے ذلیل دی تھی کہ مجھے یہ یقین تھا کہ جو عجب عظیم میں اپنے بندوں کو دے بیٹھا ہوں، جو دواہجہ قرآن دے بیٹھا

ہوں، مجھے یقین ہے کہ یہ غور فکر کی ساتیں استعمال کریں گے۔

”وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“

(اور وہ غور فکر کرتے ہیں آسمان و زمین میں)

زمین و آسمان پر جب غور کریں گے تو ایسی دلیل ضرور ڈھونڈ لیں گے جو مجھ پر ان کے مکمل یقین اور اعتماد کا باعث بنے گی۔ خدا کہتا ہے:

”إِن شِئْنَا لَذَرَيْنَاكَ وَآبَ عِنْدَ الْصُّمِّ الْبُكْمِ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ“

(بے شک بدترین جانور اللہ کے نزدیک بہرے اور گونگے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے)

بدترین لوگ، چوپائے ہیں۔ وہ جانور انسان نہیں کہتا: ”شَرُّ الْمَوْتِ“ وہ جانور میرے نزدیک وہ ہیں جو میری آیات پر غور فکر نہیں کرتے، بلا سوچے سمجھے میری آیات پر گرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے:

”إِلَيْكَ مَن هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ“

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا۔)

”وَيَعْنِي مَن حَسِيَ عَنْ بَيِّنَةٍ“

(جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔)

حضرات گرامی! آپ بے دلیل کس طرح ماننے کی جرأت کرتے ہیں؟ وہ عقل جو اس نے آپ کو اپنے لئے دی۔ آپ اسے کتنے گھٹیا اور کمتر مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ ابھی میرے عزیز دوست فرما رہے تھے کہ پچھن سال کی زندگی پر دنیا ریٹائر کر دیتی ہے۔ ”دنیا“ جو اللہ کے نزدیک قبولِ صلیب رسول ﷺ ”ایک مری ہوئی بد بو دار بکری سے بھی کمتر ہے۔“ آپ پورے پچاس سال صحت کر کے، شب و روز الجھتے ہوئے، گلے سڑتے ہوئے بڑی مشکل سے دنیاوی آقاؤں کو راضی کرتے ہیں اور پچھن سال پر دنیا کا آقا آپ کو کہتا ہے کہ You are

not any more fit to serve my purpose and cause, you are getting old, I can't pay you lot, go home take rest you are retired. اس بدترین وقت میں آپ کائنات کے سب سے بڑے سچے اور اعلیٰ ترین مالک کو رجوع کرتے ہیں۔ اپنی زندگی کا بہترین مہمد کمتر ترجیحات کو قرار دیتے ہوئے اپنی زندگی کا بدترین وقت آپ اعلیٰ ترین ترجیح کو دیتے ہیں۔ کیا فکر کیلئے اس سے کوئی بڑا ”ایہ نہیں؟ کیا علمائے فکر کیلئے اس سے بڑا اور کوئی ایہ نہیں کہ آپ بدترین وقت اللہ کو دیتے ہیں اور بہترین وقت

اس دنیا کو دیتے ہیں۔ کیا آپ کی بنیادی غلط فہمی پر نہیں؟ کیا آت کا اجتہاد یہ ہے کہ آپ پانچے زیادہ اٹھا دیا کم اٹھاؤ.....؟ کیا آت کا اجتہاد کانوں میں مسواک اڑنے میں ہے.....؟ کیا آت کا اجتہاد آپ کی نیت، آپ کے ارادے، آپ کے اخلاقی ترفع، آپ کے مابعد الطبیعیاتی فکر پر حاوی نہیں ہوتا.....؟ کیا جب top ہی خالی ہو..... سرکے مذہب کی آپ پرستش کر رہے ہو، کیا آپ ان ہندوؤں سے اور ان غیر اقوام سے کمتر ہو کہ جنہوں نے taboos اور totem کی پرستش کو اپنا حق بنایا ہوا ہے.....؟ آثار باقیات کی پرستش کو حق بنایا ہوا ہے؟ جس شخص کے دل میں ساری زندگی خدا سے قطع، شنائی، محبت اور اس کی مسائگی کا کبھی شوق ہی نہ پیدا ہوا ہو اس نے کلمہ کس رنگ میں پڑھا ہوگا؟

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“

خواتین و حضرات! عیسائی ایک طعن دیتے تھے مسلمانوں کو کہ ہم تو بچے کو پیدا ہوتے ہی خدا کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور اس کو وہ Baptism (بپتسمہ) کہتے ہیں۔ ایک پیلے رنگ سے..... بچے کو پیدا ہوتے ہی رنگ دیتے تھے۔ مسلمانوں میں ایسے کوئی رسم و رواج نہیں تھی تو انہوں نے مسلمانوں کو طعن دیا کہ تم لوگ کیا مذہبی ہو..... مذہبی تو ہم ہیں۔ ہم تو بچے کو پیدا ہوتے ہی خدا کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔ یہ سن کر مسلمان naturally بے چین ہو جاتے۔ جب تعامل میں نظر یہ آتا ہے خواتین و حضرات! تو تعامل ضرور ذہن کو بے چین کرتا ہے..... مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی یہ سوال پیدا ہونے شروع ہو گئے کہ کاش! ہم بھی اپنے بچوں کو خدائی رنگ دیتے، ہمیں بھی کوئی کالا پینا رنگ الاٹ ہو جاتا اور ہم بھی بچوں کو پیدا ہوتے ہی انکے ماتھوں پر بزم غراب بنا دیتے، یا کوئی پگڑی رکھ دیتے سر پر یا کوئی کیسری لباس اور حاد دیتے جس سے ان کے کمر مسلمان ہونے کا پتہ لگتا۔ تو پروردگار نے فرمایا کہ رسم و رواج سے ایمان اور اسلام نہیں بنتا:

”صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنُحْنُ لَهُ عِلْمُونَ“

کہ ”اللہ کا رنگ“..... اللہ کے رنگ سے کون سا رنگ بہتر ہوگا اور جسے اللہ اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے اس سے تو بہتر کوئی رنگ نہیں، تو تم ان جہالتوں میں نہ پڑو۔ ان رسومات میں کچھ نہیں ہے۔ یہ تمہارے قلب و ذہن کا معاملہ ہے اور جس کا دل میرے ساتھ ہے، جس کی محبت میرے ساتھ ہے، جس کا شعور میرے شعور میں دھڑکتا ہے، وہی ایمان والا ہے، وہی میرا بندہ ہے۔ خواتین و حضرات! کیا خوف کے سوا مسلمان کے پاس نکلاقی پروردگار کا کوئی اور رسم و رواج نظر آتا ہے؟ سوائے

اس کے کوئی خطا ہو جائے تو ہندوؤں نے معاشرے کی طرح حرم و مرا کے خوف سے ہمیں اللہ بڑا یاد آتا جاوے جب وہ ساعت نکل جاتی ہے، جب ہمارا شعور اس واقعے کو بھول جاتا ہے تو ہم دوبارہ انہی گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں سب سے پہلی اجتہادی فکر priorities (ترجیحات) کو صحیح کرنا ہے، ذہن اور نیات کی ترجیحات کو درست کرنا ہے، اپنے عصر کے تقاضوں کو سمجھنا ہے ورنہ آپ صرف اسلام پر قرار رکھ سکیں گے، ایمان بھی برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ سورۃ حدید کی آیات لے کر سیدنا امام جعفر صادقؑ کے پاس ایک شخص پہنچا۔ آیات کیا تھیں کہ ”وہ جانتا ہے جو زمین کی تہوں میں جاوے جاتا ہے جو آسمانوں میں جاوے جاتا ہے جو ان کے درمیان جاوے جاتا ہے ہر خفیہ اور ظاہر بات کو“۔ تو اس نے سوال کیا حضرت امامؑ سے کہ یہ کیسے واقع ہو سکتا ہے؟ یہ کس طرح ہوتا ہے؟ تو حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیت تیرے لیے نہیں ہے۔ یہ آیت کے لیے نہیں ہے۔

”تَزَلُّكَ لِلْمُتَعَبِّكِينَ فِي أَحْوَالِ الزَّمَانِ“

(یہ آیات آخری زمانہ میں آنے والے لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہیں۔)

خواتین و حضرات! دیکھا آپ نے اس فرسٹ مومن کو..... آج جب کہ ہم ان تمام systems کو مانتے ہیں جس سے زمین کی تہوں کی ذیل تکھی ہے و عجب افلاک کی ذیل تکھی ہے جبکہ ہم نے پندرہ ہر بیسین دور وہ ستارہ بھی دریافت کر لیا ہے جو کسی جہت کے مقام کی طرح چمک رہا ہے۔ آج کے دن ہم ”سورۃ المدینہ“ کو پڑھ کر کوئی تعجب نہیں کرتے کیونکہ آج ہم سسٹم کو جانتے ہیں، آج کے دن ہمیں قیامت کے حساب و کتاب پر کوئی تعجب نہیں ہوتا کہ مٹ بند بھی ہو گا تو ہاتھ پیر گواہی دیں گے۔ ویڈیو ریکارڈنگ consult ہو رہی ہوگی۔ وہ ملائکہ جو ہماری ایک خفیہ ویڈیو بنا رہے ہیں وہ تو صرف اسکو replay کریں گے..... آپ دن میں کتنی مرتبہ اپنی videos کو replay کرتے ہو؟ اپنی enjoyment کیلئے، شادی کے ہنگاموں کو دوبارہ دیکھنے کے لیے، افراد کو دیکھنے کیلئے.....

قیامت کے دن اس سے ذرا زیادہ sophisticated element ہوں گے۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے آج کے آلات بھی اللہ کے آلات سے فرسودہ تر ہیں..... وہ پروگرام جو آفریش لے لے کر آخر کار کائنات تک آپکا وقت cover کر رہا ہے۔ کیا وہ آپ کے intellectual مراتب سے غافل ہو گا؟ کیا اس کو یہ نہیں پتہ ہو گا کہ گتے برسوں میں انسان نے کیا سوچا ہے؟ کیا اسے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ امریکن progress کہاں تک ہو گئی؟ fusion ہو گا کہ نہیں؟ کیا وہ

پہلے نہیں کہہ چکا کہ میرا ایک نام بندہ ”عطق طائر“ پر غالب آتا ہے۔ میرے نزدیک وہ نام ہے تمہارے نزدیک وہ بڑا آدمی ہے، پیغمبر ہے۔ میں نے اپنے ایک پیغمبر کو ”عطق طائر“ بخش دی ہے۔ میرے پیغمبر کا ایک حواری ”حبت سہا“ کو بڑی آسانی سے fusion کر کے یہاں لاسکتا ہے۔

خواتین و حضرات! قرآن کی کوئی آیت قتلہ نہیں رہے گی۔ وقت کے ساتھ ساتھ سارا قرآن کھل رہا ہے۔ وہ باتیں جو پہلے سمجھ نہیں آتی تھیں اب بڑی آسانی سے سمجھ آ رہی ہیں۔ کسی نے دس عباس سے پوچھا کہ حضرت آج تو آپ زندہ ہو۔ اللہ نے آپ کو ”تاویل قرآن“ عطا کیا۔ آج ہمیں کوئی بھی مسئلہ ہو تو ہم آپ سے پوچھ لیتے ہیں، کھل گیا ہوگا۔ کل ہم سوال پوچھنے کس کے پاس جائیں گے؟ فرمایا: ”الْقُرْآنُ يَفْتَسِرُهُ الزَّمَانُ“ (ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرتا ہے) کیا آج ملائے حاضر جو آپ کے سامنے ہیں، یہ قرآن کی موجودہ عصر سے تفسیر کر رہے ہیں۔؟ خواتین و حضرات! آج کے مجتہد کو یہ پتہ ہوا چاہیے کہ اس کی ماضی کی ”مناہ گراں بہا“ کیا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر اسے ایک ایسے encompassing مکمل وجودِ ملیہ کی خبر ہونی چاہیے جو آج کے زمانے پر محیط ہے۔ جب تک کوئی اجتہاد کرنے والا پوری پوری علمی آگہی نہ رکھے گا یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے عصر کے تقاضوں کو سمجھے یا اس کا جواب دے سکے۔

میں جب نیویارک کے ہل سے گزر رہا تھا تو میں نے امریکہ کا جو سب سے بڑا بت ہے (ہل کا بت) statue of liberty دیکھا تو آپ یقین جانیے کہ اس کو دیکھ کر میرے دل میں بے اختیار ہنسی آئی اور میں نے کہا: ”اللہ تجھے بھی بتوں کے بغیر چین نہیں آتا، آج بھی تم نے اپنا سب سے بڑا منیجر statue of liberty (مجسمہ آزادی) کو رکھا ہوا ہے۔ ایک بہت بڑے عالم کی مینی نیویارک میں ایک عیسائی کے ساتھ چلی گئی۔ عالم تو روک نہیں سکتے تھے تو انہوں نے مجھ سے مدد چاہی۔ میں نے عرض کی کہ ایک تو گنجی باقی پانچ کی فکر کرو۔ اس لئے کہ موجودہ عصر میں زندگی کا جو concept امریکی یا یورپین معاشرہ دے رہا ہے آپ اس کے خلاف جو بنیادیں ہر دے ہیں وہ ٹھیکوں کا ہے۔ practices (اعمال) کا بند نہیں باندھا جاسکتا۔ اب اعمال فکر کے رستوں کو نہیں روک سکتے۔ اب آپ کی عبادات اس تخلیقی کارکردگی کا جواب نہیں ہے جو یورپ یا امریکی فکر آپ پر محیط کرتا ہے۔ دیکھئے وہ کتنا shy ہے۔! وہ بیچارہ اپنے مذہب کیلئے دلیل نہیں رکھتا۔ سیکولر کا رویہ ”تاویل ماضی“ کا رہا ہے۔ جب نیا شہم انجن آیا تو سرسید

احمد خان مرحوم سورۃ دخان کی interpretation (تفسیر) یہ کیا کرتے تھے کہ اس سے مراد ”سٹیم انجن“ ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح غلام احمد پرویز صاحب کو جب سمجھ نہیں آتی تھی کچھ باتوں کی،۔۔۔۔۔ جب ان کے سامنے سورج کی حرکات نہ تھیں تو وہ ان کو explain نہیں کر سکتے تھے۔ جب ان کے سامنے ملائکہ نہیں تھے، جنات نہیں تھے اور وہ انہیں explain نہیں کر سکتے تھے تو انہوں نے پورے کے پورے institution (قانون) کو رو کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ نہ کوئی ملائکہ ہیں نہ ہو گئے، نہ جنات ہیں نہ ہو گئے۔ یہ انسان کی ملکی اور negative (منفی) طاقتوں کے نام ہیں جو قرآن نے رکھے ہیں۔ بھلا چوتھیاں کہاں کلام کریں گی بندوں کے ساتھ۔۔۔۔۔ ناممکن۔۔۔۔۔ بھلا بند بند۔۔۔۔۔ یہ تو messenger (پیغام رساں) تھا۔ چونکہ بڑا تیز اور fast messenger تھا۔ اسی لیے اسکو ”بند بند“ کہتے تھے۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ بند بند کلام کرے۔

خواتین و حضرات! ابھی جب genetic code (جینیاتی مخفی علامات) animal language (جانوروں کی زبان) کو de-code کرے گی اور ایک چھوٹی سی مشین کے ذریعے آپ خود بند بند سے کلام کریں گے تو قرآن پورا ہو جائے گا۔ We are coming very close to those discoveries (ہم ان دریافتوں کے بہت قریب ہیں) کہ جہاں چوتھیوں کی زبان آپ سمجھیں گے، بند بند کی زبان آپ سمجھیں گے اور یہ پانچ دس سالوں میں ہو جائے گا۔ اگر انسان نے آت fusion پر کنٹرول کر لیا ہے اور وہ ایک چھوٹی سی metallic dish (دھاتی پلیٹ) کو exchange (رو بدل) کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تو اگلے دس برسوں میں وہ آپ کیلئے ایک نیا Travelling route (سفر کا راستہ) نکالیں گے۔۔۔۔۔ اگرچہ مہنگے لوگوں کو نصیب ہو گا کہ 50 لاکھ روپیہ دو اور پلک جھپکتے میں امریکہ پہنچ جائے۔۔۔۔۔ یہ بھی ”جہنم کا سفر“ ہے۔ سائنس دان بھی ”مجہد“ ہے۔ سائنس دان پہلے کوئی اوٹ پانگ خیال پاتا ہے اور تب جا کے اس پر غور و فکر کے ذریعے ایک اصول وضع کرتا ہے یہ apriori (اتخرا نیا) طریقہ بھی ہے اور یہ priori method بھی ہے۔ یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں جیسے فلسفہ حرکت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اگر عصر حاضر میں اپنے لیے ایک مضبوط ترین دلیل کا وجود نہ رکھتا تو وہ کبھی آپ کو مسلمان ہونے کی دعوت ہی نہ دیتا۔ Why should he put extra burden on you. Why should he blame you for a

اگر capacity which you don't have. اُس کے اثبات حق پہلے کچھ بھی نہیں جتو وہ کیوں اس حد مسئلہ کے ایک ارب لوگوں کو دعوت دیتا پھرے کہ مانو ورنہ جہنم کی سزا ملے گی۔

خواتین و حضرات! ہر دور میں پروردگار نے اپنے لیے ایک ناقابل شکست دلیل رکھی ہوتی ہے۔ کوئی دور حاضر کا مجتہد ہوگا تو اس تک پہنچے گا۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم قرآن کے جنرل علمی standard (معیار) تک بھی نہیں آتے۔ ہم قرآن کو pre-determined ideas (پہلے سے متعین کردہ خیالات) سے پڑھتے ہیں۔ ہمارے پاس اُس کے پس منظر کو سمجھنے پہلے مناسب علم نہیں ہے اور پس منظر کو سمجھنے پہلے قرآن سے پہلے تمام علم کا جائزہ لینا پڑتا ہے کہ یہ علم کیا تھا؟ دنیا کس یقین پر قائم تھی؟ لوگوں کے کیا faith (یقین) تھے؟ کیا beliefs تھے؟ دور قدیم کی سائنس کیا کہہ رہی تھی؟ آرس کیا کہہ رہے تھے؟ تب کہیں جا کر ہم قرآن کے back ground (پس منظر) تک پہنچتے ہیں۔ You need at least three thousand years of educational period. (آپ کو کم از کم تین ہزار سالوں کا تعلیمی دور چاہیے) مجھے ایک آیت کو سمجھنا تھا۔ عجیب سی آیت تھی۔ ایک دعویٰ مبہم۔ خواتین و حضرات! یہ بھی یاد رکھیے گا کہ میں ہزار غلطیاں بھی کروں تو انسان رہتا ہوں، اللہ کے پاس کوئی چانس نہیں ہے۔ He cannot make even one single mistake, If he does it he is no more God. اگر ایک غلطی خدا کرتا ہے تو خدا نہیں ہوتا۔ میں ہزار غلطی کر کے بھی انسان رہتا ہوں تو خواتین و حضرات! مجھے اُس کی ایک آیت کا حق ادا کرنا تھا۔ آیت یہ تھی کہ شروع میں سب مواحد تھے بعد میں انہوں نے بت پرستی شروع کی۔

”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً“ (بقرہ ۲۱۳)

ہمارے پاس پرانی تہذیبوں کے بارے میں صرف ایک original (حقیقی) ریکارڈ ہے۔ There is only one pre-historic record (ماقبل تاریخ کے بارے میں صرف ایک ثبوت ہے۔) اور وہ ”علم الاصلنام“ یا، mythology ہے۔ میں نے A to Z ساری کی ساری mythologies پڑھیں and i have to very humble in front of God. (مجھے خدا کے سامنے عاجز ہونا پڑا) میں حیران رہ گیا۔ یہ خود میرے لیے

انتہائی حیرت کی بات تھی کہ وہ Byblian mythologies ہوں، Scandinavians ہوں، mesonics ہوں، یا Indian mythology ہو۔۔۔۔۔ تمام mythologies کے پاس صرف ایک خدا ہے۔ Greek mythology ہزاروں خداؤں کے پیچھے صرف ایک خدا chronus (کرونس) ہے۔ Zeus (زیئس)، Hefastus (ہیفاسٹس)، Afrodite (ایفرودائٹ)، Hermes (ہرمز)، Mars (مارس) سب کے سب ایک "chronus" (کرونس) سے پیدا ہوئے۔ انڈین mythology کی trilogies کو دیکھ لیجئے، دونوں کے پیچھے صرف ایک خدا کا تصور ہے جسے "اندرا" کہتے ہیں جو خدائے واحد کا تصور تھا جس کی انڈیا میں آج بھی 'local subject' کے اعتبار کی وجہ سے دو بیویوں "تھرا" اور "ورونا" سے شادی کرادی گئی اور دوسری trilogy میں بھی صرف ایک خدا "برہما" ہے جس کے ساتھ فوری طور پر "وشتو" اور "شیوا" attach (ضلع) کر دینے گئے مگر جب بھی "تھو" سے اس کے بیٹے نے پوچھا کہ کیا حقیقت مطلقہ تین حصوں میں مش ہوئی ہے تو اس نے کہا

"نہیں، یہ مظاہر ہیں۔ حقیقت مطلقہ صرف ایک ہے واحد ہے اس میں کوئی اعتبار نہیں۔"

حضرات گرامی القرآن کو سمجھنے کیلئے، اس کی آیات کو سمجھنے کیلئے ہر علم کا ہر حرف آخر پایسے جب آپ ایک General category of knowledgeability کیلئے کو ایٹائی کرتے ہیں۔ چلیں آپ یہ نہ مانیں مگر قرآن کے بارے میں ایک عمومی فکر و فراست کیلئے بھی آپ کا مطالعہ اتنا تو ہونا چاہیے۔ آپ بائیس برس بی اے کی ڈگری کو دیتے ہیں۔ specialization میں سٹائیس برس گزر جاتے ہیں۔ ذرا گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ اپنے اللہ کو کیا دیتے ہیں؟ کتنا وقت خدا کو دیتے ہیں؟ کتنی توجہات دیتے ہیں؟ اور جانا چاہتے ہیں "عالم کل" کے شہنشاہ کی حکمت کے بارے میں۔ اس کی کارکردگی کے بارے میں۔ اور وہ وقت دیکھیں جو اپنی زندگی کا آپ پروردگار عالم کو دیتے ہیں تو سوائے شرمندگی کے آپ کو کچھ باقی نہ آئے گا۔

خواتین و حضرات! اللہ یہ بات واضح طور پر کہتا ہے کہ میرے دین میں اکیلے اکیلے شق لے کر نہ گھسو۔ یہ نہیں کہ آپ نے شریعت law کو دس قوانین کی چادر میں سمیٹ رکھا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میرے قوانین ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔ ایک institution اگر معاشرے میں

آئے گا تو میرا institution خراب ہوگا

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ“

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے اور مت پیروی کرو شیطان کی بے شک و چہار اٹھلا دشمن ہے)

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور دوسرے ستم کی پیروی نہ کرو۔ ”خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ“ جب اسلام ایک ستم ہے تو دوسرے سارے ”خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ“ بھی system ہیں۔ اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم میرے وہمہربان ہو جو میرے system کو ہزار دوسرے باقیات میں رسوا کر دیتے ہو۔ ازراہ کرم میرے ستم کو دوسرے ستم سے علیحدہ کر دنا کہ تمہیں اس system کے فوائد پہنچیں، نہ کہ تمہیں پتہ چلے کہ اسلام کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا عنوان رکھتا ہے۔ کیا عمل رکھتا ہے۔ کیا اصلاح رکھتا ہے۔ اور خواتین و حضرات! خدا یہ کہنا چاہ رہا ہے کہ میرے تمام ستم ختم ہوئے ہیں۔ آج کوئی شخص سود کو ختم نہیں کر سکتا۔ میں رب کعبہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ نہ کوئی عالم، نہ کوئی دانشور، کوئی سود کو ختم نہیں کر سکتا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ نے سود کا counter system (حریف نظام) بنایا ہوا ہے، وہ تو آپ کے پاس سرے سے وجود ہی نہیں رکھتا۔ ”يَمَعْشِقُ اللَّهُ الرَّبَّوَا وَيُرْسِي الصَّدَقَاتِ“ (اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے)۔ جب تک آپ صدقات کے نظام کو مرتب نہیں کرتے، آپ سود نہیں ختم کر سکتے۔ کیوں نہیں ختم کر سکتے۔ آئیے ذرا خطبہ الوداع والے دن کی بات سنیں۔! بائیس سال کی مسلسل عبادت، محبت، ریاضت، تعلیم و تحقیق کے باوجود خطبہ الوداع کے دن رسول ﷺ فرماتے ہیں:

”آج کے دن میں تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے

چچا عباسؓ سے مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔“

خواتین و حضرات! ذرا غور و فکر سے جواب دیجئے گا، یہ جملہ کیا بتاتا ہے آپ کو کہ بائیس برس عباسؓ سے سود مطلب سود لیتے تھے، دیتے تھے اور سود بھی ختم نہیں ہوا تھا۔ بائیس برس کے بعد سرکار کائنات ﷺ خطبہ الوداع والے دن ارشاد فرما رہے ہیں کہ آج کے دن میں نے تمام سود باطل قرار دے دیئے اور سب سے پہلے اپنے چچا عباسؓ سے سود مطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ اس

وقت تک تھوڑا بہت تو ہو گا، عباس کا سود..... تبھی آپ ﷺ کو یہ اعلان کرنا پڑا۔ کمرے اعلان کرنا پڑا..... وجہ کیا ہو سکتی ہے خواتین و حضرات؟ وجہ بہت سادہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کوئی حتمی حکم اس وقت نہیں دیتے تھے جب تک کہ اس کے counter system (حریف نظام) نہ تخلیق ہو گئے ہوں۔ اسلام ابھی اپنے ستم تخلیق کر رہا تھا۔ اللہ کے حکم کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ اپنے نظام کو مکمل کر رہے تھے قرآن ابھی مکمل نہیں آ رہا تھا۔ نظام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ transition (گزران) پر کوئی فیصلہ کن statement (بیان) نہیں آتی۔ جب اللہ کے رسول نے زکوٰۃ کا نظام مرتب کر لیا، صدقات کا نظام مرتب کر لیا، تمام اخلاقی نظام مرتب کر لئے، معاشرتی اور معاشی نظام مرتب کر لیے تو ایک final (حتمی) حکم دے دیا کہ اب تم میں سے کوئی سود نہیں لے گا، اب اگر سود لو گے:

”فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِمَحْرُوبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ (سورۃ البقرہ پارہ ۳)
 (پھر اگر ایسا نہیں کرتے (سود نہیں چھوڑتے) تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو ہوشیار ہو جاؤ۔)
 اب اگر کوئی سود لے گا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے گا مگر زمانہ آخر کی سنیں.....! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ آخر میں اگر سود نہیں تو آستانہ دھواں ہر فرد تک پہنچے گا.....
 حضرت علامہ سے آپ پوچھیں..... اگر طالبان کو بھی اقوام متحدہ روٹی دے رہی ہے تو سود کی دے رہی ہے، پانی دے رہی ہے تو سود کا دے رہی ہے۔ آج پاکستان میں کوئی علامہ سود سے خالی نہیں ہے کیونکہ یورپ کا مجتہد آپ کو نہیں جانتا۔ یورپ کا مجتہد نہیں جانتا کہ کون مولوی ہے، کون غیر مولوی ہے۔ یورپ کا مجتہد کہتا ہے کہ ہر پاکستانی پر 526 ڈالر قرض ہے چاہے وہ ایسا ہی نہیں لیتا..... مولوی ہے یا غیر مولوی ہے۔ ہر پاکستانی پر یہ ڈالر قرض ہے اور ہر پاکستانی اس کا سود دے رہا ہے آپ چاہو یا نہ چاہو..... اگر تبرہ کا گراہ کی اس دنیا میں آپ ہر صورت وہ کام کرنے پر مجبور ہیں جو آپ ظنی اور ظنی طور پر نہیں کرنا چاہتے۔ آپ مسلمان ہیں تو آپ کو کیا چیز ڈراتی ہے؟
 میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اجتہاد ”فقری جدوجہد“ ہے آپ کوئی ایسی ”فقری جدوجہد“ کر رہے ہیں جس سے آپ کا مستقبل اُن صاحبِ ایمان لوگوں جیسا ہو جائے جو اسرائیل کو بھی شکست دیں گے اور جو بحال عصر سے بھی نہیں گئے؟ آپ میں اور مجھ میں کوئی ایسی صفت نہیں ہے بندگانِ خدا..... اگر آپ غور کیجئے تو جس مذہب کی پہلی اور بنیادی شق سے آپ کی آگاہی نہیں ہے اس میں مزید آگے آپ کیسے جائیں گے۔ اس کی پہلی شق یہ ہے

کہ مذہب معاشرت کیلئے نہیں ہے مذہب شریعت کیلئے نہیں ہے، شریعت معاشرے میں ایک طریقہ کار ہے جس کی مدد سے لوگ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ خدا کی آگاہی پاسکے۔ شریعت بذات خود مقصود نہیں ہے۔ تمام مذاہب کا آدم سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک اگر واحد مقصد ہے تو خدا کی پہچان، خدا کی محبت، خدا تک رسائی ہے اور اس کے بعد اللہ نے آپ کو اس کام میں سہولت دینے کیلئے شریعت تخلیق کی۔

لوگ کہتے تھے کہ کوئی نظام ہونا، کوئی ترویج ہونی، کوئی بندوبست ہونا، کوئی خدا نے حکم دینے ہوتے، وہ ہم پر ہے کرتے، ہم اللہ تک پہنچنے۔ مگر پہلے ایسا نہیں تھا۔ survival (بقا) کے دنوں میں نظام پورا نہیں آ سکتا تھا۔ انسان کی بڑھوتری کے دنوں میں، انسان کے ترقی پذیر معاشرے میں ایک ایک کر کے قانون آئے۔ اللہ علامہ کی طرح ”حکمت پسند“ نہیں تھا۔ اللہ نے کم از کم چالیس ہزار سال لئے ہیں انسانی معاشرے کو اخلاقی طور پر، شریعتی طور پر آگے بڑھانے میں..... حیرت کی بات ہے کہ سب سے پہلا معاشرہ priest (پادری) (سوسائٹی) کہلاتا ہے۔ انسان کی ابتدا، اور ابتدائی ترین معاشرے، priest معاشرے تھے۔ ان میں ایک عالم، ایک مذہبی شخص ہی ان کا جرنل بھی ہوتا، ان کا سرور بھی ہوتا، ان کا حکمران بھی ہوتا مگر یہ مذہبی شخص خدا سے in touch (مشکل) ہوتا اور حضرات گرامی! بنو اسرائیل کے زمانے تک آتے آتے ہر گروہ کا ایک نبی تھا اور ہر نبی خدا سے مشکل ہوتا اور سب سے بڑا مسئلہ حضرات و انبیاء کے زمانے میں یہ ہوا کہ و انبیاء ایک سچا priest اور نبی تھا اور اس کے مقابلے میں کم از کم پچاس جہوں نے بھی تھے۔ ان کے معاشرہ ترقی پاتا ہوا محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا اور پورے دور گزارنے کہا کہ آج انسان جہنی طور پر اس قابل ہو گیا ہے کہ میں اپنے نظام کی پوری ذمہ داری اس کے حوالے کروں۔ اب انسان اس قابل ہو گیا ہے کہ جو انسان کی بھلائی اور خیر کا system میں انہیں دینا چاہتا ہوں، اس کے مخالفین مجھے مل گئے ہیں:

”اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ قَضَعْتُ عَلَيْكُمْ بُعْثِي“

(آج کے دن تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر نعت تمام کر دی)

جب تک ہم ”اجتہاد فقہ“ کا پہلا حصہ مکمل نہیں کریں گے ہم اس میں مزید آگے نہیں جاسکتے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم اپنے مجتہدین سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ ایک practical (عملی) مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے سب سے بدتر کام یہ کیا کہ اپنے چار jurists (انڈے) کو تقسیم کیا۔ ان سے نفرت اور

محبت تقسیم کی اور ایک دوسرے پر ان کی خاطر لعنت ملامت کی اور ان پر ہم نے یہ لعنت ملامت ڈال دی۔

خواتین و حضرات! اہلسنت والجماعت کا قول یہ ہے کہ ہمارے چار امام ہیں۔ جس شخص سے پوچھ لو، کہتا ہے کہ ہمارے چار امام ہیں۔ مالک، شافعی، احمد بن حنبل، ابوحنیفہ نعمان بن ثابت مگر یقین سے کہہ دیجئے کہ کیا ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس نے حنفی ہو کر احمد بن حنبل کی بات مانی ہو۔ یہ چار jurists ہیں۔ چار jurists کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک سپریم کورٹ بنائی جائے تو چار جج ہیں جو قانون کو interpret کرتے ہیں، قانون میں کشادگی پیدا کرتے ہیں۔ خواتین و حضرات! اللہ کے نزدیک سب سے اچھا دین دار وہ ہے جو مسلمانوں کیلئے آسانی پیدا کرے۔ اللہ کے نزدیک فقیر اور مجتہد قرآن کی اس آیت کے سائے تلے ہیں۔

”طه ۵ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ“

(اے سرور! ہم نے قرآن کو مشقت کے لئے نہیں اتارا۔)

اگر قرآن مشقت کیلئے نہیں اتارا تو لوگوں کو اس میں آسانی کیوں نہیں نظر آتی..... لوگ کیوں اس میں مشکل محسوس کرتے ہیں.....؟ کہیں ”مجتہدان عصر“ جو ہیں یہ خدا کی بجائے شیطان سے تو نہیں ملے ہوئے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ملائے اسلام جان بوجھ کر مذہب کو اس لئے تو نہیں مشکل بنا رہے کہ لوگ دین سے بھاگ جائیں، مسجدوں سے بھاگ جائیں، عبادات سے بھاگ جائیں۔ انڈیا میں آرام سے جا کے نماز پڑھیں..... اور پاکستان میں مسجدوں میں گھستے ہوئے جان کے لالے پڑ جائیں.....

خواتین و حضرات! غور کیجئے! کہ چار فقیر اور چار jurists ہیں یعنی ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ چاروں فقیر مسائل پر اتنی wide range رکھتے ہیں کہ اگر کسی کثیر یہ کہتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح زنا ہے تو ابوحنیفہ ”کتاب ہدایہ“ کو اس بات پر کھولتا ہے کہ ولی کے بغیر نکاح جائز ہے۔ کشادگی دیکھی آپ نے.....! آپ نے دونوں محسوس دیکھیں، ایک آسان کی کشادگی اور دوسری زمین کی تختی ہے۔ اسی طرح ایک امام یہ کہتا ہے کہ تین طلاق، طلاق مطلق ہے اور باقی تین jurists (جج) کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، ہزار مرتبہ بھی طلاق ایک وقت میں دی جائے تو ایک شمار کی جائے گی۔ اسی صبیحہ ابن عباسؓ کے پاس حاضر ہوئے، کہا:

”اے عباس! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں

متحدہ دلائل قیاس ایک کبھی جاتی تھیں؟ کہا: ”ہاں، ایسا ہی ہے۔“ کہا: ”پھر سیدنا ابی بکر صدیقؓ کے زمانے میں متحدہ دلائل قیاس کیا ایک نہ کبھی جاتی تھیں؟“ کہا: ”ہاں، ایسا ہی ہے۔“ کہا: ”پھر عمرؓ کے ابتدائی زمانے میں بھی متحدہ دلائل قیاس ایک نہ کبھی جاتی تھیں؟“ کہا: ”ہاں، ایسا ہی ہے۔“

مگر اب ذرا فقیر کا کام دیکھئے کہ فقیر قرآن کی حد بھی معطل کر سکتا ہے۔ جب مدینے میں قحط پڑا، لوگ بھوکے مرنے لگے۔ عسرت و مادی نے لوگوں کو آگ کی طرح پاٹ لیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے ”قطع یہ“ کی سزا معطل کر دی۔ ”ایک نیک نیت، صاحبِ اخلاق، مہربان زمانہ مملکت خداوند کا خلیفہ اللہ پر بھی قہوری حجت کر سکتا ہے۔“ یہ وہ مجتہد ہے، یہ وہ صاحبِ اجتہاد ہے کہ جب فاقہ کشی بڑھ گئی، چوری چکاری عام ہو گئی تو اللہ کے اس بندے نے قطع یہ کو کچھ وقت کیلئے معطل کر دیا مگر معطل اس طرح نہیں کیا، بغیر reason کے معطل نہیں کیا کیونکہ جنھوں نے سزا پر بھی ہوتی سبائیوں نے پیچھا کیا اور آیت نہیں پڑھی ہوتی کہ:

”إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَاللَّعْمَ وَالْحَمَّ الْحَنْزِيرِ“ (آیت ۳۱ البقرہ پارہ نمبر ۲)

(بے شک اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت حرام کیا ہے۔)

یہ چاروں چیزیں حرامِ مطلق ہیں

”فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِبٍ لِآثِمٍ“ (آیت ۳ سورۃ المائدہ چارہ نمبر ۶)

(پھر جو کوئی بھوک سے دستبردار ہو جائے اور گناہ کرنا نہ چاہے۔)

مگر اگر جان پر بن گئی ہو اور تم کچھ زیادتی کر جاؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں یعنی جو پورا قرآن پڑھتا ہے وہ صرف ایک ہی آیت تک نہیں رہتا۔۔۔ چونکہ ظلم کی بھلائی اس میں ہے کہ آپ ہزاروں لوگوں کے ہاتھ نہ کاٹتے پھر وبلکہ پہلے ان کو provide کرو، ان کو روٹی دو۔ بحیثیت امیر المومنین کے، بحیثیت ایک اسلامی ریاست کے جب حقوق کا حق آپ ان کو نہیں دے رہے اور ناداری، افلاس اور فاقوں میں اگر وہ اٹھ کر چوریاں کرنے لگے تو خدا کی حد اللہ کے اس بندے نے ساکت کر دی۔ حالات abnormal (نامنوار) ہوں تو قوانین کو بھی مارل نہیں رکھا جاسکتا اور یورپ کے مجتہدین جسے discretion (امتیاز) کہتے ہیں، اجتہاد میں وہ equity (انصاف) پر زور دیتے ہیں۔ اگر ایک فرد کا حق اس طرح مجروح ہو گیا ہے کہ پہلے کوئی قانون موجود نہیں ہے تو مجتہد فکر مغرب، اس equity کو بھی قانون بنانے کا حق رکھتا ہے مگر اسلام میں کوئی چیز ایسی نہیں

آتی۔ اجتہاد کیا نہیں آتا۔ کیا کوئی شخص مجتہد نہیں ہو سکتا۔ قرآن کے اجتہاد کیلئے قرآن و سنت کی فہم و فراست کی اشد ترین ضرورت ہے تاکہ اصول متغیر نہ ہوں اور لوگوں کو سہولت بھی ملے۔ مجتہد وقت کا کام نہیں کہ پانچ کی بجائے تین نمازیں کر دے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں، مجتہد وقت کا یہ کام نہیں کہ روزوں کی چھوٹ دے اور نماز رکھ لے۔ مجتہد عصر کا کام یہ ہے کہ:

”بغیر کسی اصول کو متغیر کہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ سہولتیں اہل اسلام کو دے تاکہ قرآن کی پیروی ہو۔“

”مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ“

(ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔)

اگر آپ counter system کی طرف دیکھیں، اگر آپ یورپی نظام کی طرف نظر دوڑائیں، اگر انٹارنیک سسٹم آپ لے رہے ہو تو خدا کو اس پر کتنا اعتراض ہے۔؟ آج کی ”اجتہادی قرآن“ یہ کہتی ہے کہ وہ نظام جس سے آپ کے کسی بنیادی قانون میں خلل پیدا نہیں ہوتا تو اس کی آگہی میں آپ کو کوئی بھی پرابلم درپیش نہیں ہے۔ ٹی وی، ڈش بڑی واپیات چیزیں ہیں مگر کیا یہ بذات خود واپیات ہیں؟ کیا ایک instrument (آلے) کو آپ برا کہہ سکتے ہیں؟ لاؤڈ سپیکر پر اللہ کا کلام سنائیں اور گالیاں بھی دیں۔ کیا آپ کو فرق محسوس نہیں ہوتا؟ کوئی بھی آلہ بیک وقت ”حسن و قبح“ سے خالی ہوتا ہے۔ اسکا objective (ظاہری) استعمال آپ کو criminal (مجرم) بناتا ہے یا former بناتا ہے۔ ان اشیاء پر پابندی آگہی پر پابندی ہے اور معاشرے کا فہم و ادراک سے دور جانے کے برابر ہے rigidity (سخت گیری) بڑھانے کے برابر ہے۔ کیا آپ کمپیوٹر کا تار کر دیں گے؟ internet کے رستے روک لیں گے؟ آپ کیا ارد گرد کی دنیا سے ”شتر مرغ“ کی طرح بے خبر رہیں گے کہ جب وہ بھیڑیے کو آتا دیکھتا ہے تو اپنا سر دیت میں دبا لیتا ہے، سمجھتا ہے کہ میں محفوظ ہو گیا ہوں۔ بڑا آسان شکار ہوتا ہے وہ۔ کیا اپنا سر چھپا کے آپ سبک باری سے بھاگ جائیں گے۔؟ اقوام عالم کے طرز و تصنیع سے بھاگ جائیں گے۔؟ میری ان پر طرز مغلطہ ہے، مگر ایک بات تو ہم میں بھی سچی ہے۔ باقی چیزیں ان کی سچی ہوں نہ ہوں۔ میں آپ کو ایک دوا اپنے ساتھ یہ جے ہوئے واقعات سنا دیتا ہوں کہ اگر مذہب کی اس طرح کی interpretation ہوگی تو سبک باری کا سامنا تو آپ کو کرنا پڑے گا۔

”میں ریل کار پر سفر کر رہا تھا۔ نماز کا وقت ہوا، اپنی جگہ جینو کر میں نے نماز پڑھی،

ماگہاں مجھے اذان کی صدا سنائی دی۔۔۔۔۔ میں بھی چونکا۔۔۔۔۔ میں نے سوچا کہ شاید کسی نے دیوانگی میں ایسا کیا ہے۔۔۔۔۔ کچھ لوگ کھڑے ہو گئے۔۔۔۔۔ ظاہر ہے جگہ تو وہاں تھی نہیں تو لوگ دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ امام نے اپنے آگے لگی ہوئی راڈ کو پکڑ لیا اور پانچ آدنی اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔۔۔۔۔ اب بھاری سڑک مسلمان نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ ریل کا track (پٹری) مسلمان نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اگر ہوتا بھی ہو گا تو کم از کم ہم کو اس کی آگہی نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ انجن کو کوئی خبر نہیں تھی کہ ”مستقین“ سفر کر رہے ہیں تو غیر ہموار جگہ پر آ کر پوری کی پوری گاڑی لٹی شروع ہو گئی۔۔۔۔۔ اب وہ صاحب جو آگے امامت کر رہے تھے وہ پورے زور سے ادھر ادھر سر بچار رہے ہیں۔۔۔۔۔ پھر پیچھے بہت کے دوسروں کو چھوٹے ہیں۔۔۔۔۔ کوئی ادھر سے ہاتھ لگا رہا ہے۔۔۔۔۔ کوئی ادھر سے۔۔۔۔۔ اتنی مشکل خیز نماز میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ جب وہ ختم ہوئی تو میں نے کہا کہ جب اللہ نے آپ کو سہولت دی۔۔۔۔۔ سفر کی رعایت دی۔۔۔۔۔ سواری کے رخ کی رعایت دی۔۔۔۔۔ ”وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَظَهَرَ وَجْهُهُ“ (اور شرق اور مغرب دونوں اللہ کے ہیں تو جدھر تم من کر دو ادر ہی قبلہ ہے) تو آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی اس عجیب و غریب مظاہرے کی۔۔۔۔۔ تو انہوں نے کہا کہ اس طرح ہم لوگوں کو جماعت کا قائل کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اکثر لوگوں کے چہروں پر میں نے تبسم دیکھا، بڑی مشکل سے کچھ لوگ قہقہے بند کر رہے تھے۔ اگر آپ اس طرح ان لوگوں کو impress (متاثر) کرتے ہیں تو ماشاء اللہ آپ کی عقل کی داد پا پیسے۔۔۔۔۔ اسی طرح ایک دفعہ میں جہاز میں ٹریول کر رہا تھا اور جہاز میں ٹریول کرتے ہوئے مجھے سواری پر نماز پڑھنے کے بارے میں ایک حدیث کی سمجھ آئی۔ ابھی اس میں فقیہوں نے ایک سختی کی ہوئی ہے، ذرا غور کیجئے کہ عصر (زمانے) کے تقاضے کس طرح ”فراستِ دین“ کو ابھارتے ہیں کہ جب میں جہاز میں ٹریول کر رہا تھا۔۔۔۔۔ تو عموماً ٹریول کرتے ہوئے زیادہ تر فقیہ اور محترم دوست یہ کہتے تھے کہ فرائض نیچتر کر پڑھو، تو میں سوچتا تھا، ہمیشہ میرے ذہن میں یہ سوچا رہی کہ سفر کے تو فرض ہی دو ہیں، پھر کتنے نیچے پڑھیں، کتنے اوپر پڑھیں اور اگر فرض نیچتر کر پڑھتا ہے تو پھر سواری پر نماز تو بے سود ہے۔۔۔۔۔ جب میں جہاز میں بیٹھا ہوا تھا تو پہلے تو میرے دل نے کہا ”چلو ایک بے سود کوشش جہاز سے نیچتر کرنے کی کر ڈالو“۔۔۔۔۔ مگر پھر مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میرے رسول ﷺ نے مجھے ہر دور پہلے سہولت بخشی ہے۔ میں نے دیکھا کہ خواتین چائے کی ٹرالیاں لے کر نکل رہی تھیں۔ بے شمار ملکی و غیر ملکی مسافر مینے ہوئے تھے تو اچانک اذان شروع ہو گئی۔ اب چونکہ مجھے

تجربہ قیام میں نے سوچا کہ کوئی حادثہ نماز پیش آنے والا ہے مگر مجھے یہ نہیں سمجھ آ رہی تھی کہ جگہ کوئی ہوگی تو آپ یقین جانیں کہ جہاز میں بیچ میں جوگی ہوتی ہے، اس میں چھ سات آدمی ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے جماعت پڑھی۔ میں نے بعد میں ان سے عرض کی کہ کوئی ایسی جگہ بھی ہے جہاں جماعت نہ ہوتی ہو۔ کیا اس مذہب میں کوئی exception نہیں۔؟ مذہب اسلام جو نماز میں 34 exceptions (استثناء) دیتا ہے۔ کیا اس نے آپ کو اس اذیت میں کوئی رخصت نہیں دی ہوئی۔؟ کیا یہ لازم ہے کہ آپ اس طرح نماز پڑھ کر قرار واقعی ایک ایسے اہمقانہ شوق کو مذہب کہیں گے۔ کیا یہ خدا کا دین ہے۔؟ کیا یہ وہ آسانیاں ہیں جو اللہ آپ کو دینا چاہتا ہے۔؟ کیا حجت خداوند کو بھی اس طرز میں بھی آپ پیش کریں گے کہ جو وہ بندوں کا خیال رکھتا ہے اور ان کو آسانی اور فراغت دیتا ہے اور خدا کے رسول نے فرمایا:

”جو سختی چاہتا ہے اس پر سختی ہے۔“

اور خدا کو ہمیشہ نرمی سے سمجھو اور اس کے سامنے نرم رہو۔ اگر اتنے ضابطوں کے مالک ہو گے تو پھر اس کے بھی ضابطے سخت ہوں گے۔

”neurosis (خلل اعصاب) اور Psychosis (پنی امتری) لڑی سے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں۔“

خواتین و حضرات! اجتہاد کا بنیادی حامل عارف ہوتا ہے عالم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ جہاں اجتہاد دیکھلے اور اگلے علوم پر حاوی ہوتا ہے وہاں خارجی اور باطنی دونوں understandings پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر آپ کو Deeds of the prophet (اعمال رسول ﷺ) کا علم ہے لیکن آپ کو ”نبیات رسول ﷺ“ کا علم نہیں ہے تو آپ کبھی بھی اجتہاد نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ آپ کو یہ پتہ نہ چلے کہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال کے پیچھے کیا psychology (نفسیات) تھی اور بظاہر کیا محسوس ہوتا ہے۔

ایک جگہ اللہ نے اجتہاد کیا، ایک جگہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اجتہاد کیا۔ دونوں کی مثال دیکھیں کہ انہوں نے کتنی وسیع range (سلسلہ) اختیار کی۔ حضرت ایوبؑ نے اپنی بیوی کو سزا دینے کی قسم کھائی۔ آپ مجھے غور کر کے بتائیے گا کہ کیا یہ وہی اللہ ہے جو جنت اور جہنم کی سزا دیتا ہے اور ایوبؑ کو اتنی رعایتیں اور گنجائشیں دے رہا ہے۔ عورت نیک تھی، مگر اس سے خطا ہو گئی، بعد

میں ایوبؑ نے بچھڑا شروع کیا کہ اگر اتنی خدمت گزار بیوی کو سوکڑوں کی سزا دوں گا تو یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے، پھر اس مسئلے میں اللہ نے ایوبؑ کو ایک اجتہادی راہ بتائی کہ ایک سوئگوں کا ٹکڑا لے، اُسے بانٹ دے اور ایک دفعہ بیوی کو مار دے، بس سزا ختم ہوئی۔ یعنی سوکڑوں کی سزا کس طرح قرآن حکیم نے ختم کر دی۔ اب رسول اللہ ﷺ کو دیکھیں۔ لوگ آئے اور کہا:

”حضرت! ہم کھجور میں پینڈ لگاتے ہیں۔“ فرمایا: ”ہمیں تو پینڈ پسند

نہیں۔“ لوگ لوٹ گئے، پینڈ نہیں کیا، اگلے برس پلے اور کہا: ”یا رسول

اللہ! آپ کے کہے پر پینڈ نہیں کیا تھا، فصل بڑی خراب ہوئی۔“ کہا: ”پھر

ایسے کیا کرو جیسے تمہیں صدیوں کے تجربات سے حاصل ہے۔“

خواتین و حضرات! اس سے زیادہ علمی و عقلی حدیث مجھے اور کوئی نہیں نظر آئی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے لئے ایک خطا کا امکان پیدا کیا اور تمام امت مسلمہ کیلئے تجربات کی صداقت چھوڑ دی، practical (عملی) تجربات کی اہمیت و صداقت چھوڑ دی۔ یہ ایک subjective اور attitude' objective (داخلی اور خارجی رویہ) تھا۔ حضور گرامی مرتبت کا یہ کہنا، اور کرنا اس بات کی مثال ہے کہ تمام تر subjectivity جب تک objective reality سے support نہ ہو وہ غلط ہو سکتی ہے، چاہے وہ خبر کی زبان مبارک ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ایک انتہائی قیمتی علمی اصول اس حدیث میں ارشاد فرمایا۔

میں اپنی بات کو مختصر کرنا ہوں اور وہ simple ہے کہ آج کا اجتہاد علمی تقاضوں کا مقتضی ہے۔ جب تک آپ عصر حاضر کے تقاضوں کو نہ سمجھیں گے، عقل و معرفت کے دروازے نہ کھولیں گے تو اس وقت تک موجودہ اسلام کوئی argument (دلیل) نہیں رکھے گا کیونکہ پورے کاپورا مغربی تعلیم کا نظام انگوڑی اور question (سوال) انبھار رہا ہے اور جب تک اسلام اس انگوڑی اور اس question کا جواب دینے کے قائل نہیں ہو گا کسی قیمت پر بھی آپ کو غلبہ حاصل نہیں ہو گا۔ آپکو صرف زمینی ہی نہیں بلکہ آسمانی غلبہ چاہیے، physical (طبیعیاتی) نہیں meta-physical (مابعد الطبیعیاتی) غلبہ چاہیے۔ خالی اندھا دھند یقین نہیں بلکہ علم و معرفت کی بنیاد پر یقین چاہیے۔ خدا خود قرآن حکیم میں کہتا ہے کہ میں نے عبادات کے درجے نہیں بنائے، میں نے تجہدوں پر درجے نہیں بنائے، میں نے روزوں پر درجے نہیں بنائے:

”تَرْفَعُ دَرَجَتٌ مِّنْ نَّشَاءٍ“

(جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں۔)

”وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ“

(اور ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔)

وَمَا عَلَيْنَا الْإِبْلَاحُ

سوال و جواب

سوال: سنت، اجتہاد اور بدعت میں کیا فرق ہے؟ سنت کی حد ختم ہونے پر اجتہاد ہونا چاہیے یا یہ اجتہاد بدعت میں شامل ہے؟

جواب: بڑا اچھا سوال ہے۔ جیسے میں نے پہلے آپ سے عرض کیا کہ کوئی چیز اکیلی نہیں ہوتی اور اجتہاد قطعاً قرآن و سنت کی تعلیم سے باہر نہیں ہوتا بلکہ اجتہاد اور ان کے طریقہ کار میں اختلاف کے بجائے قدر مشترک سنت سے ہی ثابت ہے۔ رسول کرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”فراہج مومن سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیتا ہے۔“

دراصل جسے ہم اجتہاد کہتے ہیں وہ دوسرے لفظوں میں فراہج مومن ہوتی ہے اور فراہج مومن مکمل طور پر دو subjects پر مشتمل ہوتی ہے۔ اللہ قادر مطلق نے انسان کو جب عقل سے نوازا اور جانور سے اُچھا کیا: ”ثُمَّ لِيُوْهِ (فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا)“ (پھر اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔) سماعت و بصارت دینے کے باوجود ہم میں اور جانور میں ایک بنیادی فرق ہے۔ وہ بنیادی فرق ہمارے brain (دماغ) کی quantity (حجم) کا ہے جیسے جمبیزی کے دماغ کا حجم 450 کیوبک سینٹی میٹر پر مشتمل ہے۔ انسان کا بچہ بھی 1950 کیوبک سینٹی میٹر کا دماغ رکھتا ہے۔ آگے بڑھاتو Homo Habilis اور Homo Erectus تک کی سٹیج پر اس کا brain ایسا نہیں تھا کہ وہ کوئی خیال contain کر سکتا یا سوچ سکتا۔ اسکے بعد آخری برفانی دور آیا۔ اس دور کے بعد ہمیں اپا تک ایک ایسا انسان ملا ہے جو سوچنے والا ہے اس کا نام Homo sapien-sapien رکھا گیا یعنی سوچنے والا انسان۔ یہ سوچنے والا انسان سوچ بھی رہا ہے قانون بھی بنا رہا ہے اور قانون کی متابعت بھی کر رہا ہے اور اس میں انسانی معاشرے کا استحکام کی ایک بنیادی وجہ اس کی اولاد تھی۔

دوسرے تمام جانوروں کے برعکس انسان کا بچہ آسانی سے اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اسکو بہت وقت چاہیے، دس سال چاہئیں۔ وہ اپنے آپ کو defend (حفاظت) کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ جانور نہ کسی offensive (جارحانہ کاروائی) کے قابل ہوتا ہے۔ اس وقت انسانی والدین کو دوسرے تمام جانوروں کے برعکس اپنی اولاد دیکھنے کا مسئلہ درپیش تھا۔ سانپ کا بچہ پیدا ہوتے ہی متحرک ہو گیا، بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی مانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ مگر انسان نے اپنے بچے کے survival کیلئے، اپنی اولاد کی حفاظت کیلئے معاشرے کی دیواریں تخلیق کیں،

آبادیاں بسائیں، عورت و مرد کے قوانین جدا ہوئے، کارکردگی جدا ہوئی اور اس طرح معاشرہ انسانی حدود میں آگے بڑھا اور بلوغت فکر تک پہنچا، دین مکمل ہوا، انسانی ذہن اس قابل ہو گیا کہ خدائی احکامات کی پیروی کر سکے اور انسانی احکامات کو مکمل طور پر سمجھ سکے۔

خواتین و حضرات! شریعت پوچھ نہیں ہے یہ بات ذرا توجہ سے سنے گا، ہر ستم اپنے متعلقہ افراد کیلئے خوشی کا باعث نہیں بنتا۔ آج دنیا کے بہترین ستم بھی احتجاج ریکارڈ کرتے ہیں اور اگر برٹش democracy (جمہوریت) ہے تو سارے Britishers (انگریزوں) کو ایک جیسی اچھی نہیں لگتی۔ اگر امریکن ستم ہے تو سارے امریکیوں کو اچھا نہیں لگتا۔ کچھلی مرتبہ میں امریکہ میں مقیم تھیں تو ایک امریکی شخص سے پوچھا کہ تمہیں اپنے نظام میں کیا چیز بری لگتی ہے تو اس نے کہا کہ taxation — یہاں بھاری ٹیکس ہیں تو میں نے اسے کہا: ”کیوں بری لگتی ہے؟“ اس نے کہا: ”دیکھو پروفیسر! ہم نے برطانیہ کے خلاف جنگ ان taxes کی وجہ سے کی تھی۔“ ”جنگ آزادی امریکہ“ کی بنیادی وجہ انہی taxes کی نفرت تھی۔ اب ہماری حکومت بھی ہم پر وہی taxes کا بوجھ لا رہی ہے۔“ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بر آدی ہر نظام کی پابندی سے خوش نہیں ہوتا۔ یقیناً ممکن ہے کہ شریعت کے نظام سے بھی کچھ لوگوں کو اختلاف ہو مالا لنگہ شریعت کے نظام میں اور دوسرے نظام ہائے زندگی میں ایک بنیادی فرق ہے، ایک ایسا فرق جو دنیا کے کسی نظام میں موجود نہیں ہے، باقی قوانین میں Ignorance of law is no excuse (قانون سے بے خبری عذر نہیں) اسلام میں Ignorance of law is excuse (قانون سے بے خبری عذر ہے) یہ ایک بہت بڑا بنیادی فرق ہے جو قوانین اسلامیہ اور دوسرے قوانین کے ستم میں ہے۔ اب اگر خدا یہ کہے کہ ”مَا سَأَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِشَفَى“ کہ ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا تو آپ یقین جانیے کہ خدا یہ کہنا چاہتا ہے کہ میرا نظام ہر دوسرے نظام سے عمل کرنے میں سہل ہے، پابندی میں سہل ہے، مشقت گھٹانے میں سہل ہے اور انسان کے ترغیب میں سہل ہے، 1955 میں جب برطانیہ میں سوشل سیکیورٹی ستم شروع ہوا تو انہوں نے ایک مثال میں یہ کہا کہ یہ نظام سب سے پہلے دنیا میں عمر بن خطابؓ نے شروع کیا تھا اور اس system کی بنیاد فاروقی عظیمؓ کا قول تھا:

”دجلہ کے کنارے اگر ایک کتاب بھی بھوک سے مرے گا تو عمر اس کا زہد وار ہے۔“

پھر دوسری بات عمرؓ نے یہ کہی کہ:

”اگر اللہ نے مجھے ایک سال اور دے دیا تو میں ہر شے، ہر چیز اور ہر بوڑھے کیلئے روزینہ یا آن کیلئے وظائف مقرر کروں گا۔“

یہ عمر ہی کا بتایا ہوا اسٹم ہے جس کی خوبی آن لوگوں کو شرق سے مغرب کو بھگائے لے جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے دل میں صرف کوئی احساس یا کامیابی تو نہیں ہے مگر:

ہائے ما کامی متاع کارواں جانا رہا

کارواں کے دل سے احساس نیاں جانا رہا

We are expecting for miracles (تم معجزات کے متوقع ہیں۔) یقیناً اللہ miracles پر قادر ہے۔ آپ کے گردش و افلاس کے دنوں میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہے مگر ”لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَةِ اللَّهِ“ (یونس ۶۳: ۱۹) اللہ کا کلام نہیں بدلتا) ”فَلَنَنْجِيَنَّكَ اللَّهُ تَبْدِيلًا“ (پس تو اللہ کا رہا و بے گزرد بدلتا ہوا نپائے گا) وہ قاعدہ اور قانون نہیں بدل سکتا۔ بنی اسرائیل کی گردش کے دنوں میں، ان کی بدکاری اور حرام کاریوں کے دنوں میں اللہ نے ”حضرت ارمیاہ“ سے کہا کہ تو اس قوم کیلئے بڑی دعا نہیں کرتا ہے۔۔۔۔۔ آ میرے ساتھ چل اور ذرا دیکھ، یہ کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ ”ہیکل سلیمانی“ میں بنوا اسرائیل کے بڑے جمع تھے اور یہ چلان کر رہے تھے کہ کہاں اللہ کا کائنسی کام، کہاں سونے کا اور کہاں چاندی کا بت نصب کیا جائے۔ خواتین و حضرات! اللہ نے کہا کہ میرا اصول ہے کہ تم پلٹ آؤ گے تو میں پلٹ آؤں گا، تم لوٹ جاؤ گے تو میں لوٹ جاؤں گا۔

جس ملک کی بنیاد سب سے پہلے ایک commitment پر ہوئی اور اس commitment میں اور بھی چیزیں شامل تھیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ملک بنیادی ضرورتوں کی وجہ سے تخلیق ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ملک معاشی وجوہ کی وجہ سے تخلیق ہوا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ سوشل اور اجتماعی differences (اختلافات) کی وجہ سے تخلیق ہوا یا سروسز کی کمی و بیشی کی وجہ سے تخلیق ہوا۔ مگر حضرات! گرمی اپا کستان کی تخلیق میں ان میں سے کوئی لوکل وجہ ایک بڑا slogan (نعرہ) نہیں بن سکی بلکہ جب پوری امت کو اٹھانے کیلئے کسی نصب العین اور commitment کی ضرورت پڑی تو مذہب ہی کو اختیار کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ مسلمانوں کو اپنا نظام، اپنی زندگی، اپنے طریق و رسم و رواج اور خدا کی پرستش کی آسانی کیلئے ایک علیحدہ ملک چاہیے۔ اُس وقت ہجرہ ہوا۔ بہت بڑا ہجرہ ہوا۔۔۔۔۔ ایک اقلیت جس نے ایک انتہائی ایماندار لیڈر

کو تحقیق کیا، یہ لیڈر کون تھا؟ اس کی commitment دیکھئے! اپنی بھی دیکھئے! کہ جب قائد اعظمؒ سے کسی نے کہا کہ حضرت اتنی محنت، اتنی شفقت اور اتنی عرق ریزی کیوں کرتے ہو تو اس نے کہا کہ بات صرف اتنی ہی ہے کہ اللہ نے مجھے ایک کام دیا ہوا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میں اس کے حضور پہنچوں تو اللہ مجھے کہے: Well done! Mr. Jinnah... اس انسان کی accountability (احتساب) اس کی commitment کا کوئی اور مرکز نہیں تھا۔ سوائے اللہ کی ذات کے وہ کسی کو بھی جواب دہ نہیں تھا۔ ایک اجتماع میں وہ اجتماع psychologically اور physically مربوط اجتماع ہوتا ہے۔ اجتماع، اجتماع کی صورت میں ایک قوم کا اجتماع نہیں ہوتا بلکہ صدیوں کے، قرونِ اولیٰ کے، قرونِ ثانیہ کے اثرات بھی اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ”ثُمَّ الَّذِينَ يُرْوَنَ ثُمَّ الَّذِينَ يُرْوَنَ ثُمَّ الَّذِينَ يُرْوَنَ“ کہ اصحاب کے زمانے سے لیکر اب تک میری متاعِ حیات جتنا اسلام ہے جتنا اسلامی شعور ہے جتنا میرا اخلاقی اور کلچرل شعور ہے وہ آج کے مسلمان کے اجتماع میں بھی شامل ہوگا۔

یہ ہماری genetic inheritance (جینیاتی اور نسلی وراثتی) ہے۔ کوئی انسان آزاد پیدا نہیں ہوتا، ہر انسان تین اثرات کا شکار ہوتا ہے۔ ایک genetic influences (نسلی اثرات) دوسرا immediate parental influences (والدین سے آئے ہوئے اثرات) اور تیسرا اس کے ذاتی تجربات ہیں۔ میری اپنی زندگی کے ذاتی تجربات جو ہیں وہ میرے acquired effects (اختیار کردہ اثرات) ہیں مگر میرے پس منظر میں میری نسل کے، میری امت کے، میرے پیغمبر کے effects (اثرات) ہیں۔ آپ دیکھئے کہ وہ شخص کیسے مومن ہو سکتا ہے۔ وہ شخص کیسے فکری اجتماع کر سکتا ہے جس کے دل میں محمد ﷺ کی یہ حدیث موجود نہ ہو:

ایک شخص نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: ”کیوں پوچھتا ہے؟ تو نے ایسے کونسے کام کئے ہیں؟“ کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! کچھ بھی نہیں کیا، نہ نماز، نہ روزے“ تو فرمایا: ”کس برے پر قیامت کو پوچھتا ہے؟“ کہا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ سے محبت بہت ہے۔“ فرمایا: ”قیامت کے دن لوگ اس کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جس سے انہیں محبت ہوگی۔“

حضرت عمر فاروقؓ دربار رسالت میں پہنچے۔ وہ عالم ربانی ﷺ ان سے پوچھتے ہیں:
 ”عمر! میں تمہیں کتنا عزیز ہوں؟“ کہا: ”یا رسول اللہ! میری جان سے کم
 آپ مجھے ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہیں۔“ حضور گرامی مرتبت نے فرمایا:
 ”عمر! ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی پیارا
 نہ ہو جاؤں۔“ فرمایا: ”یا رسول اللہ! آج کے بعد آپ مجھے میری جان
 سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔“

یہ sentimental attachments (جذباتی وابستگی) نہیں ہیں۔ یہ مت گمان کریں کہ
 یہ جذباتی باتیں ہیں، جس کی total commitment ہوتی ہے وہ جذبات سے بالاتر ہوتی
 ہے۔

ہمارے ملک میں ایک انقلاب کی بنیاد رکھی گئی تھی اس کو آپ social انقلاب بھی کہہ سکتے ہیں۔
 اس زمانے میں میں اس استاد وقار میرے شاگرد مجھ سے پوچھتے تھے کہ Marxian فلاسفی یہ کہتی ہے
 کہ Religion is an opium (مذہب افیون ہے) اور ہمیں استاد یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ
 (نعمو اللہ) capitalism (سرمایہ داری) کے ایجنٹ تھے۔ کیا کوئی مسلمان یہ بات کر سکتا
 ہے؟ نہیں کر سکتا۔ سوچ سکتا ہے؟ نہیں سوچ سکتا۔ مگر مسلمانوں نے یہ باتیں سوچیں، مسلمانوں
 نے یہ باتیں کیں۔ اس کی صرف ایک وجہ تھی کہ ان کی commitment اسلام سے زیادہ
 Marxian کی طرف تھی اور جب لوگ ideas سے محبت کرتے ہیں، جب لوگ خیالات سے
 محبت کرتے ہیں تو وہ اتنی پختہ محبت ہوتی ہے کہ اس کے رستے میں کوئی دیوار کھڑی نہیں کی جاسکتی۔
 خواتین و حضرات! وہ کیا لوگ ہوں گے جو صرف خدا کی محبت کی طعن رکھتے تھے۔ ہم مجموعی طور پر
 مسلمان ہیں۔ اجتماع کے دل و دماغ میں اتنی گہری محبت ہے اپنے رسول ﷺ کی کہ ہر چھوٹا مومن
 عالم اسے اپنی پاور کی خاطر استعمال کرتا ہے۔ یہ جوان غلام نہیں ہیں، بس محبت کے مارے ہوئے
 ہیں مگر ان کی محبتوں کو negative (منفی) رنگ دیا جاتا ہے۔ (کہ ان کو کسی بھی رنگ کی
 گھڑی پہنا کر یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہی خجبر رسول کی پیچن ہے۔)

کوئی بھی اسلامی نظام انقلاب پر یقین نہیں رکھتا۔ Through out the
 Islamic history there is not a single revolution recorded.
 اسلام evolution (ارتقاء) پر یقین رکھتا ہے۔ بائیس برس اصحاب رسول ﷺ کی تربیت انہیں

اس مقام پر لائی، ایسی تعلیم دی گئی کہ صہیب روٹی ہو یا بلال حبشی یا اولیس قرنی ہوں، تمام اتنی multiphasic intellect کے مالک تھے کہ جب بلال کو گورنر بنا کے بھیجا جا رہا تھا تو وہ معمولی سے لباس میں تھے، رہتے میں کسی نے کہا: ”بلال! آج کے دن کوئی اچھا لباس پہننا اور وہ دستار پہن لیتے“ تو بلال نے کہا: ”تم یہ بلال کو کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔ مجھے وہ دن یاد ہیں کہ میں ایک عورت کا دو وقت کی روٹی کیلئے غلام ہوا۔ از خود میں نے اپنے آپ کو دو وقت کی روٹی کیلئے غلام کیا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے وہ ہدایت بخشی، ہمیں وہ علم بخشا، وہ شعور بخشا اور وہ کرم ہوا مجھ پر کہ میں اسی عورت کا غلام ہوا اور اس نے تمام اسباب اور وسائل میرے سامنے رکھے۔۔۔۔۔ بلال کیا اپنی حیثیت کو جاننا نہیں ہے۔“ مگر اس غلام کو دیکھنے کا ایک غلامی کی stage سے اٹھ کر ایک گورنر ہونے تک اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسے فخر کا جوئے تک کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اہمیت کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلال اپنی گورنری سے بڑا انسان تھا اور یہ شعور، یہ غور و فکر جو بلال میں آیا، جو کسی بڑے فلسفی میں آ سکتا ہے وہ صرف حجت رسول ﷺ کے دم سے ہے۔ ”سکندز“ نے ”دی جانس“ سے کہا کہ کٹو کیا چاہتا ہے، اس نے کہا، اے غلام! میں غلام ہوں غلام میرے لیے خدا کی نعمت چھوڑ دے تو اس نے کہا کہ میں غلام ہوں غلام کیسے ہوا، اس نے کہا: ”خدا خواہش کا غلام ہے اور میری خواہش میری غلام ہے۔ تو میرے غلاموں کا غلام ہے۔“ یہ وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے آقا و رسول ﷺ کی متابعت میں، محبت میں اس درجہ رضائی پائی، آگئی پائی کہ ان میں سے ہر شخص فقیر تھا، ہر شخص صاحب اجتہاد تھا، صاحب عقل و مرتبہ تھا، اس لیے حضور گرامی مرتبت نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جدھر ان کو دیکھو، ان سے ہدایت پاؤ گے، ان سے روشنی پاؤ گے۔ یہ انقلاب عالم ہیں۔ ایک وقت ضرور آیا کہ اتنے انقلاب زمین پر جمع تھے کہ جو جدھر گیا رشد و ہدایت کا باعث بنا۔ اب اگر کسی شخص کو اسی رشد و ہدایت کا مالک ہوا، سب اب اگر کسی کو مجتہد ہوا، سب مفسر ہوا، سب اور دین کی اچھی فہم رکھنی ہے تو اسے زمانہ ما صاحب کور جو ع کرنا ہوگا۔ وضاحت اصحاب دیکھتے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دوستوں نے علم کا کیا اچھا اصول نکالا کہ جب ان کو کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ کہتے: ”اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔“ آپ کو پتہ ہے کہ ”ما آگئی“ کا عرفان ”آگئی“ کے اعلان سے بہتر ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ مجھے نہیں پتہ، وہ اس شخص سے بہت بہتر ہے جس کو کم پتہ تھا اور اس نے دعویٰ معرفت کر دیا اسی لیے اجتہاد کا لیول نصیب نہیں ہوتا۔ اپنے وقت میں اگر ابو حنیفہ مجتہد تھے تو ان کے بارے میں مستند اور مشہور ہے

کہ سونو اٹل رات کو پڑھ کر سوتے تھے۔ اسی طرح امام محمد بن اور یس شافعی تھے، اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ تھے اور انس بن مالک سے کون آگاہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت میں کھوئے ہوئے تھے۔ اگر اختلاف رائے ہوا تو کیا اس اختلاف رائے میں کوئی شخص یہ شبہ کر سکتا ہے کہ ان چہار ائمہ کے وجود مبارک سے کسی قسم کی بدعات سرزد ہو سکتی تھیں۔

بدعت اصول کو حیر کرنے کا نام ہے۔ اصول یہ ہے کہ جیسے امام احمد بن حنبلؒ بدعت کے خلاف کھڑے ہوئے تھے۔ عقل و معرفت جب بڑھ گئی تو معتزلہ نے قرآن کو خدا کا کلام کہنے کی بجائے مخلوق سمجھا۔ خواتین و حضرات! آج بھی اگر قرآن کو خالق کا کلام نہ سمجھا جائے تو پورے کا پورا مذہبی نظام صفر ہو جاتا ہے۔ آج بھی قرآن کو اگر خالق کا کلام نہ سمجھا جائے گا تو اسلام کا وجود علمی، معنوی اور شرعی سب ختم ہو جائے گا کیونکہ اگر یہ خدا کا کلام نہیں ہے تو اس کی eternal application (دائمی موزونیت) کی کوئی جڑ نہیں ہو سکتی۔ دوسرا آپ حدیث کا پوچھتے ہو تو قرآن کا ثبوت یہ نہیں ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے قرآن صرف اس حدیث مبارکہ پر کھڑا ہے کہ ”یہ قرآن اللہ کا کلام ہے“۔ اگر رسول اللہ ﷺ یہ نہ کہہ جاتے اور نہ فرماتے کہ یہ کلام جواب میں بول رہا ہوں یہ میرا ہے اور یہ کلام جو میں نے اب کہا ہے یہ وہی ہے تو اس کے سوا قرآن کا کوئی ثبوت نسل انسانی پر باقی نہ ہوتا۔ صرف اس ثبوت کو قائم کرنے کے لیے اللہ نے رسول اللہ ﷺ پر پیدائشی نبوت declare (اعلان) نہیں کی۔ صرف اس سچائی کا ثقیب بنانے کے لیے 40 برس تک محمد رسول اللہ ﷺ کو اس معاشرے میں جہل نگی اور عہد و بیگانہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی امانت دار کہلوایا، صادق کہلوایا تاکہ جب وہ یہ کہیں کہ یہ قرآن ہے تو اس کی امانت و صداقت پر شبہ نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ قرآن کا کوئی ثبوت ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے، اس کی عربی بڑی اچھی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا style برا عمدہ ہے۔ magnificent ہے۔ John Milton کی نظموں کا سائل بھی بڑا اچھا اور magnificent ہے، بڑی high ranking ہے۔ کیا ایک ”غیر عربی“ عربی سائل کو سمجھ سکتا ہے؟ مجھے قطعاً پتہ نہیں ہے کہ ”نہراء اقیس“ اور ”زبیر“ اور ”قرآن“ میں کیا فرق ہوتا ہے۔ مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ نہ میں عربی بلاغت سے آشنا ہوں، نہ میں عربی فصاحت کے قوانین سے آشنا ہوں۔ یہ صرف میرا حال نہیں ہے، میں جس امت سے تعلق رکھتا ہوں اس امت کے کروڑہا لوگوں پر یہ علم مفقود ہے تو یہ کیسے ثابت ہو گا کہ میں قرآن پڑھ کے

قرآن کو خدا کا کلام سمجھیں۔ میرے پاس قرآن کی حقانیت کی صرف ایک دلیل ہے اور یہ اصول متغیر نہ ہونے پائے کہ قرآن خالق کا کلام ہے اور قرآن میں دیا ہوا نظام خالق کا نظام ہے۔ اللہ کا دیا ہوا نظام ہے۔ انہیں تصرف نہیں ہو سکتا۔

سب سے پہلے فقیر اور مجتہد وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد و فکر کی دو مثالیں آپ کو بتا رہا ہوں کہ ان کا اجتہاد و فکر کا کیا پیمانہ تھا اور صحابہ کرام کا فہمی پیمانہ اجتہاد کیا تھا؟ قرآن حکیم میں ایک آیت ہے۔ ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ“ (اللہ تو بہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور طاہر رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔) خواتین و حضرات! اگر آپ کو ایک freedom (آزادی) دوں کہ آپ ”طاہر“ کے لفظ کا مطلب مجھے اس طرح بتادیں جس رو سے یہ قرآن میں آیا ہے تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ آپ کیلئے اس کی وضاحت کرنا ناممکن ہو گا۔ ہم اس کی تاویل شاعرانہ کر سکتے ہیں، تفسیرانہ کر سکتے ہیں مگر۔۔۔ یہ intellectual وضاحتوں کا نہ ہب نہس ہے۔ یہ basic (بنیاد) سے اوپر اٹھا ہوا نہ ہب ہے۔ اس میں کچھ لوگ آگے بڑھیں گے مگر generality (عمومیت) قانون میں پست ترین قانون سے اٹھیں گی۔ ابھی جوابات میں آپ کو بتانے والا ہوں یہ شاید ایک دو کے سوا کسی کے سامان گمان میں بھی نہ ہو، تو پوچھا گیا: ”یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ”مطہرین“ سے کیا مراد ہے؟“ فرمایا ”جو ڈھیلے کے بعد“ ”آب دست“ لیتے ہیں۔“ Who are a little more clean. Who have a better

sense of little more cleaning. باہر سے واپس آ کر ڈھیلے کے استعمال کے بعد کوئی شخص extra (زائد) صفائی کا حاشی ہوا اور پانی کے ساتھ استنجا کر لے تو وہ ”مطہر“ ہے۔ خواتین و حضرات! غور فرمائیے کہ interpretation (وضاحت) کتنی آسان ہے مگر اس interpretation میں بڑی حکمت ہے کہ A little more clean (کچھ زیادہ صاف) ”طاہر“ ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ جو ایک انسانی جسمانی استطاعت کو سامنے رکھتے ہوئے basic (بنیادی بات) پر پاک ہوتا ہے وہ بھی پاک ہے، مگر جو تھوڑی سی کوشش صفائی کی زیادہ کرتا ہے جو تھوڑی سی کوشش اپنے بدن اور ذہن کو clean کرنے کی کرتا ہے وہ ”طاہر“ ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ اگر یہ باتیں ہمارے پاس نہ ہوں تو ہم انھوں کے جتنی بتادیں۔ یہ applications' practical (عملی موزونیت) ہیں۔ شارع نے الفاظ کے وہ معنی بتائے ہیں جو مجھے قابل قبول ہیں مگر میں طاہر نہیں ہو سکتا تھا۔ قرآن

حکیم میں ایک آیت آئی کہ: ”وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَبْلُغَكَ الْيَقِينُ“ (عبادت کیے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے) خواتین و حضرات! اگر آپ سب کو یہ موقع دیا جائے کہ اس آیت کا ترجمہ بتائیں تو آپ اس سے کیا سمجھو گے۔ عبادت کئے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے۔۔۔۔۔ اگر آپ کوئی اور مطلب سوچیں یا نہ سوچیں، آپ یقین کا ترجمہ موت نہیں کر سکتے۔ تمام اصحاب، رسول ﷺ اس بات پر متفق تھے کہ یقین کا مطلب موت ہے۔ ”عبادت کیجئے جا حتیٰ کہ تو موت تک پہنچے۔“ اس لئے موت سے پہلے تمام علم و یقین transition جا اور عین ممکن ہے کہ موت سے ایک لمحہ پہلے کوئی نفاق، کوئی طبعی عجب، کوئی جہالت، کوئی تعصب انسان کو دین سے فارغ کر دے، اس لیے جناب علیؑ کو جب خنجر لگا، وہ زمین پر گرے تو پہلی بات یہ پوچھی کہ مجھے کس نے مارا ہے ان کو بتایا گیا کہ ”تو سریم خارجی“ نے مارا ہے فرمایا: ”خدا کی قسم آج میں کامیاب ہوا۔“ یہ اس کی علمی تفسیر ہے کہ خدا کی قسم آج میں کامیاب ہوا۔ میں اپنے انجام تک اپنے اس basic (بنیادی) نظریے کی حفاظت سے بچتی گیا۔ خواتین و حضرات! امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ”توبہ آسان ہے مگر گناہ مشکل ہے۔“

”اگر قہراً جہادی نہ ہو، قرآن و سنت کا پھتر اس پر سایہ لگن نہ ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی روشنی نہ ہو، اگر فراسط مومن کی بنیاد قرآن و حدیث پر نہ ہو تو کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا۔“

آج کے زمانے میں اس تمام علمی تحقیق و جستجو کے دوران جو میں نے مشرق و مغرب کے علوم میں کی تو ایک وقت ایسا آیا کہ میرے دل میں رنج آنے لگا کہ آگے پر و گریں نہیں تھی۔ کچھ مزید مطالعے کے بعد میں یہ کہہ سکتا تھا کہ میں نے ادنیٰ اور اک حاصل کر لیا ہے، عکسیتی ادراک حاصل کر لیا ہے۔ مگر کیا یہی کمال ہے کہ اس کو پڑھ لیا، اس کو پڑھ لیا۔ اس دانشور کے خیال سے آگاہی حاصل ہوئی اس کے خیال سے آگاہی حاصل ہوئی۔ کیا میں وہ شخص ہوں جو بحث بحث سب ”چوریاں“ کرنے کے بعد اپنے دامن میں غیروں کی متاع سینے بھرنا ہوں؟ ایک تعجب کی بات یہ تھی کہ میرے دل کے رنج نے مجھے قرآن و حدیث کی طرف مائل کیا اور تب سے لیکر آج تک مجھے ایک متحرک زندگی کا احساس ہے۔ مجھے آج بھی یہ احساس ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس معرفت، اس کمال جو اجماع اعظم کے میں نے آج تک اپنی دعا اس لیے نہیں مانگی کہ اس ساری علم و فراست کے باوجود جو میں نے جمع کرنے کی کوشش کی ہے میں رسول ﷺ کی

ایک دعا تک نہیں پہنچ سکتا۔ ساری عمر دعا کرتے گزر جاتی ہے مگر دعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی ایک عجیب دعا ہے۔ کیا اس سے زیادہ خوبصورت بات آپ کو کوئی سنائی دی؟
 ”اللهم انى اعوذ بك من الدعا لا يسمع و قلب لا يفتح“
 (اے اللہ میں اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو تو سنتے نہیں۔)

اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں تجھ سے چھن جانے کا ڈر نہ ہو۔ ”والعلم لا يفتح“ اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جس سے نفع نہ ہو۔ ایک دوسری دعا سنئے! ”اللهم اجعلنى صبورا“ اے اللہ صبر عطا فرما، ”واجعلنى شكورا“ (مجھے میری نگاہ میں چھوٹا کر) ”واجعلنى شكورا“ اور مجھے بہت زیادہ شکر گزار بنادے) ”وفى عين الناس كبيراً“ (مجھے لوگوں کی نگاہ میں بڑا کر دے)۔ یہ ایک ایسی دعا ہے (کہ جس کا فائدہ حدیث میں بیان آیا ہے) کہ اس دعا کے بعد موت کے سوا کوئی حادثہ پیش نہیں آتا، کتنی جامع دعا ہے۔! یہ قمری اجتہاد کی دعا ہے۔ وہ بخیر جسے اللہ کی طرف سے براہ راست فکر کی روشنی ملی اسکا ایک ایک جملہ آپ کے لئے قمری اجتہاد کی راہیں کھولے ہیں۔

”اللَّهُمَّ احْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا وَاجْعَلْنَا مِنْ حَزْبِ، الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ“
 (اے اللہ میرے تمام امور کا انجام بہتر فرما سنا اور مجھے دنیا کی رحمت اور آخرت کے عذاب سے بچالے)
 معاذ بن جبلؓ سے رسول ﷺ نے کہا: ”اے معاذ! تجھے کوئی بڑی اچھی دعا نہ بتاؤں جو میری عاقبت سنوار دے۔“ کہا: ”ارشاد ہو۔“ فرمایا: ”ایسے کہا کرو۔“

”اللَّهُمَّ اعِنَّا عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ“

(اے اللہ اپنے ذکر پر، شکر پر اور حسن عبادت پر ہماری مدد فرما۔)

انہوں نے ہمیں بتایا کہ جس عبادت اور ذکر و شکر کی نعت خدا کی مرضی، اسکی اطاعت اور اسکی توفیق سے جاوے یہ بھی دعا سے ملتی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن و سنت اور اجتہاد و فکر continuity (تسلل) ہے۔ زمانے میں آخر زمان تک کوئی ایسی نئی جدت نہیں آئے گی جو قرآن کے اصول سے متصادم ہو۔ یہ بڑی اہم بات میں آپ سے کر رہا ہوں کہ زمان و مکاں میں نہ کوئی ایسی ساعت آئے گی، نہ کوئی ایسی بات آئے گی جو کسی بھی طور قرآنی اصول سے متصادم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پورے کے پورے انسانی vision (نگاہ) کو پہلے سے determine (مقرر) کر دیا۔ اللہ نے مکان کو بھی

پہلے سے determine کر دیا۔ قیامت کو determine کر دیا۔ قیامت کے مابین فاصلے کو determine کر دیا، انسانی ترقی کو determine کر دیا، عرصہ و ہال کو determine کر دیا اور آخری زمانے کو بھی determine کر دیا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک زمین پر ایک بھی شخص اللہ اللہ کہنے والا موجود ہوگا۔ ہر چیز کو شعوری طور پر مکمل کر دیا۔ vision مکمل کر دیا۔ انسان اللہ کو فریب نہیں دے گا۔ انسان کی عقل خدا کو کوئی فریب نہیں دے سکتی۔ البتہ

”وَمَكْرُوهًا وَمَكْرُوهًا ۖ وَاللَّهُ خَبِيرٌ الْعَاكِرِينَ“ (ال عمران ۳: ۵۴)

(اور انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے مکر کیا اور اللہ بہترین مکر کرنے والا ہے۔)

خدا انسان سے ضرور مکر کر سکتا ہے اور پھر اس مکر واقعی کا ایک ثبوت دورِ حاضر میں بھی نظر آتا ہے۔ ہماری بد قسمتی، ہمارے ایمان کی آزمائش اور بہت بڑا فریب، ہمارا جلتا کڑھنا، غیروں کی دولت پر نظر رکھنا اور ان کے آثار کو اعلیٰ ترین سمجھتا ہے۔ یہ اللہ نے پہلے بھی قرآن میں کہا۔ کیا آج کا مکر کرنے والا یہ بات نہیں جانتا کہ اگر آج کل یورپ کے دولت مندوں کے روشن ہیں، ان کے شبستانوں میں صبح و شام تفتے چلتے ہیں، ان کے ہاں ایک مسٹر برگر (برگر بنانے والے) کی wastage تیسری دنیا کی ضرورتِ خوراک کے برابر ہے۔۔۔۔۔ عجیب و غریب ہے۔ یہ بات کہ امریکہ میں مسٹر برگر کی wastage تیسری دنیا (third world) کے خوراک کے بحران کے برابر ہے۔ اب اندازہ کیجئے کہ کیا اس آسانی کے بعد جملہ احبابِ فکر یہ نہ کہیں گے کہ ان کی فتوحات کی وجہ مذہب سے دوری ہے اور ہماری پستی کی وجہ مذہب پر اڑنا ہے۔ کیا اس سے بھی دلیل نہیں ابھر رہی ہے؟ کیا اس دلیل کے علاوہ آج کل کے مفکرین کے ذہن میں کوئی اور دلیل ابھر رہی ہے؟ مگر اس سے پہلے اصول بیان ہو چکا ہے کہ قرآن حکیم میں اپنے پیغمبر کو اللہ نے کہا:

”اے رسول! اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی تو میں کل کفر کے در و دیوار

چاندی کے بلکہ سونے کے کر دیتا“

ڈر یہ تھا کہ جو تھوڑی سی فراغت دنیا سے مسلمان اتنا بہک گیا ہے اتنا پریشان ہو گیا ہے کہ بار بار اپنے مذہب کو question کر رہا ہے۔ بار بار یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تو نے ان کو بڑا مال دیا۔ کیا تم تیرے بندے نہیں تھے؟ کیا تم تیرے غلام نہیں تھے؟ ہمیں کیوں مال نہیں دیا تو نے۔۔۔۔۔ تو خدا کہتا ہے کہ اگر ایک مصلحت مانع نہ ہوتی۔۔۔۔۔ اور مصلحت یہ تھی اسے شکر گزارو! کہ تم میں سے

ایک بھی دین پر قائم نہ رہتا۔ اگر اس چیز کی بچت مانع نہ ہوتی تو میں اہل کفر کے درو دیار چاندی کے پلکے سونے کے کر دیتا کیوں؟ اس لیے کہ پھر وہ مجھ پر مگہ نہ رکھے کہ ”اے اللہ ہم نے تجھے نہیں مانا تو تُو نے ہمیں دنیا کا لطف بھی نہیں دیا۔“ اس لئے ہم نے انہیں پوری پوری دنیا دی۔

سوال: عصر حاضر کا جہاد کیا ہے؟ کیا عصر حاضر کا قتال ہی جہاد تک محدود ہے۔ کیا جہاد بذریعہ میڈیا یا جہاد بذریعہ معاشرت نہیں ہوا چاہیے۔ براہ کرم اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب: خواتین و حضرات! شاید مسلمانوں پر اس سے کڑا لائحہ نہیں آتا جب وہ realize (محسوس) نہیں کرتا کہ اس عصر میں ہمارے opponents' main (اہم مخالف) کون ہیں اور کس چیز سے ہمیں شکست ہو رہی ہے۔ اگر تو یہ کہا جائے کہ جی ڈکٹیم میں ہندو یا نڈل ایسٹ میں اسرائیل ہمارے جذبہ قتال کو دعوت دیتا ہے جنگ پر آمادہ کرتا ہے تو دوسری back ground (پس منظر) میں آپ یہ سمجھنے کی کوشش بھی کریں کہ وہ لوگ جو براہ راست جنگ میں involved (شامل) نہیں ہیں حتیٰ الوسع یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان قوت علم و حرفان کی اس سطح تک نہ پہنچے کہ ہم سے بہتر کوئی سائنسی، ٹیکنیکی اور علمی استعداد حاصل کر لے اور ہمیں شکست سے آشنا کر دے اور اس پس منظر میں ان کے ذہنوں میں یہ خواہش ہے کہ مسلمان کبھی ترقی کی اس منزل تک نہ پہنچے۔ اس کیلئے ان کے پاس دو راستے ہیں ایک تو یہ کہ مسلمان ممالک جو امیر اور رئیس ہیں، ان کے ذہنوں میں یہ نہ آئے کہ وہ اپنے غریب مسلمان ممالک کی مدد کریں۔

اتفاق دیکھئے کہ ایک انگریز مفکر نے کہا کہ Where ever there is Muslim there is oil. Where ever there is oil there is Muslim. جہاں جہاں مسلمان ہے وہاں تیل ہے اور جہاں جہاں تیل ہے وہاں مسلمان ہے۔ اس کے باوجود اگر آپ ارد گرد پر غور کریں تو کوئی مسلمان اس درجہ غربت و فلاکت کا شکار نہیں ہے جتنا پاکستان ہے۔ کیا یہ بات ہمیں سمجھانے والی نہیں ہے کہ deliberately پاکستان کو اس قابل نہیں چھوڑا گیا۔ اگر پاکستان نے ایٹم بم بنا لیا اور میزائل بنا لئے تو یہ ہمارے عسکرانوں کی ”مالٹی“ کی وجہ سے ہوا۔ ہمارے قریباً قریباً تمام عسکرانوں نے کوشش کی کہ ہم امریکی یا یورپی ایجنڈے پر دے کریں پھر بھی اللہ کو پتہ نہیں کیا انھوں نے کچھ اسچال میں سے کچھ لوگ ایسے اٹھے اور کچھ استعداد ایسی پیدا ہو گئی کہ آج ہم ٹوپی کے اوپر ہاتھ رکھ کے سر غلک ٹھارتے کو دیکھ سکتے ہیں۔

This is very challenging for all those powers which do

not want centricity of any Islamic country. اور بد قسمتی سے پوری دنیا کو یہ بخارجہ چاہا ہو ہے کہ کسی طریقے سے پاکستان کی یہ صلاحیت چھین لی جائے یا اس کو ترک کر دیا جائے۔ جب سے یہ صلاحیت آئی ہے مسلسل کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ اس کو کم کیا جائے یا ختم کیا جائے تو آج کے زمانے میں ”تیر و سنا“ سے لڑنے کیلئے یا موجودہ عالم کیلئے پھر آپ کو یورپ کے کلاسیکل ہتھیاروں کی منت کرنی پڑے گی، جیسے انہوں نے جب چاہا، پیسے بھی لے لئے اور F-16 نہ دیئے۔ جب چاہا آپ کو جمہوریت سے گریزاں کر دیا اور ایک مارٹل سے progressive (ترقی پذیر) ملک (پاکستان) کو بار بار ایسے بڑے set back (رکاوٹ) دیئے گئے کہ وہ کسی طور پر بھی کسی continuous نظام میں پڑ کر مستحکم نہ ہو سکے۔ آج ہمارا سب سے بڑا المیہ ہمارا غیر مستحکم ہونا ہے اور دوسرا طریقہ ان کا یہ ہے کہ ایک بڑی گہری سازش کے ذریعے مذہب کو ایسا ناقابل قبول کر دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان سے اگر پوچھا جائے کہ آپ کون ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ ہیں تو وہ خوف کے مارے پہلے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرے گا کہ اگلے کا مقصد کیا ہے۔ شیعہ اور سنی میں تو قطعاً کوئی پرالیم نہیں تھا۔ پرالیم یہ تھا کہ اس قسم کے فتنے کھڑے کر کے انہوں نے مذہب کی devaluation (ناقدری) کر دی اور مجموعی طور پر مذہب سے انسج مسلر کو بد دل کر دیا۔ جب آپ مسلسل مسجدوں میں دھماکے دیکھیں گے قتل و غارت دیکھیں گے، اپنے بچوں کی قبر میں پڑیں گے تو کوشش یہ کریں گے کہ مساجد اللہ میں ہم کم سے کم جائیں یا بالکل نہ جائیں۔ اب ایسی سوچیں پیدا ہو گئی ہیں کہ لوگ مذہب کو بجائے باعث تسکین و محبت و خوشی اور روح کا اطمینان سمجھنے کے اسکو بوجھ اور عداوت سمجھ کر مذہب پر بات ہی کم کرتے ہیں۔ اس سے بڑا المیہ کیا ہو سکتا ہے کہ ہم نظریہ حیات کے ساتھ committ کرنے سے انکار کر دیں اور یہ سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اس چیلنج کو face کرنے کیلئے ہمیں اپنے علم و معرفت کو بہتر کرنا ہو گا۔ جوں جوں علم بڑھتا ہے یہ چھوٹے چھوٹے گروہی مسائل ختم ہو جاتے ہیں اور جب علم کمزور ہوگا تو ہم اپنے اپنے ”بھڑوں“ کے ”گروہوں“ کی حفاظت کریں گے۔ ڈنگ ماریں گے، ڈنگ کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ جہلہ علیہ میں ہم آگے بڑھیں۔۔۔ ایک اور المیہ یہ ہے کہ جو لوگ علم حاصل کرتے ہیں وہ تمام تر ایک ایسی secular intellectual کے مالک ہو جاتے ہیں کہ نہ صرف مذہب سے گریزاں ہوتے ہیں بلکہ اخلاق اور دوسری تمام morality کے ان concepts سے بھی گریزاں ہو جاتے ہیں جو مذہب نے تخلیق کئے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ

جو یورپی intellectual 'atmosphere' (دانش وری کے ماحول) کی وجہ سے
 intoxicate (مذہوش) ہو جاتے ہیں۔ تمام تر یورپی مال میں کوئی ایسی attraction
 (کشش) نہیں ہے کہ بندے کا دماغ کھاجائے یا اس کا ذہن خراب کر دے۔ بد قسمتی سے ہم اس
 مسافر کی طرح ہیں جس پر کسی کارکی flood light (تیز روشنی) پڑے اور اس کی آنکھیں چند صیا
 جائیں۔ یہ dazzling (چمک دمک) اب ہمارے ہاں اتنی وسیع تر ہو گئی ہے کہ ہمارے تمام
 بڑے، چھوٹے، حکمرانوں کے بچے local sense of education (مقامی تعلیم) سے
 قطعاً مطمئن نہیں ہوتے۔ کیرئیر کی جنگ وہ باہر جا کے لڑتے ہیں، باہر کے ماحول میں وہ نئے
 ideas لیتے ہیں، وہ تمام تر ideas سیکولر ہوتے ہیں اور anti religion (خلاف مذہب)
 ہوتے ہیں۔ یہاں واپس آ کر بھی جب وہ religious (مذہبی) ہونے کی کوشش بھی کرتے ہیں
 تو ہمارا religious atmosphere (مذہبی فضا) انہیں پس ماندگی اور ذلت کا بحران دیتا
 ہے اور یہ بہت بڑا پرالیم ہے۔

We have to fight back not with arms but with intellectual
 capacity, with our thought provoking with our true
 commitment to our religion, with our proper priority to
 religion.

اور انشاء اللہ تعالیٰ ابھی وہ وقت، وہ ماں، وہ زمانہ و مکاں کی گھڑیاں پیدا ہو رہی ہیں کہ
 we will be able to match the European challenges (ہم یورپی چیلنج کا
 مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے)

سوال: عشقِ حقیقی کیا ہے اس کو کیسے پایا جائے؟

جواب: دراصل عشق کو کسی بھی فالتو adding (اضافہ) کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے بہت
 سے لوگوں نے عشق کو ”جازی“ بھی کہا، ”جسانی“ کہا، ”حقیقی“ کہا،..... عشق دراصل ایک
 strong possession (شدید ملکیتی احساس) ہے جو پورے کے پورے جسم پر محیط ہوتا
 ہے ذہن پر، قلب پر، جسم پر۔ اور یہ human (انسانی) ہے۔ اسکا انبیائی نظام سے کم تعلق
 ہوتا ہے۔ انسان کی کوئی ایسی خواہش جو مارل سے نکل کر اس کی sense of
 possession (ملکیتی حس) میں جائے۔ obsession (وہم کا غلبہ) میں جائے ہم اس

(یہ بیویاں، یہ خاوند، یہ بیٹے بیٹیاں، یہ کھوڑے، گاڑیاں، یہ زمین داریاں، یہ عزتیں، رتبے، یہ تلم کی ثنا سائیاں، یہ ثمن، یہ سارے کی سارا دنیا کی زینت ہے۔)

ہم نے انسان کو ان تمام خواہشات کی زینت بخشی، جب آپ ان کے حصار سے نکلتے ہیں، اس ”جازی حصار“ سے نکلتے ہیں تو پھر آپ اللہ کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ نے بہت بڑا dodge (فریب) یہ دیا کہ تمام خوبصورتیاں ”حواسِ خسر“ میں قید کر دیں جس کو چاہو چھو، جس کو چاہو چکھو، جس کو چاہو دیکھو اور اپنے اوپر انہی ”حواسِ خسر“ کا جاب ڈال دیا۔ مگر چونکہ انسان کے حواس میں یہ نہیں ہے کہ میرے حواسِ خسر سے بلا بھی کوئی تعقل اور معرفت ہو سکتی ہے تو اسی لئے وہ ایک غیر معمولی ادراک کا انکار کر دیتا ہے یعنی بلائے حیات یا حواسِ خسر سے بلا کسی بھی شے کا مطلق ادراک نہ کر سکتے کی اہلیت کا مظاہرہ کرتا ہے اسی مقام پر اللہ موجود ہے اور خدا نے اپنے قرب کیلئے جو طریقہ کار بتایا ہے وہ اسادہ ہے۔ اس نے کہا کہ جب تم کسی سے محبت رکھتے ہو، یا کچھ چیزوں سے محبت رکھتے ہو یا کچھ لوگوں سے محبت رکھتے ہو تو ”فراق“ تمہیں بتاتا ہے، جدائی تمہیں بتاتی ہے کہ کس سے تمہیں زیادہ محبت ہے۔ ”وصال“ میں محبت نمایاں ہوتی ہے اور ”فراق“ میں یاد..... جس کی یاد زیادہ آئے اس سے تمہیں زیادہ محبت ہوتی ہے تو یاد واحد طریق محبت ہے جیسے

محب فراق ہے اور نیند آتی جاتی ہے
کچھ اس میں ان کی توجہ سی پائی جاتی ہے

اور اللہ نے کہا: ”قُلْ مَا أَوْحَى إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ“ (قرآن کی تلاوت کرو) ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ“ (اور نماز قائم کرو۔) ”إِذَا الصَّلَاةُ قَضِيَتْ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ (یہ تمہیں خش اور منکر سے روک دے گی۔) ”وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ“ (مگر میری یاد تو بہت بڑی بات ہے) نماز کا قرینہ رکھا، قرآن پڑھنے کیلئے کچھ آداب رکھے مگر جہاں تک یاد کا تعلق تھا اس پر سے ہر ban (پابندی) اٹھا دیا: ”فَلَا ذِكْرُ اللَّهِ قِسْمًا وَفَعُولًا وَعَلَىٰ جُوبِكُمْ“ کھڑے یا دکرو، کروٹوں کے بل کرو۔ جیسے چاہو مجھے یاد کرو۔ پھر کہا: خوف سے نہیں، وحشت و دہشت سے نہیں، لگن اور انس سے یاد کرو، ”فَلَذِكْرُ اللَّهِ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ“ ایسے یاد کرو جیسے اپنے محبوب ماں باپ کو کرتے ہو، آباؤ اجداد کو کرتے ہو، اپنی روایات کو کرتے ہو، بیوی بچوں کو کرتے ہو۔ مجھے بھی ایسے یاد کرو جیسے ان لوگوں کو یاد کرتے ہو جن سے تمہیں بڑی محبت ہے وَأَشَدُّ ذِكْرًا يَازِيدُهُ كَرَامًا

مجھے یہ معلوم ہو کہ تم سب سے زیادہ مجھ سے محبت رکھتے ہو۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے اچھا کام کونسا لگتا تھا، فرمایا: ”تھوڑا مگر ستواڑ“۔ باب جنابت میں ہے کہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا اس عالم میں بھی اللہ کے رسول ﷺ کو یاد کرتے تھے، فرمایا: ”وہ ہر حال میں خدا کو یاد کرتے تھے“۔ اسلئے یاد پر کوئی پابندی نہیں۔ گندگی میں، نلاہٹ میں، تنگی، بحر و بر میں، دور خطرات میں، مچھلی کے پیٹ میں یونس بن مثنیٰ اللہ کو یاد کر رہے تھے۔

”أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“

تو اللہ نے فرمایا کہ اگر یونس تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ہم قیامت تک اُسے مچھلی کے پیٹ میں چھوڑ دیتے تو ملاحظہ فرمائیے کہ اُس نلاہٹ میں خنجر کو کیا نصیب ہوگا؟ نہ کوئی وضو، نہ کوئی صفائی..... یہ نہیں کہ ان پر اثر نہیں ہوا۔ جب چالیس دن کے بعد مچھلی کے پیٹ میں سے نکلے تو بدن پر آبلے تھے، جلد گل چلی تھی۔ حضرت گرامی التسبیح میراث شوق و محبت ہے۔ خدا کی یاد کا عرفان ہے، اُس کی جدائی میں اُس سے محبت و رانس کی سب سے بڑی علامت ہے۔ یہ لہلہ عشق کی hot line ہے اور اسی سے ”عشقِ حقیقی“ کفرم ہوتا ہے۔ You have only one possible Internet to God. اور وہ تسبیح ہے۔

سوال: مرنے کے بعد زندگی ملے گی۔ اس پر سب مسلمان متفق ہیں لیکن یہ کب ہوگا؟ آیا قبر میں یا قیامت کے دن..... اگر یہ کہا جائے کہ قیامت کے دن تمام مردوں کو اللہ زندگی دیں گے تو پھر قبر کا عذاب کیا روح کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ قبر کے ٹکڑے کشادہ ہونے کا اثر تو مادی جسم پر ہی ہوگا اگر ایسا ہے تو کیا تمام مردے جو قبروں میں ہیں وہ زندہ ہیں۔

جواب: یقیناً موت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کو صرف ایک ”لحاتی ذائقہ“ بتایا: ”نَفْسٌ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ“ (ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھتا ہے۔) جہاں بھی موت کا ذکر ہوا ہے transitional stage (گزران) میں صرف ایک stage کا ہوا ہے کہ ہر آدمی نے transference (منتقلی) کے اس پہلو سے گزرا ہے یعنی زندگی کے اس pattern سے زندگی کے اُس pattern کو منتقلی کی بعد از مرگ شہادت رسول اللہ ﷺ نے خود دی ہے۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے کہ جب غزوہ بدر میں مرنے والے کافر ایک گڑھے میں ڈالے گئے تو آپ ﷺ نے اُن کو خطاب کر کے فرمایا:

”اے عجب! اے شیر! اے عمر بن ہشام! جو اللہ نے ہم سے وعدے کئے تھے وہ پورے کیے، جو تم سے وعدے کیے تھے پورے ہوئے یا نہیں۔“ حضرت عمر فاروقؓ پاس کھڑے تھے، تعجب سے فرمایا: ”یا رسول اللہ ﷺ! مردے بھی کہیں سنتے ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سے بہتر سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔“

البتہ قبر کے ایک بھیجی کی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک نشان دی فرمائی ہے اور قبر کی یہ بھیجی کچھ لمحوں کیلئے ہوتی ہے۔ حدیث رسول ﷺ ہے: ”قبر کی بھیجی سے کوئی آزاد نہیں..... اگر کوئی آزاد ہوتا تو سعد بن معاذ ہوتا۔“ اس بھیجی کے بارے میں کم از کم میرے خیال میں یہ ہے کہ قبر میں سوالات انسان کے physical (جسمانی) وجود سے کئے جاتے ہیں اور وہ ایک spshychic وجود سے نہیں کئے جاتے یا تیار روحانی وجود سے نہیں کیے جاتے۔ جب قبر میں مردے کو چھوڑ جاتے ہیں تو حضرت ”عمر بن حاس“ نے اپنے بیٹے کو ایک وصیت کی: ”میری قبر پر اُس وقت تک ٹھہرا جب تک میں آنے والوں سے مانوس نہ ہو جاؤں۔“ یعنی تو لوگوں کے رخصت ہونے کے بعد کچھ دیر میری قبر پر ٹھہرانا کہ میں آنے والوں سے مانوس ہو جاؤں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا حتمی یقین یہ تھا کہ ہم مرنے کے بعد مرتے نہیں ہیں، ایک طرز زندگی بدل جاتا ہے۔

دراصل زندگی کے تین pattern (نمونے) ہیں، روح کی کوئی شکل و شایستگی نہیں ہوتی مگر اُس میں نام و خصائل، کروموسمز کا ایک پورا structure (ڈھانچہ) ہوتا ہے، DNA (ڈی این اے) میں زندگی کی ساری code (کوڈ) لکھی ہوتی ہے۔ یہ عالم بزرگ کبریا میں متعین ہوتی ہے، عالم بزرگ میں دو بڑے بڑے ڈرائنگ روم ہیں۔ ایک وہ ڈرائنگ روم ہے جہاں آنے والی روحمیں نیچے اترنے کا انتظار کر رہی ہیں اور ایک ڈرائنگ روم وہ ہے جہاں جانے والی روحمیں اپنی ultimate destiny (آخری منزل) کا انتظار کر رہی ہیں تو قبر دراصل ایک ایئر پورٹ سے پہلے ”قرطینہ“ کا مقام ہے، جہاں ایک آدمی کو اگلے سفر کیلئے clean up کیا جاتا ہے اور سوال پوچھا جاتا ہے اور جو پاسپورٹ سے چاہیے اُس پر دو بڑے سوال ہیں: ”مَنْ رَبُّكَ“ کون تھا تیرا رب؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا کرتے ہوئے آئے ہو؟ ہم نے تمہیں اگلی دنیا کا پاسپورٹ issue (جاری) کرنا ہے۔ یہ دو بہت بڑے galaxial (کھکشانی سلسلے)

آرڈر ہیں۔ ایک جت کا جاور دوسرا جہنم کا جاس کیلئے پہلے Initial question (ابتدائی پوچھ گچھ) ہے وہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے کسی ایئر پورٹ میں خطرے کے وقت ملٹری کا سپر وائزنگ ہوتا ہے پاس طلب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو؟ اسی طرح وہاں فرشتے پہلا سوال پوچھتے ہیں "مَنْ رَبُّكَ" جواب صفر..... وہ کہتے ہیں، چلو دوسرا grace کا question ملتا: "مَنْ نَبِيُّكَ" بمعنی کوئی واقف ہے؟ کوئی سفارش ہے؟ کسی بڑے سے کوئی تعلق ہے؟ آپ جو بھی اُس کو کہتے ہیں اُس پر تصدیقی ایک external call (باہر کی آواز) کرتی ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا..... میرے بندے نے سچ کہا..... سچ کہا اس کو خوبصورت galaxies کے رستے دکھائے جاتے ہیں کہ یہ ہے تمہاری ultimate destiny اور جو غلط جواب دیتے ہیں ان کیلئے جہنم کے دروازوں کی ہوا کھول دی جاتی ہے کہ یہ ہے تمہاری آخری منزل..... مگر جب وہ قبر میں ڈال دیئے جاتے ہیں تو یہ سوال کرنے سے پہلے ان کو پورے "وجود ذاتیہ" میں دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اُس کو "قبر کی سمجھ" کہتے ہیں۔ ا

guess that must be a terrible moment because میں یا ایک بہت اذیت ناک لمحہ ہے کیونکہ ایک تو زندگی میں آپ زندہ ہیں اور جب ایک بالکل اندھیری جگہ (قبر) جسے اللہ نے ظلمات کہا، اس میں آپ پورے حواس میں اٹھائے جاتے ہیں تو ا must be very terrible اور ان دو سوالوں کے بعد آپ کو اُس اذیت کے لباس سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور پھر رستے کشادہ ہو جاتے ہیں اور عذاب پھر آپ کے psychic (روحانی) وجود پر ہوتا ہے فزیکل وجود پر نہیں ہوتا۔

سوال: مجتہد کے ذکر میں عارف زمانہ کا ذکر کیا تھا؟

جواب: "اصول علم" یہ ہے کہ علم میں اصول اور execution (فعل) کی (لڑائی) battle جاری رہتی ہے..... جیسے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس کوئی شخص آیا اور کہا کہ کوئی نصیحت کیجئے فرمایا: "جھوٹ نہ بولو"۔ نہ اسے قرآن پڑھایا نہ کوئی بڑی بات کی، صرف یہ کہا کہ جھوٹ نہ بولو..... جب کسی اصول کی execution شروع ہوگئی، جب کسی اصول کو ہم عملی زندگی میں لائیں گے تو پوری کی پوری زندگی شاید ایک آدھا اصول کی نذر ہو جائے اور پتہ یہ چلے کہ ہر مقام پر اس کی execution ہمارے لئے پرالیم کفری کر رہی ہے تو کفر و اسلام میں ایک پورے کا پورا اختیار انسان کے پاس ہے "إِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ إِنَّمَا ضَالُّوْنَ وَإِنَّمَا ضَالُّوْنَ" اور دوسرا

”اصول“ مسلمان سے مومن تک کا ہے اور اس عمر سے میں، اس پورے مدارج حیات کو چیک کرنے کیلئے آپ پر جو مسائل وارو ہوتے ہیں، جو tests وارو ہوتے ہیں ان میں کامیاب ہونے کے بعد آپ ”مومن“ ہوا qualify کرتے ہیں۔ ”أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ“ تم گمان کرتے ہو کہ ہم تم کو جنت میں داخل کر دیں گے ”وَلَمَّا يَتِيَكُمُ الْمَلَكُ الْمُنِيبُ خَلُّوا مِنْ قُلُوبِكُمْ“ تم سے پہلی امتوں کو ہم نے بڑی شدتوں سے آزمایا ہے ”مَسْتَهْمُ الْبَاسَاءِ وَالضَّرَّاءِ“ آءِ وَزُلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ“ تم سے پہلے لوگوں کو ہم نے آروں پر ذبح کروایا..... اصحابِ اُحد و کربلا میں جلا دیا..... اتنی سختیاں تم پر تو نہیں ڈالیں تو پھر کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت تمہیں ویسے ہی دے دیں گے، ہم تمہیں آزمائیں گے نہیں..... ہم تمہیں تھوڑا تھوڑا آزمائیں گے ضرور وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَنَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا ”اِنْ شَاءَ اللَّهُ“ اگر تم ہر آنے والی مصیبت میں یہ طرزِ عمل رکھو کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ پڑھو تو میں ایک وعدہ تم سے کرتا ہوں ”اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ“ اللہ کی طرف سے تم پر درود و سلام ہے وَرَحْمَةٌ“ اور اللہ کی طرف سے تم پر رحمت ہے اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ تم ہدایت یافتہ ہو، تم اللہ کے intellectual (وائس و ر) ہو، اب اگر آپ غور کیجئے، تو ہم تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ صرف مر گئے ہوئے پر پڑھتے ہیں مایہ نقصان جنہوں نے واپس نہیں لوٹا ہم اس پر یہ پڑھتے ہیں اور خدا کہتا ہے کہ ہر پلٹانے جانے والے نقصان پر یہ پڑھو..... ایک صاحب کا بچہ بڑا سخت بیمار تھا، انہوں نے مجھ سے ذکر کیا، میں نے کہا: ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ“ وہ ماریش ہو گئے، کہنے لگے، سرکار! ابھی مرا تو نہیں ہے..... تو میں نے کہا کہ میں کب مر گئے ہوئے پر پڑھا رہا ہوں، میں تو اس لئے پڑھا رہا ہوں کہ یہ سختی و بلا جو تم پر آئی ہے، انتا، اللہ و تعالیٰ العزیز لوٹ جائے گی۔ اسی لئے تصوف کے طریق میں اللہ کی محبت میں تمہیں approaches (پہنچنے) کو بڑی نمائندہ حیثیت حاصل ہے۔ ایک یہی جواب بھی میں نے آپ کو قرآن سنایا کہ اگر ہر غم و بلا و شدت و ظہر میں وقت پر رجوع..... اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ پڑھیں تو انتا، اللہ و تعالیٰ یا ایک نسخہ بقرآن یہ ہے کیا نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ جب کوئی خطا کا رپچہ آپ کے سامنے آئے او ر آپ اسکو کہو: ”خطا مان لو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا“ پھر وہ خطا کا اقرار کرے تو آپ اُسے لفظی سرزنش کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ خطا میں اور بخشش میں اقرار کو بڑا درجہ حاصل ہے۔ آپ دیکھئے کہ

امریکن قانون میں اگر آپ خطا کا اقرار کر لو گے تو آپ کو معافی مل جائے گی۔ قریباً قریباً آپ نے جرم نہیں کیا مگر آپ کا وکیل اس پورے سسٹم سے کہہ رہا ہے کہ نجات نہیں ہو سکے گی Simply say I plead guilty (میں اقبال جرم کرتا ہوں) تو وہ بخشش کر دے گا مگر یہ قانون آج کا نہیں ہے بلکہ اگر آپ غور کریں کہ جب یس بن متی سے ایک غلطی ہو گئی وہ مچھلی کے پیٹ میں گئے تو انہوں نے خطا کا اقرار کیا:

”أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ“

”اے اللہ تو خطا و نسیان سے پاک ہے۔ باوجود تغیر ہونے کے مجھ میں خطا و نسیان موجود ہے۔ مجھ سے خطا ہو گئی ہے میں خطا کار ہوں۔ آپ خطا سے پاک ہیں، مجھے معاف کر دیں۔“ لوگ کہتے ہیں یہ ہدائی آیات ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ کمالی آیات ہیں مگر سادہ سی آیت ہے جس میں اقرار کیا ہے کہ Oh! Lord God! you are free of mistake I'm sorry میں گنہگار ہوں، متق ہوں، مآدان ہوں، مجھ سے غلطی ہو گئی۔ am sorry اتو آپ کو پتہ ہے کہ خدا نے کیا کہا وَنُخِصُّهُ مِنَ الْغَمِّ (اور ہم نے اسے غم سے نجات دی۔) اللہ ہمیں نہیں رکا بلکہ اس نے اسے مستقل approach بنایا اور کہا كَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ (اسی طرح ہر مومن کو نجات دے گا۔) کہ جو غلو میں قلب سے اقرار خطا کرے گا۔ ہمارے حضور میں آ کے بس اتنا کہہ دے گا کہ مجھ سے خطا ہوئی تو ہم اپنے رحم سے اس کی خطا معاف کر دیں گے۔ اللہ کے رحم کو کم کرنا خطا ہے۔ رجب پروردگار پر یقین نہ کرنا کفر ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اللہ نہیں بخشنے گا تو اس نے کفر کا رشتہ بنایا: ”قُلْ يَبْعَادُ الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ“ جو میری عبادت کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ تم نے بڑی زیادتیاں، بڑے ظلم کئے.....

خدا گناہ کو اسراف کہتا ہے اور اس کا تلفظ، تکلف یہ ہے کہ میں نے کچھ صفات آپ کو proper کاموں کیلئے دی ہیں جیسے میں نے آپ کو روپیہ پیسہ دیا کہ گھر بناؤ، آرام سے رہو، بچوں کی نگرانی کرو مگر آپ اسے شراب و کباب پر لگا رہے ہیں اور اسراف یہ ہے کہ صحیح مقاصد کو چھوڑ کر غلا مقاصد پر صلاحیت یا سرمایہ خرچ کیا جائے تو سزا تو ملے گی، نقصان تو ہوگا، بچے بھوکے مریں گے، بیوی ماریں رہے گی، آپ کو ہپاٹائس Hepatitis ہو گا۔ اسلئے خدا کہتا ہے کہ خطا تو کر ہی بیٹھے ہو، ظلم تو کر ہی بیٹھے ہو مگر ایک بہت بڑا ”اسراف نہ کر بیٹھا:“ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ“ (میری رحمت سے ایس نہ ہوا۔) اس کی ایک وجہ ہے کہ میں نے ایک قانون بنایا ہوا ہے ایک

اصول ہے اور یہ اصول نہیں بدل سکتا، کوئی فقیر اور کوئی مجتہد یہ اصول نہیں بدل سکتا۔ یہ اصول بڑا سادہ ہے اور عربی والے سب جانتے ہیں۔ میں عربی نہیں جانتا، سادہ سائز جہ۔ آپ کو تین دوں گا کہ "إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" (بے شک اللہ تمام گناہ معاف کرتا ہے) اس میں ایک بھی exception (استثناء) نہیں ہے۔ لفظ "جَمِيعًا" میں کوئی exception (استثناء) نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بھائی! یہ کوئی بڑی بات نہیں، معاف کرنے کیلئے مجھے کوئی زور نہیں لگانا پڑتا، میں total گناہ معاف کر دیتا ہوں کیونکہ وہ صرف سادہ سی ہے کہ "إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ" میں ہوں ہی بخشنے والا، میں ہوں ہی رحم کرنے والا۔ میری تو نادات ہی یہی ہے..... رحم کرنا اور بخشنا..... تمہارے گناہ کوئی اتنے بڑے نہیں ہیں، کوئی اتنا بڑا جبر نہیں کر رہے ہو تم مجھ پر..... اور جس شخص نے خدا کی رحمت سے انکار کیا وہ درجہ کنفر کو پہنچا اور وہ وہہ سے انکار ہوتے ہیں کہ آپ کا دماغ ٹھیک نہ رہے یا آپ خدا کے علاوہ کسی اور چیز پر یقین رکھتے ہو۔ دونوں علاج تکفیر ہیں اور رب تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خطا سے گریز کریں مگر نہ بھی کریں تو ہم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں..... اس لئے عارف پروردگار کے مزاج کو جاننے والا ہوتا ہے۔ تصوف میں سب سے بڑا rank (مرتبہ) عارف کا ہے۔ وہ "شناسائے مزاج" پروردگار ہوتا ہے۔ "حمیم ماز" کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ وہ بقدر ظرف جلوہ پروردگار زیادہ دیکھتا ہے۔ اسکی identification (مطابقت) صاحب شناسائے حال سے ہوتی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ قربت خداوند قربت رسالت میں ہے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مصلوہ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اسی لئے یہ لوگ ایک perfect (مکمل) عادات کا balance (اعتدال) اختیار کرتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ صاحب قرآن انتہائی معتدل شخص ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ انسانی جہلوں کو مارا نہیں جاسکتا مگر ان کو معتدل کیا جاسکتا ہے۔ وہ درجہ ماتم حبیب مصطفیٰ ﷺ میں خدا اور رسول ﷺ کی طرف approach (پہنچ) کو ایک کر لیتے ہیں۔ یہ ان کے داخلی رجحانات کی تفسیر ہوتی ہے مگر بغیر علم کوئی داخلی رجحان interpret نہیں (واضح) ہو سکتا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ (اواس) depressed ہیں مگر کیا انہیں پتہ ہے کہ ہم depress ہیں؟ کیا انہیں پتہ ہے کہ ہمارے سر کیوں دکھتے ہیں؟ ہمارے بچوں میں کیوں درد ہوتا ہے؟ وہ اپنے آپ کو پاگل تو نہیں سمجھتے۔ اُن کے معدے کیوں خراب ہوتے ہیں؟ جب وہ ایک (psychiatrist) (دماغی معالج) کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ depressive effects (اواسی کے اثرات) ہیں۔ یہ جو

آپ کا سر دکھتا ہے، روز اور مسلسل — یہ تیاری نہیں hysterical effect (اعصابی تناؤ) ہے، یہ migraine (آدھے سر کا درد) جو ہے یہ پختی تیاری ہے، جسمانی تیاری نہیں، جاو اس کا علاج بھی وہ آپ کو کہیں بتائے گا۔ اگر ڈاکٹر میڈیسن دے گا تو عارف آپ کی طبیعت کے اس رجحان کی وجہ سے، اس sensitivity (حساسیت) اور بحران کی وجہ سے جسکی وجہ سے مسلسل (اچھار) inflation ہو رہی ہے، وہ اسے روکنے میں آپ کی مدد کرے گا۔ وہ ”مفقیر ذات“ بھی جاو اور ”مفقیر نفس“ بھی جاو اس کو اپنے مسائل کا بھی علم ہوتا، جیسا کہ عارف یکطرفہ نہیں بلکہ داخل اور خارجی دونوں علم پر مہارت رکھتا ہے اور جو عالم ہے وہ صرف بلکہ داخل و خارج دونوں طرف کے وجودی اور غیر وجودی علم کا حامل ہوتا ہے اسی لئے اجتہاد کا رتبہ اسی کو پہنچتا ہے مگر سارے عارفین کو نہیں، یہ ضروری نہیں کہ تمام عارفین کو اللہ کلام بھی عطا کرے، ان کو گرفت بھی عطا کرے اس لئے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ عالم مجتہد بھی ہو۔ تصوف میں اسے ”قطب ارشاد“ کہتے ہیں۔ قطب ارشاد، مجدد، عارف اور مجتہد ایک ہی چیز کے علاوہ علیحدہ عام ہیں۔

سوال: فسق کیا ہے؟ کیا داڑھی منڈوانا فسق ہے؟ پتلون پہننے، مائی لگانے اور شیعہ کرنے میں مصلحت عصر کا کونسا راز ہے؟

جواب: خواتین و حضرات! کتنا مزید ار سوال ہے۔ داڑھی منڈانا فسق نہیں ہے، رجز، فسق اور فجور ان تینوں کا تعلق داڑھی منڈانے پر نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے پر صرف ایک فتویٰ اصحاب کے زمانے میں لگا اور وہ ”مکروہ“ کا فتویٰ ہے۔ نہ اس پر فسق کا فتویٰ لگا، نہ فجور کا لگا بلکہ تمام اصحاب فقہ نے یہ کہا کہ بلا ضرورت داڑھی منڈانا مکروہ ہے۔ داڑھی نہ رکھنے پر میری اپنی اور بھی (وجوہات) reasons ہیں، وہ میں آپ کو explain (واضح) نہیں کروں گا۔ سوال چونکہ براہ راست ہے۔ اس کا مخاطب میں بھی ہوں، آپ بھی ہو تو اس دور میں جب میں پیچھے جا کر دیکھتا ہوں کہ جب ابتدائے زمانہ، صلی اللہ علیہ وسلم میں داڑھی کا رواج نہ تھا، کوئی بھی نہیں رکھتا تھا۔ اشراف قریش داڑھی منڈاتے تھے، اصحاب رسول ﷺ بھی داڑھی منڈاتے تھے تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ بالوں کے بارے میں اہل کتاب کا رویہ کیا ہے اور یہ یاد رکھیں کہ بہت ساری ابتدائی احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کوشش یہ رہی کہ ہم اہل کتاب کی طرح رہیں کیونکہ اس وقت بھی پورا قرآن نہیں اترا تھا، وضاحتیں مکمل نہیں ہوئی تھیں تو حضور ﷺ کی زیادہ خواہش یہ

تھی کہ سچے اہل کتاب کی طرح جیسے پہلے اہل کتاب ہیں اور ہم جو نئے آئے ہیں ہم بھی اسی religious order میں رہیں، قوم موسیٰ کے بہترین لوگوں کی طرح اور قوم عیسیٰ کے بہترین لوگوں کی طرح رہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ داڑھی کے بارے میں اہل کتاب کا رویہ کیا ہے؟ حضور کو بتایا گیا کہ خدا پرست عیسائی راہب اور یہودی ربی داڑھی رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں اہل کتاب سے مشابہت پسند ہے۔ پھر آگے جا کر ایک religio political سوسائٹی میں یہ مزید پختہ صورت اختیار کر گئی جہاں یہ شناخت کا باعث نہیں تھی۔ غور کیجئے کہ یہ مذہبی ہونے کی شناخت نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ عالم اسلام میں داڑھی منڈائی بھی لگنی اور رکھی بھی لگنی..... حتیٰ کہ ایک ایسا وقت بھی آ گیا جس میں بہت سے لوگ داڑھی منڈاتے بھی ہیں اور بہت کم لوگ داڑھی رکھتے ہیں۔ ایک شخصیت کہ برصغیر کے لوگ ان کے ممنون ہیں اور برصغیر میں اسلام کی ابتدا انہی کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اللہ کے بہت بڑے بڑے ہیں۔ وقت کے قطب عالم ہیں، کوئی شخص بھی ان کی عظمت و حرمان کا انکار نہیں کر سکتا، ”سیدنا علی بن عثمان چوہدری“ جو اسلامی تصوف میں شرق و مغرب میں اتھارٹی ہیں۔ ستائیس زبانوں میں ان کی کشف النجیب کا ترجمہ موجود ہے اور بقول سیدنا خواجہ فرید گنج شکر اور خواجہ نظام الدین اولیاء کہ ”جس کا کوئی مرشد نہیں وہ کشف النجیب سے ارادت و ارشاد طلب کر سکتا ہے“ سید چوہدری نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی جو آپ کو مزہ دے گی کہ:

”جس سنت پر فسق و فجور کا گمان ہو، شروع ہو جائے، اُس کا ترک اس کا اختیار سے بہتر ہے۔“

اس سے زیادہ میں داڑھی پر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جس سنت پر فسق و فجور کا گمان شروع ہو جائے اور لوگوں کی رائے اُس کے بارے میں یہ ہو کہ یہ سنت نہیں ہے بلکہ فسق و فجور کی علامت بن چکی ہے اور ایسا کثرت سے سمجھا جائے تو پھر وہ لوگ بڑی ہمت والے ہیں جو اس زمانے میں بھی داڑھی رکھتے ہیں کیونکہ میں اس سے گریزاں ہوں..... چونکہ میں سلسلہ جنید یہ سے تعلق رکھتا ہوں اور چونکہ مجھے غلطی کی approach (رسائی) چاہیے اور اگر داڑھی میرے اور غلطی کی ملاقات میں، ان کی رسائی میں، ان کے تعلق میں، ان کی تعلیم میں حار ج ہو اور اگر میں branded (نشان زدہ) ہو جاؤں تو میرے اور غلطی کے درمیان دوری ہو جائے گی:

بہ بر رنگ کہ خواہی جامہ بر پوش

اگر میں اس کو negative (منفی) لے جاؤں تو داڑھی کے سائل سے لوگ آس کے گرد و فکر کو بچھن جاتے ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ نے اور خدا نے قرآن میں کہا کہ جب کوئی چیز کسی گروہ کی بچھن بن جائے تو اسے خیر برتوان میں سے نہیں ہے۔ ”إِنَّ الدِّينَ قَوْلُوا حَيْثُہُمْ“ جن لوگوں نے اپنے اپنے دین میں فرق کیا ”وَنُكُنَا شِيعَا“ اور وہ گروہ بن گئے ”لَسْتُ مِنْہُمْ فِی شَیْءٍ“ اے خیر برتوان میں سے نہیں ہے۔ آپ کو کیا ہو گا کہ کسی زمانے میں ہم مرزا نیہ کو ان کی داڑھی سے بچھن نٹے تھے کوئی زمانہ آیا کہ ہم نے جماعہ اسلامی کو اس کی داڑھی سے بچھنا، ایک تبلیغی کو اس کی داڑھی سے بچھنا اور اب داڑھی کی بجائے پگڑی سے بھی بچھن نٹے ہیں۔ ”اے خیر برتوان میں نہیں ہے“ ایک مسلمان کی بچھن یہ نہیں ہے، یہ مختلف گروہوں کی بچھن ضرور ہے۔

ابھی ایک سوال اور ہے۔ چٹون پہننا، مائی لکھا، shave کرنا۔ خواتین و حضرات آج تک مجھے یہ بات نہیں سمجھ آئی کہ چٹون انگریز کا پہناوا کیسے ہو گیا؟ آج تک میرا جوتا رخ کے بارے میں علم ہے وہ مجھے یہ بتاتا ہے کہ ”مائی“ مسلمان کی ایجاد اور دریافت ہے اور ”مائی“ مسلمانوں سے انگریزوں نے لی اور اس کو پہننا شروع کیا اور اس کے سائل تھوڑے تھوڑے تبدیل کئے۔ اسی طرح چٹون مسلمانوں کی دریافت ہے مسلمانوں نے ہی اسے قائم کیا بلکہ مسلمانوں نے بھی نہیں بنیادی طور پر یہ persia (ایران) سے آئی، وہ حضور ﷺ میں ایران سے جو پا جامہ آیا آجکل کی ”بیگی بیٹوں“ جیسا تھا، اوپر سے بھی بند اور نیچے سے بھی بند۔ جب وہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”کیا خوب پردے کی چیز ہے“۔ مگر اتفاق سے آپ ﷺ نے اسے پہنا نہیں۔ پھر یہ پہناوا ملک شام میں گیا، پھر وہ ریشم کا کپڑا بن گیا اور اب زین کی پینٹس ہیں۔ اب اوپر پیلٹ آگئی ہے مگر کسی بھی کپڑے میں کسی خاص قوم کا اکلوتا حصہ نہیں ہوتا۔ dark ages میں، یورپ کے تاریک دنوں میں قریب سے، بغداد سے، قسطنطنیہ سے مسلمانوں کا علم یورپ گیا، رسم و رواج گئے، عادات گئیں، شعور گیا،۔۔۔۔۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ انگریز آتے جاتے اپنی بیویوں کو Kiss کرتے ہیں۔ آہٹے ذرا ”علامہ طحاوی“ کی کتاب اٹھا کر دیکھئے۔ ”فاروقی اعظم“ میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ایک بیوی کو ان سے بڑی محبت تھی۔ وہ دروازے تک ان کو چھوڑنے آتے اور بوسہ دے کر رخصت کرتے اور یہ تو عادات عیانیہوں نے عربوں سے لی ہیں۔ عرب کپڑے میں ملاقات کے وقت مردوں میں بھی نہ

پوچھ لو، رومال نہیں ہے تو ہاتھ صاف کر لو۔ multi purpose (کثر القاصد) ہے۔ مجھے نہیں سمجھ آتی کس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

سوال: ایک غیر مسلم نے یہ سوال پوچھا تھا کہ قرآن میں کلمہ ایک جگہ کٹھا نہیں آیا۔
جواب: بات یہ ہے کہ قرآن حکیم میں اگر کلمہ آتا تو اس طرح کہ کبوشہادت دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

”أشهدان لا اله الا الله محمد رسول الله“